

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_188174

UNIVERSAL
LIBRARY



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اصول و طریق محضول

تالیف
آرٹھیجی - ایسٹمہ - مراد علی بٹ
سابق پبلیشنگ ایڈیٹر

ترجمہ

محمد حبیب الرحمن بی ایس سی آنرڈ
پروفیسر معاشیات (کونوٹاؤن مونیٹرنگ)

۱۹۴۴ء م ۱۹۴۴ء م ۱۹۴۴ء

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

۲۲ سفر

دور ہی فصل

زیر نظر

۱۔ آتی زمین معدن، جنگلات، گیس، لکڑیاں، ایندھن اور پانی کے ذخائر سے مالا مال ہے۔
۲۔ یہاں پر کاشتکاری کی بجائے صنعتی پیداوار کا مرکز ہے۔

صوبہ دولت پر رکاوٹ ہے۔ ٹیکس بہ اعراض اشترکیات۔ ٹیکس کی غرض
محض حصول آمدنی۔ ہر نظام ٹیکس ارتقائی عوامل کا نتیجہ ہے۔

تیسری فصل

ٹیکس لگانے کے اصول

از صفحہ ۲ تا ۵۹

محصول مفرد زمین پر آمدنی پر۔ منتشر ٹیکس۔ پید آوری کے اصول۔ بلا واسطہ اور بالواسطہ
محصول آمدنی (انکم ٹیکس)۔ ملحق مرکب ٹیکس کے طریقوں پر قومی ریتیر کا اثر۔
آدم ہستہ کے اصول۔ مساوات میں دشمنی۔ استطاعت کی تعبیر۔
صوبہ دولت پر ٹیکس لگانا۔ تدریج۔ متزایہ ٹیکس۔ کچھ مزید اصول۔

چوتھی فصل

بلا واسطہ ٹیکس لگانا۔ املاک اور آمدنی کے محصول

از صفحہ ۶۰ تا صفحہ ۸۱

ارضی رقبہ، اموال و اشیائے منقولہ کی آمدنی۔ شخصی ٹیکس، عطیات، تشخیص، جپٹنگی۔
مصارف شاہی۔ محصول زمین۔ محصول آمدنی یا انکم ٹیکس، سلطنت متحدہ
میں اور دوسرے ملکوں میں۔ محصولات موت۔ محصول مکان مسکونہ۔

پانچویں فصل

بالواسطہ ٹکس لگانا۔ اشیاء اور اعمال کے محصول

از صفحہ ۸۲ تا صفحہ ۱۱۲

قدیم صورتیں۔ اجارے۔ محصولات۔ درآمد و برآمد کا ارتقا۔ کرد و گیری کی اصلاح اور سہولت آزاد۔ درآمد کا موجودہ طریقہ۔ محصولات برآمد۔ کوٹے کا محصول۔ جنگی اس کی تاریخ۔ محصولات بحساب قیمت۔ اشیاء کی نقل و حمل کے محصولات۔ اشامپ، زمین اور مکانات۔ محصول ریلوے۔ ڈاک خانے کے محاصل۔ شاہی اراضی۔ نہریں وغیرہ

چھٹی فصل

نامادیکس منتقلی

از صفحہ ۱۱۳ تا صفحہ ۱۳۳

نامادیے کی تحقیق میں مشکلات۔ فوری اور آخری اثرات۔ طلب پر اثر۔ ضروریات۔ اسباب راحت اور اجاروں پر ٹکس۔ ٹکس لگانے کا رتبہ۔ رجحانات کا خلاصہ۔ اجرت، منافع، لگان اور مالک کے محصول۔

ساتویں فصل

اعتبار عامہ۔ قومی قرضے

از صفحہ ۱۳۴ تا صفحہ ۱۵۵

اسباب، تاریخ، نشو و نما۔ جبری قرضے۔ اختیاری قرضے، فنڈ دار اور بے فنڈ۔ اندرون آباد

بروزنی قرضے - پیداوار قرضے - وصولی کی اجرائی کے طریقے - تخفیف قرضہ کے طریقے - ذخیرہ ادا کی انتظام پذیر سالیانے تبدیل و غیرہ مقامی قرضے، ان کا مقصد اور نشوونما - مرکزی حکومت کی نگرانی - مخصوص اندیشے -

آٹھویں فصل

مالیات کے بعض دوسرے نظام

از صفحہ ۵۶ تا صفحہ ۱۴۳

تقابل کے فائدہ - ہندوستان، چین، منطقات اسیون کی آمدنی - مائٹ روڈ گیری، چنگی، آمدنی کے محصولات - ریس اور آب پاشی - فضاء قبا کی مملی آزادی - ترجیح مافا بل مل فرانس، بخارج و داخل - بلاد وسط محصولات - رجسٹریشن - اسٹامپ، آرٹ گریہ اور تاجینی محصولات، چنگی - ریورس کی آمدنی - شکر کے انعامات محصولات - آئرن کے رجسٹری اجارے بغرض آمدنی -

نویں فصل

مقامی ٹکس

از صفحہ ۱۴۶ تا صفحہ ۲۰۲

شہرین مقامی ٹکس کی بنیاد فیض تشفیص کے اصول - مقامی خرچ میں سکاری امداد - مقامی خرچ کی نگرانی - زمین، مکانات، اجارہ دار موقعہ محل، ستمارتی عمارات و داراضی، مشینیں، ان سب کے شروع کا قعدیہ - شروع کی مساوات -

آکڑے۔ اضافہ الیت۔ مرقع محل کی تھریکس لگاتا

دسویں فصل

۱۹۱۴ء کے بعد کی تبدیلیاں

از صفحہ ۳۰ تا صفحہ ۲۲۶

ٹکس و ورائز جنگ : انکم ٹکس اور ریڈیو ٹکس - فصولات - ٹیکٹا - محمول منافعہ زائدہ -
پیر فریب کا محمول - ٹکس بعد جنگ - تخفیفات - دولت پر حصہ رسد کا -
ریشم کا محمول ٹکسوں کی حالت و انس میں -

تختہ مد اقل و مخارج از صفحہ ۲۲۶ تا صفحہ ۲۳۱ -

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اصول و طریق محصل

پہلی فصل

سہ کاری خچ کے اسباب اور اس کی نوعیت

انسان غلط فہم اس بات پر مجبور ہے کہ دنیا میں مل جل کر زندگی بسر کرے۔ بغیر اس کے نہ وہ اپنا وجود برقرار رکھ سکتا ہے اور نہ دنیا میں کسی قسم کی ترقی کر سکتا ہے یہی وجہ ہے کہ بنی نوع انسان چنہ سیاسی گردہوں میں تقسیم ہو جاتے ہیں اور اجتماعی زندگی کے فوائد سے خوب مستفید ہوتے ہیں۔ اگر ان میں یہ اتحاد نہ ہوتا تو یہ انسانی قوتیں نہ اس قدر نشوونما پاتیں اور نہ ہندیب و تمدن میں یہ میرت اعلیٰ تر ترقی ہوتی۔ بغرض انسان کی تمام کرشمہ سازیاں نتیجہ ہیں محض اس بات کا کہ وہ ایک اجتماعی زندگی بسر کرتا ہے لیکن اجتماعی زندگی کو کامیاب بنانے کے لیے خیر و شر کے تقاضوں نے انہیں ہمہ تن مستحکم کر دیا۔ آخر بات کا لالہ حق ہو نا نہ دہری۔ ظاہر ہے کہ ان اختراعات کی سبیل خود باشعور بندے نہیں تو اور کون سا کر سکتا ہے یہی وجہ ہے کہ سرکار رعایا کی ناگہنی دولت کا کچھ حصہ خود وصول کر لیتی ہے جو ان مصلحت میں

عکس کہلاتا ہے۔ حکومت کو اپنے فرائض کی انجام دہی میں جس قدر اخراجات لگاتے ہوئے ہیں وہی آمدنی سے پورے ہوتے ہیں۔ کسی منظم سیاسی گروہ پر نظر ڈالنے کسی نہ کسی شکل میں عکس کا موجود ہونا ایک اہم لازمی ہے۔ بخود بلند پادری سے سرکاری اخراجات کے لیے آمدنی حاصل کرنے کا بھی سب سے اہم ذریعہ بن جاتا ہے۔ عکس اور وہ خدمات جو نہ لگائی جاتی۔ مایا کے لیے انجام دیتی ہے اس طور پر گویا لازم و ملزوم ہیں۔

اب جو نوجوان انسان ترقی کرتا ہے اس کی اجتماعی زندگی میں تنظیم کی صفت روز بروز نمایاں ہوتی جاتی ہے۔ ادب جس قدر تنظیم میں ترقی جاتی ہے اسی قدر حکومت کے فرائض میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس کا نظام زیادہ مکمل بنتا جاتا ہے۔ اس لیے اخراجات بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ اور ان اخراجات کو پورا کرنے کے لیے مطالبہ آمدنی کی۔ یہ قدر بھی بڑھ جاتی ہے۔

سرکاری خرچ اور سرکاری آمدنی کی نوعیت کیا ہے اور وہ ان اصول کے تابع ہیں جس علم میں ان اصولی تحقیق کی جاتی ہے اسی کو اصطلاحاً مالیات کہتے ہیں۔ اس کے مباحث کو معاشیات اور سیاست دونوں سے تعلق ہے۔ ہر مدون علم کا قاعدہ ہے کہ اس کے اصول تیار ہونے سے پہلے ہی ان پر عملدہ آدھوتا رہتا ہے۔ یہی حال مالیات کا ہے۔ اسی علم نمودار ہیں ہوا تھا لیکن نئی نوع انسان کی جماعتیں کافی ترقی یافتہ حالت پر پہنچی چکی تھیں۔ اور قبل اس کے کہ مالیات کے اصول بنائے جاتے یا ان کی تلاش بھی کی جاتی ملامت مالیات کا علم متعدد حکمتیں اختیار کر چکا تھا۔ از سب سے قدیم میں مالی ضروریات پورا کرنے کے طریقے کسی خاص قاعدے کے مطابق نہیں تھے بلکہ حکومت کی نوعیت۔ معیار معلومات۔ مقامی حالات جیسے اثرات سے صورت پذیر ہوتے تھے۔ البتہ یہ ممالک زیادہ ترقی یافتہ اور مستقل حکومتوں کے ماتحت تھے وہاں بتدریج مالیات کے اصول عام طور پر تسلیم کیے جانے لگے۔ موجودہ زمانے کی ترقی یافتہ قومیں تو طی الاطلاق یہ اقرار کرتی ہیں کہ سرکاری خرچ کے معاملات میں اپنی رہنمائی کے لیے وہ علمی اصول کو پیش نظر رکھتی ہیں۔ اور ہر ایک کے معاشی اور سیاسی حالات کا لحاظ کرتے ہوئے جو اصول نفع بخش سمجھے جاتے ہیں انہی کے مطابق اپنے مالی نظام میں رد و بدل کرتی ہیں۔

انگلستان میں سولہویں صدی ہی سے معاشی تحقیقات میں حکمت کی جگہ نظر آنے لگتی ہے۔ لیکن ابھی تک وہ پیدائش دولت اور تقسیم دولت جیسے مباحث پر نہیں بلکہ تجارت، زراعت و مالیات جیسے بنیادی مسائل پر مشتمل ہوتی تھی۔ اٹھارہویں صدی کے ادوار میں

۳ آدم ہستہ نے معاشیات کو ایک مدون علم کی شکل میں پیش کیا اور دولت اقوام کی نوعیت اور اس کے اسباب اور حکومت کے ذرائع آمدنی کی تحقیقات اس کا مقصد قرار دیا۔ چنانچہ اس کتاب کا بہت بڑا حصہ ٹکس اور اس کے اثبات پر مشتمل ہے لیکن مالیات کا باقاعدہ مطالعہ صرف مال کی بات ہے۔ انگلستان میں جس شخص نے سب سے پہلے مالیات کو بجائے خود ایک جداگانہ علم کی حیثیت سے پیش کرنے کی کوشش کی وہ پروفیسر مین میل نے جس کی کتاب "پبلک فنانس" ۱۸۹۲ء میں شائع ہوئی۔ گو جرمنی میں اس سے پہلے ہی اس مضمون کی تحقیقات میں کافی محنت کی جا چکی تھی۔

بطانیہ میں ٹکس کا جو نظام قائم ہے، اس کا ایک خاکہ پیش کرنا جن اصول پر اس نظام کی بنیاد رکھی گئی ہے ان کی باغی پڑتال کرنا، اور مختلف قسم کے ٹکس لگانے سے لیا مختلف معاشی نتائج پر آمد ہوتے ہیں اور کن کن طبقوں پر ان کا بااثر پڑتا ہے اس کی تحقیقات کرنا یہی اس کتاب کا مقصد ہے لیکن اگر اس سے پہلے نہ جانتی تھی کہ نوعیت کا کچھ ابتدائی حال بیان کر دیا جائے تو وہ اس کتاب کے لیے ایک نہایت مناسب مقدمہ ہو گا۔ کیونکہ اگر اخراجات نہ ہوتے تو پھر آمدنی کی ضرورت ہی پیدا نہ ہوتی۔

یہ ایک سادہ اصول ہے کہ ہر شخص کو اپنے فری کامیاری اپنی آمدنی کے لحاظ سے قائم کرنا چاہیے۔ اسی طرح بعض حضرات کا خیال ہے اور یہ خیال ایک مد تک صحیح ہی ہے کہ سرکار بھی پہلے اپنی آمدنی کا اندازہ کر لے اور پھر اسی کے مطابق اپنے اخراجات معین کر دے لیکن قومی معاملات میں یہ ترتیب بالعموم الٹ جاتی ہے یہاں پہلے یہ اندازہ کرتے ہیں کہ سرکاری ضروریات کیا ہیں اور ان کے لیے کس قدر رقم درکار ہے۔ بعد ازاں یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ رعایا سے اس قدر آمدنی وصول کی جائے جو ان ضروریات کے لیے کافی ہو سکے۔ بسا اوقات سرکار کی ضروریات فوری ہوتی ہیں۔ ان کا پورا کرنا لازمی اور ٹالنا نامناسب سمجھا جاتا ہے لہذا ان کی تکمیل کے لیے روپیہ فراہم کرنا ضروری ہے۔ ان حالات میں ٹکس اوقات قنصلوں سے کام کھاتے ہیں لیکن اس طریقے میں ہر وقت یہ اندیشہ لگا رہتا ہے کہ کہیں اس سے بیجا فائدہ نہ اٹھائے لگس نفع کل بالخصوص مقامی معاملات میں یہ طریقہ اس کثرت سے استعمال ہوتے لگتا ہے کہ اس پر نہایت احتیاد کے ساتھ عمل کرنا ضروری ہے۔ معلوم ہوتی ہے کہ کیونکہ دراصل قریب ہے کیا۔ وہ کچھ ٹکس کی ضرورت کو رفع تو نہیں کرتا بلکہ اس میں بھی بلند یا دیر سے ٹکس

لگانا ضروری ہے۔ ذریعہ مرث اس قدر چمکے کہ مدت کے لیے عکس ملتی ہو جاتا ہے۔ لیکن اس کے مساوی میں دوسری طرف سود کا بار گراں موجود ہے۔ قومی معاملات میں فریق کی استطاعت اور اس کی ضرورت دونوں کا ساتھ ساتھ لکھا ذکر نا ضروری ہے۔ دونوں کا ایک دوسرے پر اثر پڑتا ہے۔ اور ان کے باہمی اثر سے حقیقی فریق کی مقدار میں ہوتی ہے۔ جس کے لیے آمدنی مہیا کرنا ضروری ہے۔

عکس قومی آمدنی سے جمع کئے جاتے ہیں۔ قوم کی سالانہ آمدنی سے بالآخر ان کا ادا کیا جانا لازمی ہے۔ قوم کی خالص آمدنی سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ لوگوں میں عکس ادا کرنے کی کس قدر استطاعت موجود ہے۔ کیونکہ وہی سہ کاری آمدنی کا اصلی ذریعہ ہے۔ لوگ محنت اور دولت سے پیدا اور طریقے پر کام لے کر ایک سرمایہ پیدا کرتے ہیں اور اسی سے عکس وصول کئے جاسکتے ہیں۔ اسی وجہ سے آدمی آہستہ تاکید کے ساتھ ایسی تجاویز اختیار کرنے کی ہدایت کرتا ہے جو بیدار فطن دولت کے راستے سے موانع کو ہٹا دیں اور باشندگان ملک کے کاروباری مصلوں کو بڑھائیں۔

سہ کاری امور اہمات دو معمول میں تقسیم کئے جاسکتے ہیں۔ ایک شاہی۔ دوسرے مقامی پہلا حصہ حیثیت مجموعی تمام قوم سے متعلق ہوتا ہے اور دوسرے کا تعلق ان معاملات سے ہوتا ہے جو خاص کر کسی ایک مقام کے باشندوں سے متعلق ہوتے ہیں۔ فوج اور بحریہ اول الذکر کی مثالیں ہیں۔ سہ کاریوں کی صفائی اور روشنی آخر الذکر کی۔ لیکن بہت سے معاملات ایسے ہوتے ہیں کہ شاہی اور مقامی دونوں حیثیتوں سے ان کی اہمیت ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں مناسب یہ ہے کہ مرکزی اور مقامی دونوں حکومتیں مشترک طور پر اپنی اپنی نگرانی کریں۔ برطانیہ کا قانون محتاجاں اور ابتدائی تعلیم نہایت موزوں مثالیں ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ کیونکر قومی اور مقامی مفاد اکثر ایک دوسرے سے جدا نہیں کئے جاسکتے جہاں تک رعایا کی تعلیم کا تعلق ہے اخراجات کا بہت بڑا حصہ حکومت عموماً ادا کرتی ہے لیکن مقامی باشندوں سے بھی اس مقصد کے لیے شرح وصول کیے جاتے ہیں۔ اور قوانین تعلیم کی اجرائی اور صدر آمد کے متعلق جو فرامین ہیں وہ مقامی حکام کے سپرد ہیں۔ محتاجوں کی امداد کا کام جو پہلے مقامی حکام کے زیر اہتمام تھا۔ ۱۹۳۷ء سے حکومت نے اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ لیکن اس کا عملی انتظام تو مقامی حکام ہی کی نگرانی میں ہے۔ اخراجات کا تعین بھی مقامی معاملات کی بنا پر ہوتا ہے۔

اور ان اخراجات کا بار زیادہ تر مقامی شہرہ جڑی پر پڑتا ہے گو حکومت یہی شاہی آمدنی سے اس میں کچھ شریک کر دیتی ہے۔

کسی قوم کے نشوونما اور اس کے استحکام کی تاریخ پر نظر ڈالنے سے پتہ چلیگا کہ حکومت کے سامنے دو اصول ہوتے ہیں جن کے مطابق وہ اپنے فرائض کو پورا کر سکتی ہے۔ ان میں سے ایک کا ترجمان مرکزیت اور دوسرے کا تضعیف مرکزیت کی طرف ہوتا ہے۔ اتحاد۔ سادگی، انضمام کی یکسانی اور کفایت شعاری اول الذکر کا نصب العین ہے اسی کی متابعت میں جہاں کہیں مناسب معلوم ہوتا ہے متعدد اختیارات اور مختلف اختیارات کا طریقہ ترک کر کے ایک اختیار اور ایک ہی قسم کا انتظام قائم کیا جاتا ہے۔ برخلاف اس کے جو معاملات زیادہ تر مقامی باشندوں کے مفاد سے متعلق ہوتے ہیں ان کا انتظام آخر الذکر اصول کے متعلق مقامی حکام کے ہاتھوں میں منتقل کر دیا جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ بلکہ بلکہ کے صنعتی اور تجارتی حالات بدلا گئے ہوتے ہیں۔ اسی صورت میں ہر جگہ ایک ہی قسم کے طریقے اختیار کرنا مفاد مصلحت ہے۔ لہذا ایسے معاملات مقامی حکام کے سپرد کر دئے جاتے ہیں تاکہ وہ مقامی معلومات اور نگرانی سے پورا فائدہ اٹھا کر اس بلکہ کے مخصوص حالات اور ضروریات کے متعلق انتظام کر سکیں۔ اس کے علاوہ مقامی حکومت کے اور بھی متعدد فائدے ہیں۔ وہ رعایا کے لیے ایک قسم کا ذریعہ تعلیم بن جاتی ہے۔ اس کی بدولت لوگوں میں وطن کی محبت بڑھتی ہے اور وطن کے معاملات میں وہ دلچسپی محسوس کرنے لگتے ہیں۔ قوم میں متعدد افراد ایسے ہوتے ہیں جو اپنی خدمات اور مقامی معلومات سے فائدہ پہنچانے کی قابلیت رکھتے اور اس کے خواہشمند بھی ہوتے ہیں۔ سین طریقہ مرکزیت کے تحت انھیں یہ موقع نصیب نہیں ہوتا کہ اپنے قومی جوش اور تمدنی جذبات کا اظہار کر سکیں۔ مقامی حکومت کی بدولت نہ صرف اس کثیر تعداد کے تفصیلی معلومات اور انتظامی قابلیت سے استفادہ کیا جاسکتا ہے بلکہ رعایا میں حکومت کے ساتھ ہمدردی پیدا ہونا بھی یقینی ہے۔ غرض مذکورہ بالا فوائد کی بنا پر اکثر معاملات مقامی حکام کے اختیار پر چھوڑ دئے جاتے ہیں اور مرکزی حکومت صرف ان پر نگرانی رکھتی اور بعض اوقات روک ٹوک بھی کرتی ہے مثلاً مقامی اخراجات کے لیے قرض لینے میں۔ اس کے علاوہ اگر مقامی حکام فساد لہر بھی نہیں مچتا ہو جائیں اور اپنے اخراجات کا بیجا استعمال کرنے لگیں تو مرکزی حکومت کو یا ایک

عدالت العالمیہ ہے جہاں ان کے ظلمات مراحہ دائر کیا جاسکتا ہے۔

مضمون کے آغاز ہی میں سرکاری اخراجات کے متعلق عام ازیں کہ وہ شاہی ہوں یا مقامی دو بنیادی مسائل پیش ہوتے ہیں۔ (۱) ایک تو یہ کہ سرکاری خرچہ کے مناسب جواب کیا ہیں۔ (۲) دوسرے یہ کہ۔ وہ پیہ وصول کرنے کے کیا طریقے ہیں۔ مذکورہ بالا دو سوالوں سے ایک تیسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کن اصول پر گیس کی بنیاد رکھی جائے۔ حکومت کے کاروبار کے مناسب حدود کیا ہیں یہ لفظ سیاست کا ایک قدیم مسئلہ ہے۔ تاریخی نقطہ نظر سے حکومت کے فرائض عملاً دو انتہائی حدود کے درمیان کم و بیش ہوتے رہے ہیں۔ اور ان کے شیک شیک حدود و قوالب بھی غیر معین ہیں۔ ایک انتہائی طبقہ (اشرافیہ) تو انسان کی تمام معاشی جدوجہد کو حکومت کے فرائض میں شامل کر لیتا ہے۔ اور دوسرا طبقہ جو اصول غیر مطلق کا حامی ہے حکومت کے کاروبار کو تنگ سے تنگ حدود میں محدود کر دیتا ہے۔ لیکن ترقی یافتہ ممالک میں جو باقیہ عام طور پر رائج ہے وہ معاہدے کی آزادی ہے۔ البتہ حکومت کی طرف سے اس آزادی پر کچھ شرائط لگائی جاتی ہیں۔ اور اسے چند قوانین کا تابع کر دیا جاتا ہے۔

پاکستان میں کئی صدیوں تک بادشاہوں کا عیاں کے ہر فرد پر نہایت زبردست اور کامل اقتدار حاصل تھا جتنی کہ معاشی اور معاشرتی معاملات میں تو کچھ غلامی کا سارنگ نظر آجاتا تھا۔ نہ مت بھالانا یا ٹکس ادا کرنا۔ یا وہ تیز بروتشہ دیر معنی قحمت صنعت اور تجارت پر متعدد رکاوٹیں تھیں اور عام سیاسی آزادی کا تو قطعاً کوئی وجہ ہی نہ تھا۔ بالآخر صنعتی جمگٹوں کے بعد سیاسی آزادی حاصل کی گئی اور بعد ازاں شخصی اور معاشی آزادی بھی بتدریج میسر ہونے لگی۔ لیکن آزادانہ معاہدہ۔ اختیاری اجتماع اور آزاد تجارت کے حقوق اس قدر جلد حاصل نہ ہو سکے۔

سومیں صدی عیسوی میں حکومت کی اخراجات کا نیال بہت زیادہ غالبہلہ چنانچہ تجارتی معاملات میں اسی اصول پر عملدرآمد ہوتا تھا۔ اور یہ طریقہ اصطلاح میں تجارتیہ کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا۔ اٹھارویں صدی عیسوی میں جب فطری زمین کا طبقہ نمودار ہوا تو لوگ اس طریق سے منحرف ہونے لگے۔ اس نئے طبقہ کا پیش کردہ قدرتی آزادی کا اصول روز افزوں مقبول ہونے لگا اور معاشی معاملات پر

اس کو منطبق کرنے کی کوششیں ہونے لگیں۔ برطانیہ عظمیٰ میں بونٹھیں سب سے پہلے معاشی آزادی کی حمایت میں کھڑا ہوا وہ آدمی آسمتھ تھا۔ اس نے اصول غیر مداخلت کی مکمل طور پر حمایت نہیں کی بلکہ معاشی آزادی پر جو خاص خاص رکاوٹیں تھیں انہیں برائیت کہہ دیا اور دور کرنے کی کوشش کی۔ حکومت کے معاشی۔ سیاسی فرائض کو زمین صوں میں تقسیم کرتا ہے۔ (۱) بیرونی دعوے۔ (۲) اندرونی دعوے۔ (۳) رعایا کو آپس میں ایک دوسرے کے لئے اور دولت کے لئے۔ چنانچہ ان الفاظ دیگر مداخلت حقوق کے لیے عدالتیں قائم کرنا (۴) جس انشٹی ٹیوشن اور فراہ عام کے کام قوم کے لیے پیدائشیت مجموعی بنیاد بنی مفید ہوتے ہیں۔ مگر وہ کچھ اس نوعیت کے ہوتے ہیں کہ اگر کوئی ایسے شخص یا چند اشخاص ان کو انجام دینے کی کوشش کریں تو وہ ان سے کچھ نفع نہیں کما سکتے اس قسم کے انشٹی ٹیوشن قائم کرنا اور انہیں برقرار رکھنا۔ اور اس قسم کے کام انجام دینا ہی حکومت بنی کا فرض ہے۔

آدمی آسمتھ کے بعد متعدد دعوے فرائض حکومت کی مختلف طریقوں پر تقسیم کیے گئے لیکن دراصل وہ آسمتھ ہی کے بیان کا دوسرے الفاظ میں اظہار ہے۔ ایسے دعوے حکومت کے کاموں کی دو قسمیں کی ہیں۔ ایک ضروری دوسری اختیاری۔ پہلی قسم میں اندرونی و بیرونی دشمنوں سے رہنمائی کی جان و مال کی حفاظت شامل ہے۔ اور یہ بالکل وہی کام ہیں جو آسمتھ کے پیش کردہ پہلے اور دوسرے فرائض میں داخل ہیں فرائض اختیاری کے متعلق خود اقرار کرتا ہے کہ ان کے مدد و بنیاد ہی تغیر پذیر اور غیر معین ہیں۔ اور مختلف حالات میں مختلف طور پر مصلحت وقت کے لحاظ سے مقرر کئے جاتے ہیں۔ لہذا جب کبھی کسی معاملے میں حکومت دخل دینا چاہے تو اسے نہ صرف یہ ثابت کرنا ہوتا ہے کہ اس قسم کی مداخلت قوم کے لیے مفید ہوگی بلکہ اسے یہ بھی واضح کرنا پڑے گا کہ حصول مطلب کا یہی سب سے بہتر ذریعہ ہے۔

لیکن جب کچھ عرصے بعد اشتراکی خیالات کا غلبہ ہونے لگا تو اسی کے ساتھ مملکت کا مفہوم بھی بدلتا گیا۔ اور روز بروز یہ خیال دلوں میں جا گریں ہوئے انکا کہ مملکت کو رعایا کے ساتھ وہی تعلق ہے جو والدین کو اپنی اولاد کے ساتھ اور یہ کہ مملکت ہی ایک ایسا ذریعہ ہے جس کی بدولت قوم کا نشو و نما ممکن اور قومی زندگی کا استحکام یقینی ہوتا ہے۔ لیکن ہر

اس اصول پر عمل درآمد کرنے کے لیے گھسوں میں بہت بلا اٹھا کر تاہم گام جوہر جگہ ممکن نہیں ہو سکتا کیونکہ قوموں کے معاشی اور صنعتی حالات ایک دوسرے سے بہت کچھ مختلف ہوتے ہیں۔

بہذا مناسب یہ ہے کہ اصولی و قانونی مداخلت کا طریقہ اختیار کیا جائے اور عملاً جگہ جگہ سے مخصوص حالات اور مسائل کے تقاضا کو پیش نظر رکھ کر یہ مناسب مداخلت کی جائے۔ مثلاً یہ کہ تعلیم کی حکومت و صنعت اور ہسپتالوں و دواخانوں جگہ قائم ہے لیکن اگر وہاں کامیاب نہ ہو تو نتیجہ تو معلوم ہو گا کہ بہت سے فاضل جوہر ہسپتالوں میں خود حکومت انجام دیتی ہے اور طاعون بگڑتی ہے۔ مایا کی مرضی اور جوہر چھوڑ دینا چاہتے ہیں۔ اصولیہ مداخلت کی اس طرح نہ صرف پابندی ملے گی مگر اس میں بھی نظر آتی ہیں عام ازیں کہ ان کا تعلق تہذیب قدیم سے ہو یا جدید سے۔ اور معاہدہ سیاسی نقطہ نظر سے وہ کتنی ہی ترقی یافتہ ہوں۔

وہی اقوام ہیں جن کو تعلیم ہے نہ اجتماع اور سوائے نہ دار کی اطاعت شعاری و خدمت گذاری کے نہ کوئی فلسفہ باقاعدہ و انتظام۔ بنائے جیت کے وہیں سوسائٹی کے مختلف طبقے حقیقت انسانی کی زندگی میں ایک دوسرے کے ساتھ بکراؤئے جاتے ہیں اور فوجی خدمت، جسمانی محنت یا رقمی ادائیگی سب رواج کسی نہ کسی شکل میں سب پر لازم ہوتی ہے۔ یہیں معاشی ترقی کے ساتھ ساتھ بجائے خدمت گذاری کے زندگی میں اس کا معاوضہ لینے لگتے ہیں جتنی کہ اس سے رفتہ رفتہ کسی نہ کسی شکل میں فلسفہ نمودار ہو جاتا ہے۔

لیکن ابھی نہ اس کے کوئی خاص اصول ہوتے ہیں اور نہ اس میں خاص خاص طریقوں کی پابندی کی جاتی ہے۔

قرون وسطیٰ میں سرکاری آمدنی کا بہت بڑا مصرف جنگی اور مذہبی اغراض ہوتے تھے اور آمدنی نہ صرف پتھل زر بلکہ ذاتی خدمات کے طور پر بھی وصول کی جاتی تھی۔ جوں جوں تجارت اور صنعت و حرفت میں ترقی ہوتی گئی معاشی معاملات کی اہمیت بھی نمایاں ہونے لگی۔ حکومت کے فرائض اور اس کی مداخلت کے متعلق آئے و نئے نئے مسائل پیش ہونے لگے۔ اور یہاں قدیم دکانیں رفع ہوتے لگیں وہیں نئی نئی شہلوں میں حکومت کی مداخلت بڑھنے لگی۔ چنانچہ مثلاً ایک حرفت قوانین اجتماع فردوں میں مسوونہ کے لئے خود مقررہ کارخانوں، معدنیات اور ورک شلوں کے لئے قانون نافذ کئے گئے۔

حکمِ موت کی مداخلت کے متعلق ایک طبقے کا یہ خیال ہے کہ جہاں جہاں یہ مداخلت

ملک و قوم کے لیے مفید ہو اور جہاں عامۃً، خاص کی فلاح و بہبودی کا اس سے کوئی بہتر ذریعہ
 موجود نہ ہو وہ ہر طرح جائز اور یعنی برا انصاف ہے۔ لیکن چونکہ اس مداخلت کی وجہ سے
 حکومت کو نئے نئے اثر و اجات اٹھانے پڑتے ہیں اور ان اثر و اجات کی تکمیل کے لیے
 رعایا سے نئے نئے ٹکس وصول کئے جاتے ہیں۔ لہذا مداخلت کو مفید ثابت کرنے کا بار
 ہمیشہ اس کے مایموں پر ڈالاجاتا ہے۔ سائنس کی معلومات کی بدولت قدرت پر
 انسان کا جو تسلط بڑھ گیا تو نتیجہ یہ ہوا کہ وہ نئے نئے طریقوں سے کام لیکر نئی نئی چیزیں
 بنانے لگے۔ بڑی بڑی کمپلی منعتیں قائم کر دیں۔ اور ان میں بنائے تازہ شیعین استعمال
 کرنے لگے۔ لیکن اس بعید صنعتی نظام کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں مزدوروں کو
 نقصان پہنچنے کا زیادہ احتمال رہتا ہے۔ لہذا حکومت کو ضرورت لاحق ہوتی کہ کچھ نئے
 قوانین نافذ کر کے مزدور پریشہ طبقے کو ان قسم کی مضرتوں سے محفوظ رکھے۔ علاوہ اس کے
 بعید صنعتی ترقی میں ایک خطرہ اور موجود ہے۔ یعنی ابارہ دار اپنی غیر معمولی قوت سے
 بیجا فائدہ اٹھا کر عامۃً الناس کو نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ لہذا حکومت کے لیے ضروری ہوا کہ
 اس فرض کے لیے بھی کچھ نئے قوانین جاری کرے۔ غرض اس تمام ترقی کا ماحصل یہ ہے کہ
 سرکاری اغراجات میں بہت زیادہ اضافہ ہو گیا ہے۔ پولیس اور تعلیمات۔ ریلوے
 اور جہازات اور مختلف قسم کی نگرانی اور انتظامات پر ہر سال حکومت کا جو خرچہ
 صرف ہوتا ہے وہ اس اضافے کا بنیادین ثبوت ہے۔

اغراجات خواہ شاہی ہوں یا مقامی دونوں کا یہ سلسلہ اصول ہے کہ سرکاری
 خرچہ صرف انہی کاموں پر صرف ہونا چاہیئے جو رعایا کی فلاح و بہبودی کے لیے ضروری
 سمجھے جاتے ہیں۔ اور جو بہ نسبت ناگہلی انتظام کے سرکاری توسط سے بہ طریقہ پراپٹ
 پاتے ہیں۔ لیکن اس اصول کی پابندی کے ساتھ یہ خیال رکھنا بھی ضروری ہے کہ رعایا کی
 شخصی آزادی میں ضرورت سے زیادہ روناٹیاں پیدا نہ ہوں۔ بلکہ انفرادی جسد و جہد
 کے لیے بھی کافی کنجائش موجود رہے۔ کیونکہ اسی کی بدولت لوگوں میں کام کرنے کا شوق
 پیدا ہوتا ہے، ان کے حوصلے بڑھتے ہیں اور ان کی لمبیتوں میں ایجاد کی قوت ترقی پاتی ہے
 اور جی وہ باتیں ہیں جن پر کسی قوم کی ترقی کا انحصار ہے۔ حکومت کو البتہ یہ خیال رکھنا
 ضروری ہے کہ ملک میں امن و امان قائم رہے اور تعلیم کی کافی اشاعت ہو کیونکہ

بیزاران کے کسی قسم کی ترقی ممکن نہیں۔

برجاری خریج کے بعض ابواب غیر پیداوار کھلاتے ہیں کیونکہ ان کی وجہ سے قوم کی مادی دولت میں بظاہر کوئی اضافہ نہیں ہوتا۔ لیکن باوجود اس کے اگر ملکیت اس قسم کے اثراجات سے چھپنا پنا ہے تو نہیں بچ سکتی۔ فوج اور پولیس اس قسم کے ابواب کی نہایت موزوں مثالیں ہیں۔ غیر اقوام کے بعض دھند اور باشندگان ملک کی اخلاقی حالت کو پیش نظر رکھتے ہوئے کوئی حکومت ان ابواب کی طوت سے خالی نہیں رہ سکتی۔ اور مالک سے قطع نظر بہت بڑے پ میں مستقل فوجوں پر ہر سال ایک کئی کروڑوں کی جاتی سے اور صنعت و حرفت کو جو نقصان پہنچتا ہے وہ اس پر مذید ہے۔ ملک کے صنعت دانوں و توانا اشخاص کی ایک بہت بڑی تعداد فوج میں شریک کرنی پڑتی ہے اگر یہ لوگ ملک کی صنعتوں میں کام کرنے کے لیے میسر ہوتے تو یہ معلوم ملک کی دولت مندوں میں کس قدر اضافہ ہوتا۔ بعض خالص معاشی نقطہ نظر سے سرمایہ خیزی کی یہ ہرگز پیداوار نہیں حیل لیا جاسکتی یہ کجادی خریج کے دوسرے ابواب پیداوار یا فیض رساں کھلاتے ہیں کیونکہ وہ یا تو کوئی نہایت ہی بدیہی معاشی خدمت انجام دیتے ہیں یا ان کی آمدنی اس قدر کافی ہوتی ہے کہ اس سے بازاری شریک کے مطابق سود وصول ہو جاتا ہے۔ ان ابواب پر جس قدر روپیہ خرچ کیا جاتا ہے وہ کوئی یا بطور اصل کے نہ جو تمام قوم کے مشترک مفاد کی خاطر مختلف کاموں میں لگا جاتا ہے۔ بڑیوں اور چھوٹے کاموں کی ترقی وہ خدمت اور آپ رسائی کے انتظامات اس کی نہایت موزوں مثالیں ہیں۔ ان کاموں پر روپیہ خرچ کرنے کا نتیجہ مادی شکل میں ہماری نظروں کے سامنے وجود نہ پاتا۔ اس پر بھی طبع محسوس کیسکتے ہیں۔ اس سے برجاری ایک نہ ایک معاشی احتیاج پوری ہوتی ہے۔ اور ملک کے لیے وہ آمدن کا ایک ذریعہ بن جاتا ہے بلکہ نہایت لفظ پیداوار کا تعلق ہے یہ بتا دینا نہ درسی سے کہ بعض اوقات اس لفظ کا صحیح مفہوم سمجھنے میں اشتباہ پیدا ہو جاتا ہے مثلاً بعض اثراجات اس قسم کے ہوتے ہیں کہ ان کا بظاہر کوئی فوری نتیجہ برآمد نہیں ہوتا لیکن بالآخر ان کے اثرات معاشی نقطہ نظر سے بہت ہی اہم ہوتے ہیں۔ رعایا کی تعلیم پر جس قدر روپیہ صرف کیا جاتا ہے وہ اسی قسم کی ایک مثال ہے۔ گو بظاہر اثراجات تعلیم کا کوئی مادی نتیجہ نہیں نظر نہ آنے تاہم ممکن ہے کہ اس کی بدولت قوم کی قوت پیداوار میں بے اندازہ اضافہ ہو گیا ہو۔ بعض اوقات تحفظ قوم کے لیے جنگ آزمانی کرنے کی ضرورت ہوتی ہے ورنہ

یہ اندیشہ ہو گا ہے کہ کہیں قوم کا وجود ہی معرض خطر میں نہ پڑ جائے۔ اس قسم کے ارجاعات سے جو نتائج برآمد ہوتے ہیں ان کی کوئی قدر و قیمت معین ہی نہیں ہو سکتی۔ بسا اوقات فطرت انسان کی خامیوں سے ہمیشہ کچھ معاشی نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ کیونکہ ان کی وجہ سے اس بات کی ضرورت لاحق ہوتی ہے کہ پولیس کی ایک کثیر رقمہ اور کارکنی بجائے اور بڑی بڑی بری اور بوجی فوجیں تیار کی جائیں۔

اس میں شک نہیں کہ معاشی نقطہ نظر سے فوجی تعلیم و تربیت میں بھی ضرور کچھ فائدے موجود ہیں۔ اور یہ ایک مسلمہ بات ہے کہ جنگ کی بدولت سب الوطنی، ایثار، اور شجاعت جیسی صفات کو اظہار یا موقع ملتا ہے۔ تاہم اگر جنگ آزمائشی کا ناقص معاشی ماحصل دریافت کیجئے تو معلوم ہو گا کہ وہ تمام نقصان نہ صرف اس میں یہ نیک اور قابل توفیق صفات تو ان کی ترقی کے لیے جدا گانہ راہیں کھلی ہوئی ہیں اور ان کے اظہار کے لیے دوسرے مواقع موجود ہیں۔ جنگ کے متعلق بعض اوقات یہ کہا جاتا ہے کہ اس کی بدولت قوم میں بدلتی طرزی کا مادہ پیدا ہوتا ہے اور لوگوں میں نئی نئی باتیں معلوم کرنے کی قابلیت بڑھتی ہے۔ ممکن ہے کہ یہ خیال صحیح ہو۔ لیکن یہ بات بھی نفی نہیں ہے کہ اس بدلتی طرزی اور قابلیت سے زندگی کے امن پیمانہ شعبوں میں بھی کام لیا جاسکتا ہے۔ اس کی بدولت پیدایش، دولت میں اضافہ ہو سکتا ہے، محنت کی تکالیف رلے ہو سکتی ہیں۔ اور انسان کے لیے راحت و آرام کا سامان مہیا ہو سکتا ہے۔ برعکاس اس کے جنگ کا نقص یہی نقصان نہیں ہے کہ اس کی خاطر حاکم یا پر طرح طرح سے کمس کا بار ڈالا جاتا ہے بلکہ اس کے علاوہ جو قرضے لیے جاتے ہیں ان کی وجہ سے ملک کی صنعتی ترقی میں ہر وقت رکاوٹیں پیدا ہوتی رہتی ہیں۔ جس طرح اس سے بحث و مباحثہ کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ جنی نوع انسان کی فطرت خامیوں کو دیکھتے ہوئے اور اقوام عالم کے موجودہ تعلقات کو پیش نظر رکھتے ہوئے فوجوں پر ایک حد تک روپیہ سرخی کرنا ناگزیر ہے۔ بلکہ خدشہ اس کی بات یہ ہے کہ اس قسم کے ارجاعات نہایت کم محنت کے ساتھ بڑھتے جا رہے ہیں۔ اور قومی آمدنی کا روز افزوں حصہ ان کی

نہر ہو رہا ہے۔

خانگی اخراجات پر چند بندشیں مائد ہوتی ہیں جن کی وجہ سے وہ ایک حد معینہ سے بڑھتے نہیں پاتے لیکن سرکاری اخراجات ان بندشوں کے اثر سے بالاتر ہیں حکومت کی ضروریات اور رعایا کی استطاعت و رضامندی صرف ہی دو باتیں ہیں جن کو پیش نظر رکھ کر فیصلہ لیا جاتا ہے کہ رعایا سے کس قدر محصول وصول کیا جائے۔ حکومت کو چاہئے کہ ٹیکس لگانے سے پہلے یہ تحقیق کر لے کہ کہیں ملک کی صنعت و حرکت اور رعایا کی ٹیکس ادا کرنے کی استطاعت پر اس کا مخالف اثر تو نہیں پڑتا۔ کیونکہ جو ٹیکس ملک کی صنعتی ترقی میں مائل اور اس ملک کی خوشحالی کے منافی ہوتے ہیں وہ دوسرے سے ملک کے لئے صدمت رساں ثابت ہوتے ہیں۔ ایک طرف تو ان کی وجہ سے رعایا کا معیار زندگی گھٹ جاتا ہے اور دوسری طرف وہ قوم کی معاشی طاقت کو بچوس لیتے ہیں۔ یہ کاری خبیث ہیں عام ازیں کہ وہ قومی ہو یا مقامی بہت سی خامیاں جی ہیں۔

بعض اوقات خانگی افراد کے اثرات سے عوام الناس کو درحقیقت کوئی فائدہ پہنچتا ہے جو نہ پیدا ہوئی ہیں اور نہ ان سے عوام الناس کو درحقیقت کوئی فائدہ پہنچتا ہے اس کے علاوہ خانگی کاروبار کی طرح انتظام میں کفایت شعاری کا خیال غالب نہیں رہتا کیونکہ اگر لوگ اپنے خانگی معاملات میں کفایت شعاری کو ملحوظ نہ رکھیں تو اس کا نقصان خود انہی کو برداشت کرنا پڑتا ہے۔ برعکس اس کے سرکاری معاملات میں اس طرح صریح اور یقینی نقصان پہنچے گا بہت کم احتمال ہے لہذا نہ کفایت شعاری کی چنداں پروا ہوتی ہے اور نہ کافی ذمہ داری محسوس کی جاتی ہے۔ یہ ممکن ہے کہ ٹیکس دہا کرنے والے اپنے تمام ملازمین کا خود ہی انتخاب کریں یا ان کی کارگزاری سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں۔ اس کے علاوہ خزانے کے طریقے جب ایک مرتبہ مقرر کر دئے جاتے ہیں تو

۱۔ اس کے زمانے میں یہ سبکی بڑی بڑی طاقتیں اپنی اپنی فوجوں پر سالانہ ۳۰۰ ملین پونڈ خرچ کرتی ہیں۔ اور وقت فوقتاً جنگ چھڑ جانے سے جو لشیر و ملت پانی کی طرح بہاؤی جاتی ہے وہ اس پر مزید ہے۔ یہاں ایک قوم نے اپنی نوج کی تیاری پر کچھ مزید روپیہ خرچ کیا تو دوسری قوموں پر لازم ہو جائے کہ وہ بھی ایسا ہی کریں تاکہ ان کی قوت مقابلہ میں فرق نہ آئے پائے۔

ان میں وہ بار بار رد و بدل نہیں کر سکتے۔ اور یہ ٹکس کا نظام ایک مرتبہ قائم کرنے کے بعد وہ اس کو موثر طریقے پر اپنے قابو میں رکھ سکتے ہیں۔ مزید براں سیدائش کے جو کار و بار حکومت خود بھی انجام دیتی ہے ان میں خانگی افراد کے حوصلے بہت ہو جاتے ہیں۔ مسابقت کمزور ہو جاتی ہے۔ ہر قسم کے کاموں کا ایک ڈھنگ پڑ جاتا ہے اور نئے نئے طریقے اختیار کرنے اور کفایت سے کام چلانے کے لیے کسی قسم کی ترغیب نہیں رہتی۔ حالانکہ ترقی کے لیے اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ انسان کے سامنے مسابقت کا وسیع میدان کھلا ہو۔ تاکہ ہر شخص ذاتی مفاد کی خاطر اپنے اپنے بس کی کوشش کرے اور اس میں کامیاب ہو۔

عالمی کار و بار کا سب سے بڑا مقصد یہ ہوتا ہے کہ جتنی امکان کٹیہ سے کٹیہ منافع حاصل کیا جائے۔ اور اسی وجہ سے اخراجات کی مقدار آمدنی کے لحاظ سے متعین کی جاتی ہے۔ برخلاف اس کے سرمایہ کاری معاملات میں پہلے یہ طے کیا جاتا ہے کہ غرضی کے لیے کس قدر روپیہ کی ضرورت ہے اور پھر اسی مناسبت سے آمدنی کی مقدار متعین کی جاتی ہے۔ حالانکہ ہر جگہ کہ ایسی صورت میں فضول خرچی اور اسراف کا نمودار ہو جاتا ہے جیسا کہ ممالک جیارت و بیدی حکومت کا طریقہ رائج ہے وہاں کوئی ایک ذریعہ بہت زیادہ۔ تاکہ ہر سال ان کے جتن بھگت مختلف فرقے یکے بعد دیگرے حکومت پر قابض ہوتے اور اس سے بٹتے بٹتے ہیں۔ ذریعے کا ایک نہ ایک خاص پروگرام ہوتا ہے جسے وہ اپنے زمانہ اقتدار میں پورا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور اس مقصد کے لیے جس قدر روپیہ درکار ہوتا ہے اس کی فراہمی کے لیے بنائے ہوئے پیش روایات سے فلس وصول کرتا ہے۔ عام ازیں کہ بہن بقا و نیز اوہیں پروگرام کی خاطر یہ روپیہ کسٹھا جاتا ہے۔ دراصل موام الناس کے لیے مفید ہوں یا نہ ہوں۔ بعض اوقات خود موام الناس کی طرف سے ایسے مطالبات پیش ہوتے ہیں جو اخراجات کا لحاظ رکھتے ہوئے راسخ نامناسب ہوتے ہیں۔ مگر حکومت وقت ان کو فوراً پورا کر دیتی ہے تاکہ خود عایا کے نزدیک عزیز و مقبول رہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ جس شخص سے ٹکس وصول کیا جاتا ہے اس کی قوت خریداری مقدار ٹکس کی مناسبت سے گھٹ جاتی ہے۔ ممکن ہے کہ حکومت دراصل کوئی ضروری فرض انجام دینے کی غرض سے لوگوں کو نوکر رکھے اور اس طرح ٹکس کی آمدنی اجرت یا تنخواہوں کی شکل میں پھر لوگوں کو واپس

لجائے لیکن پھر جی جن لوگوں سے عکس وصول کیا جاتا ہے ان کے صرف دولت میں کمی واقع ہوتی ہے اور اسی مناسبت سے محنت کی طلب بھی گھٹ جاتی ہے۔ لہذا اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ جب کبھی حکومت کے فرائض میں توسیع کرنا مقصود ہو تو اس کے اچھے اور بُرے دونوں نتائج کا مقابلہ کر لیا جائے۔ ایک طرف تو اس کی بددولت کام زیادہ بہتر طریقے پر انجام پائیں گے۔ اور دوسری طرف عکس میں اضافہ کرنا پڑے گا جو ممکن ہے کہ رعایا کے حق میں مغرت رساں ثابت ہو۔

آگے چل کر معلوم ہو گا کہ یہ کار کی آمدنی کا کثیر ترین حصہ صرف دو مدوں میں فرج ہوتا ہے۔ ایک تحفظ قومی دوسرا انتظام عدالت۔ قوم کو بیرونی حملوں سے محفوظ رکھنے کے لیے مستقل طور پر بڑی بیسی فوجیں نوکر رکھی جاتی ہیں اور پھر ملک کے اندر امن و امان برقرار رکھنے کے لیے جا بجا عدالتیں قائم کر دی جاتی ہیں جو قانون نہ کار کی خلاف ورزی کرنے والوں کو سزا نہیں دیتی اور حقداروں کو ان کے حقوق پہنچاتی ہیں۔ عام طور پر تسلیم کیا جاتا ہے کہ ان اغراض کے لیے سرکاری دہیہ خرچ کرنا ضروری اور ناگزیر ہے۔

عدل و انصاف کا قیام حکومت کا ایک اصل بدیہی فرض ہے۔ آدم ہستہ نے فرائض حکومت کی جو تقسیم کی ہے یہ اس کی دوسری قسم میں داخل ہے۔ ملک کے اندر رعایا کے جان و مال کی حفاظت کرنا اور انھیں اپنے جائز حقوق سے محروم نہ ہونے دینا یہ اس کے خاص مقاصد میں جن کی تکمیل کے لیے عدالتوں پولیس اور مجبوس جیسے اجواب پر روپیہ خرچی کیا جاتا ہے۔ جوں جوں انسانی ہمدردی کے متعلق قوم کے خیالات میں ترقی ہوتی ہے اس قسم کے اخراجات میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس کا ایک بنیاد ہی خفیف حصہ قانون کی خلاف ورزی کرنے والوں سے وصول کیا جاتا ہے لیکن قوانین فوجداری کے تمام اخراجات اور دوسری قانونی خطرات کے تقریباً تمام مصارف کا بار دراصل قوم ہی پر پڑتا ہے۔ بعض اوقات قانونی خدمات سے مستفید ہونے والے لوگ ان کا معاوضہ حکومت کو فیس کی شکل میں ادا کرتے ہیں جیسے کہ پیٹنٹ کی صورت میں۔ اس کے علاوہ بہت سے دستاویز اور تمسکات حکومت کے نزدیک اس وقت تک قابل لحاظ تسلیم نہیں کئے جاتے جب تک کہ وہ عدالت کے

مہری کاغذ پر لکھے نہ ہوں یا رجسٹری کی مقررہ فیس ادا نہ کر دیں۔ تاہم اول تو اس طرح بہت تھوڑی آمدنی حاصل ہوتی ہے، اور اس کے علاوہ عدالت کے مجموعی اخراجات کا نہایت قلیل حصہ ان انتظامات پر صرف ہوتا ہے۔

رعایا کے مال و املاک کی حفاظت کا انتظام قوم کی فلاح و بہبود کے لیے ضروری ہے۔ اس میں عدم معوضہ دینی پیدائش دولت کے لیے سخت ضرورت رہتا ہے۔ اس طرح انتظامات عدالت کے لیے جس قدر ٹکس وصول کیا جاتا ہے وہ گویا یہ طور قیمت کے ہے جو چند مدت کے معاوضے میں رعایا یہ کار کو ادا کرتی ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر عدالت کا انتظام نہ ہو تو لوگ امن و امان لے سکتے نہ اپنے اپنے پیشوں کو چلا سکتے اور نہ اس قدر کوشش مقدمہ میں دولت پیدا کر سکتے۔ نہ یہ کہ اس میں چند افراد ایسے ضرور موجود ہوتے ہیں جن کی طبیعتوں کا میلان اس کتاب جرائم کی طرف ہوتا ہے۔ اس قسم کے اشخاص پر بھی روپیہ خرچ کرنے کی یہ ضرورت ہے۔ یہیں چاہیے کہ یا تو ان کی شرارتوں سے جس قدر نقصان پہنچے اسے پیسہ پاپ برداشت کر لیں۔ یا پھر مصارف کا بار اٹھا کر ایسے انتظامات کریں جن کی بدولت سوسائٹی ان کی شرارتوں کے اثر سے محفوظ رہ سکے۔ مثلاً ان لوگوں کو سب کے ساتھ مل کر رہنے کی اجازت نہ ہو بلکہ ان کی رہائش کے لیے سب سے دور کوئی طے شدہ انتظام کیا جائے۔ تربیت کے مختلف طریقوں کو کام میں لا کر ان کی اصلاح کی جائے اور جی الامکان ان کی نقد ادھنائی کی کوشش کی جائے۔

طبیعیاتی نظام کے زوال کے بعد یہ بات تسلیم کرنی چھٹی کہ فلسفوں کی اداویسی حکومت کا ایک فرض ہے۔ اور مجتہدوں کی اس وقت تک غلط فہمی مدد نہیں کی جاسکتی جب تک کہ حکومت کی نگرانی میں اس کا باقاعدہ انتظام نہ ہو۔ اس بنا پر سائنس میں قانون مجتہدان منظور کیا گیا جس کی روست فلسفوں کی ادا کو قانونی جامہ پہنا یا گیا۔ گو امر لایہ بات طے کرنی چھٹی ہے کہ کوئی حکومت ملک کے فلسفوں، جینیوں، بچوں اور بے یار و مددگار لوگوں کو بھوکوں مرنے نہ دے تاہم تجربے سے یہ ثابت ہوا کہ امداد کے بعض طریقوں سے اللہ اس میں بجائے تخفیف کے اور اضافہ موب جاتا ہے۔ علاوہ اس کے اگر حکومت اس فرض کی طرف سے غافل رہے تو اس میں نہ صرف اس کی بدنامی ہے

بلکہ اندیشہ ہے کہ یہ عزیمتِ عمل تمام قوم کے لیے خطرناک ثابت ہو۔ لہذا امداد محتاجانِ ایک ایسا مسئلہ ہے جو صرف سرکاری انتظام اور حکومت کی کوششوں سے حل ہو سکتا ہے۔ حکومت کا فرض ہے کہ فلسفوں کی مدد کے لیے ایسے طریقے تجویز و اختیار کرے جن میں عسویت پائی جاتی ہو۔ لیکن حکومت کی مداخلت کا یہ گز یہ مطلب نہیں ہے کہ خانگی غیرات کا سلسلہ بالکل منقطع ہو جائے۔ برطانات اس کے امداد کے دونوں طریقوں کو اس طرح ترتیب دیا جائے کہ وہ ایک دوسرے کے مخالف نہ ہوں بلکہ دونوں سے ساتھ ساتھ استفادہ کیا جاسکے تاکہ قوم کو پختہ حیثیتِ مجموعی لٹیر سے کھیر نائدہ حاصل ہو۔ محتاجوں کی اس طرح امداد کرنا کہ اس سے نہ ممالکوں کی ہمت افزائی ہو اور نہ محنت و جانفشانی سے۔ ان کی گمانے والوں پر نیا مار پڑے، یہ ایک ایسا مقصد نہیں کہ اب تک کوئی حکومت یا تمام و کمال پورا نہ کر سکی۔ بہر حال یہ کامیابی خرقی کے اس مسئلہ جز کی خاطر بھاری بجائی ٹیس لگانے پڑتے ہیں۔ سرکاری اور مقامی حکومتوں کے متفقہ عمل سے اس کا انتظام کیا جاتا ہے یہ مدد تحرکیں پیش کرنا اور ان کے عملدرآمد کی تفتیح کرنا سرکاری حکومت کا کام ہے شروع عائد کرنا اور اس کا عملی انتظام کرنا مختلف مقامی حکومتوں کا۔ مقصد یہ ہے کہ کام پسند و خوبی انجام پائے اور کام کے طریقہ متین تغیر پذیر ہوں کہ مختلف مقامی حالات پر کچھ رد و بدل کے بعد ان کا اطلاق ہو سکے۔

انیسویں صدی سے ریشہ تک۔ نیا یا کی تعلیم کا رد و رد ملک کے سخاوت شعار اور مذہبی افراد کی مرضی پر ہوتا تھا۔ لیکن انیسویں صدی سے تعلیم بھی حکومت کا ایک فرض سمجھی جانے لگی۔ ۱۹۱۱ء میں برلین غلطی نے شاہی آمدنی سے (۱۸۹۴۳۰) پونڈ اور مقامی آمدنی سے (۲۹۰۶۹۹۸۲) پونڈ عوام الناس کی تعلیم پر خرچ کئے۔ اخلاقی اور معاشی دونوں پیشیتوں سے یہ مصروف بالکل معنی برانصاف ہے۔ اخلاقاً تو اس لیے کہ اس کی بدولت برائیوں اور جرائم کی روک تھام ہوتی ہے اور معاشی نقطہ نظر سے اس لیے کہ رعایائی حکومت۔ ان کی مہارت اور ان کی استعداد میں ترقی ہوتی ہے اور انہی پر دراصل قوم کی قوت پیدا آوری کا دار و مدار ہے۔ رعایا میں کارگزاری کی محنت پیدا کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ایک خاص درجے تک مدارس میں لڑکوں کی

کام امتیازی شیعہ میں اس لیے شامل کئے جاتے ہیں کہ عاید کی غائی کو شمشوں سے ان کا ہم پہنچایا جائے بغیر یقینی ہوتا ہے۔ اور یہ بھی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ان کی آمد سرکاری و پیہ خراجی ہو گا یا ان کی کیا شکل ہوگی۔ جہاں اصل اور محنت کی افراط ہوتی ہے ایسے اور نقل و حمل کے دوسرے ذرائع صاحبِ حوصلہ افراد کی مالکی کو شمشوں سے بہت زیادہ عزیز ہوسکتے ہیں۔ البتہ حکومت عوام الناس کی محافظت اور منافع کی خاطر ان پر بنگرانی ضرور رکھے۔ لیکن جہاں ملک کے معاشی وسائل کی کافی دستور خانہ ہوگی جو وہاں اگر حکومت نقل و حمل اور آمد و رفت کے ذرائع خود ہی پیدا کر دے تو اس سے ملک کی دولت مند میں بہت کچھ فائدہ ہو سکتا ہے۔ ہندوستان برقی قومی نوآبادیات اور دوسرے ملکوں کی مثالوں سے اب یہ بات پائیے ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ اس قسم کے کاموں پر نہ تاحیں تدریج و پیہ خراجی کرتی ہے اس کا دوسرا کافی معاوضہ پائیے ہے البتہ ایسے کاموں میں ہمیشہ یہ اندیشہ لگا۔ ہوتا ہے کہ حکام متعلقہ نہیں اس میں مبتلا ہو جائیں۔ دوسرے کاری۔ و پیہ غلط راستوں پر نہ لگا دیں جن خاص خاص مقامات کو اس قسم کے کاموں سے فائدہ پہنچنے والا ہوتا ہے وہ ان کے فوائد گننے میں مبالغے سے کام لیتے ہیں اور اخراجات کا لحاظ کئے بغیر ان کاموں کی تکمیل کے لیے مصروف ہوتے ہیں۔ درحالیہ نقصان کی تمام ذمہ داری مہکارتی خزانے پر ہوتی ہے۔

عایدائے فائدہ اور سہولت کے خیال سے حکومت اور بھی متعدد خدمات انجام دیتی ہے۔ پیدائش، اموات، شادی، بیاہ، معاہدات، وصیت ناموں وغیرہ کی رجسٹر کرنا۔ آبادی، تجارت، صنعت و صحت عامہ وغیرہ کے متعلق احکام و شمار اکٹھا کرنا، سڑک سازی اور زر پرہ کاری، گرائی، کھنڈ، وزن اور نپان کے معیار و مقدر کرنا، ان خدمات کی چند مثالیں ہیں۔ یہ خدمات کچھ اس نوعیت کی ہیں کہ اگر ان کا اہتمام افراد کی غائی کو شمشوں پر چھوڑ دیا جائے تو ان میں سے چند کی بہم رسانی یا تو قطعاً بند ہو جائے گی یا کم از کم ان کی خوبی میں ضرور فرق واقع ہوگا۔ بعض اوقات حکومت در آمد و برآمد پر مابین حصول لگا کر اور انعام و اکرام دے کر خاص خاص صنعتوں کی براہ راست مدد کرتی ہے۔ ساہائے سابقہ میں اس قسم کی جدوجہد بالعموم حکومت کے دائرہ عمل میں شامل سمجھی جاتی تھی۔ اور اب بھی بہت کچھ سمجھی جاتی ہے لیکن درحقیقت

ایسے کاموں پر روپیہ صرف کرنا حکومت کے لیے بجا اور نامناسب ہے کیونکہ ان سے جو کچھ فائدہ حاصل ہوتا ہے وہ تو صرف چند خوش قسمت افراد تک محدود رہتا ہے۔ اور ان کی وجہ سے جو کثیر اخراجات لاحق ہوتے ہیں ان کا بار بنیشت بمبوی عام قوم پر پڑتا ہے۔ اس کے علاوہ صحت بخش مسا بقت جو ہر قسم کی ترقی کی روح وال ہے اس کے یک جانے سے قوم کو جو نقصان اٹھانا پڑتا ہے وہ بالکل بے گناہ ہے۔

پس معلوم ہوا کہ یہ جاری بندوبست دائرہ بہت وسیع ہے اور کتابت مزید دست لی گنجائش ہے انتہا ہے۔ اس کے متعلق کوئی قطعی معیار قائم نہیں کیا جاسکتا بلکہ صحت وقت اور حالات حاضرہ کے لحاظ سے اس کے حدود میں کئے جاتے ہیں۔ یہ ایک تجویز کے متعلق شہادت واستدلال کے ذریعے سے یہ ثابت کیا نہ دینی ہو گا کہ دور اس موم انسان کے مفاد کے مطابق و نیز اس قدر لازم ہے کہ اس کے معانات کا ہر لحاظ اس کے لیے مناسب و مفید دہی ہے۔ اور اگر کسی نے کام میں ہاتھ ڈالنے کا فیصلہ کیا جائے تو پہلے ایک پیمونہ کریمانے پر اس کا تجربہ کر لیا جائے بشرطیکہ ایسا ناممکن ہو۔ بھائی کی غرض سے بعض عام اصول ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔ حکومت لی بدوبست مصلحت مند اشخاص کی بہت بہت کا باعث نہ ہو بلکہ مصلحتوں کا حصول میں ہر مادیائی مصلحتوں سے پس و خوبی انجام پا سکتے ہوں۔ حکومت کو ایسے کاموں میں ہاتھ نہیں ڈالنا چاہیے جن کی کامیابی کا کافی یقین نہ ہو اور جو کم و بیش تعین نوعیت کے ہوں جن کاموں کے لیے کثیر سرمایہ درکار ہو ان کے متعلق کافی ثبوت پیمونہ چاہا جائے کہ وہ موم انسان کے حق میں مفید ہوں گے۔ کام اس قسم کے نہ ہوں کہ ان سے ہر کوئی نفع حاصل جماعت یا طبقہ مستفید ہو سکے اور ان کے اخراجات کا بار دوسرے طبقوں کو برداشت کرنا پڑے بلکہ واضح طور پر یہ ثابت کرنا چاہیے کہ تمام قوم بنیشت بمبوی ان کے ثبات سے متمتع ہو سکے گی۔ اور حکومت کے تمام کاروبار اس قسم کے ہوں کہ موم انسان ہر آسانی ان کا مشاہدہ کر سکیں اور ان کے مالی اثرات اور ملحد آمد کے متعلق کلمہ مینی کر سکیں۔

بہانہ عظمیٰ میں ہر سال سرکار کی آمدنی اور اخراجات کا ایک بجٹ یا تو می ہوانہ تیار کیا جاتا ہے اور پارلیمنٹ میں بذریعہ تعیندیش کیا جاتا ہے۔ پاسلر ان دی اسپیکر ہمیشہ وزیر مال اور کینٹ کے قائم مقام کے موازنہ تیار کرتا ہے لیکن

کل کیسٹ بیڈیٹ مجموعی ایک ذمہ دار ہوتی ہے۔ پہلے تو وہ سال گذشتہ کی آمدنی اور اخراجات کا حساب بتاتا ہے بعد ازاں سال آئندہ کے مجوزہ اخراجات کا تخمینہ پیش کرتا ہے۔ اور پھر ان اخراجات کے لیے آمدنی حاصل کرنے کے ذرائع تجویز کرتا ہے۔ کل اخراجات دکانوں پر تقسیم کیے جاتے ہیں۔ ہر دکان ہمسار و معین جن میں وہ اخراجات شامل کئے جاتے ہیں جو کم و بیش دائمی ہوتے ہیں۔ اور جس کے لیے ہر سال پارلیمنٹ کی منظوری کی ضرورت نہیں ہوتی۔ سودا سالیانے اقرضہ صاحب کا ذخیرہ ادائی، نمائندان شاہی کے معارف، عدالتوں وغیرہ کے اخراجات اور نفاذ خاص و خلافت اس عنوان میں شامل ہیں۔ (۲) ہمسار و معین غیر معین ان کے لیے ہر سال از سر نو منظوری حاصل کی جاتی ہے۔ اور ان میں دیوانی خدمات اور دیوانہ آمدنی کے اخراجات، ملک کی حفاظت، دفینہ، بحریہ وغیرہ اور تعلیم کے معارف شامل ہوتے ہیں۔ موازنہ بنیاد کرنے کے لیے حکومت کے مختلف سریشٹوں سے مفصل تخمینے و ذخیرہ ان میں روانہ کئے جلتے ہیں۔ سال آئندہ کی آمدنی طاقان از سر کرنے کے لیے جی مہارت اور تجربہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایک طرف تو آمدنی کے متعلق حالات قیاس بیسی برسی امیدیں نہیں باندھنا چاہی اور دوسری طرف اخراجات کا گھٹا گھٹا کر اندازہ نہیں کرنا چاہیے۔ بالعموم مالیات کے دائمی حکام کو سالہا سال تک ایک ہی قسم کا کام کرنے کی وجہ سے اس قدر تجربہ حاصل ہو جاتا ہے کہ ان کے تخمینہ اکثر بیشیہ نہایت صحیح و درست ہوتے ہیں۔

برطانوی دستور کا یہ ایک نہایت ہی اچھا اصول ہے کہ ساری اخراجات کی تمام تجویزیں وزارت کی طرف سے پیش ہوتی ہیں۔ دارالاراد کو مالی معاملات سے کوئی تعلق نہیں ہوتا بلکہ دارالعوام کی طرف سے ایک کمیٹی مقرر کی جاتی ہے جس کی مقصد و نکتہ چینی کے بعد اخراجات و ذرائع آمدنی کی تمام تجاویز دارالعوام کے جلسے میں پیش اور غلبہ ازاد سے منظور کی جاتی ہیں۔ چونکہ رقی معامات پر صرف مجلس ادنیٰ کو اختیار حاصل ہے لہذا عایا پر جس قدر گھس لگایا جاتا ہے وہ گویا خود انہی کی رہنمائی سے لگایا جاتا ہے۔ خاص خاص ابواب کے لیے خاص خاص رقیں مقرر کر دی جاتی ہیں اور ایک مدتی رقم دوسری مد میں صرف نہیں کی جاسکتی۔ اس بات کی نگرانی کے لیے کہ آیا مختلف حکام اپنے اختیارات کو بجا مو پر استعمال کرتے ہیں، حکومت کی طرف سے نہایت ہی باقاعدہ اور مکمل احکام کیا جاتا ہے جس کی بدولت

تغلب و تصرف کا کوئی خطہ باقی نہیں رہتا۔ بول بول آدمی وصول ہوتی جاتی ہے انگلستان
بنک میں جو حکومت کا ترانچہ ہے بطور امانت کے۔ کھوادی جاتی ہے حکومت کی طرف سے
رتوں کی ادائیگی بھی پارلیمنٹ کے ایک قانون کے مطابق اور کنٹرول اور دفتر خزانہ
کے احکامات کی بنا پر انگلستان بینک ہی کے توسط سے ہوتی ہے حسابات کی جانچ پڑتال
کے لیے حکومت نے ایک مخصوص محکمہ قائم کر رکھا ہے جو محکمہ تیج کے نام سے موسوم ہے۔ یہ محکمہ حکومت کے
جملہ حسابات کی جانچ پڑتال کر کے پارلیمنٹ کی حسابات عامہ کی کمیٹی کے پاس رپورٹ پیش کرتا ہے۔
اس طرح عمری کرنے اور ٹیکس لگانے کا اختیار بھی پارلیمنٹ ہی سے حاصل کیا جاتا ہے۔ اور قوم کے
تفصیلی حسابات بھی ہر سال کے بعد پارلیمنٹ ہی کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں۔ دوسرے ممالک کے
مانی انتظامات ہی انہی اصول پر مبنی اور مذکورہ بالا نظام کے مشابہ ہیں جو تفصیلی جزئیات میں وہ بہت کچھ مختلف ہیں۔
مندرجہ ذیل تحت ۱۹۳۳ء کے حسابات فیڈرل سسٹم سے نقل کئے گئے ہیں ان کو دیکھنے سے
اس سال کے مجموعی داخل و اخراجات کا خلاصہ پیش نظر ہو جاتا ہے۔

سلطنت متحدہ

داخل

بے ٹیکس کی آمدنی :-

ٹیکس کی آمدنی :-

£ 30,800,000-0-0	ڈاکخانہ	£ 85,450,000-0-0	کروڈیری
£ 580,000-0-0	سائبی	£ 89,590,000-0-0	چنگلی
£ 1,759,972-9-7	زمینات شاہی	£ 27,859,000-0-0	محاصل بسا جاؤ وغیرہ
£ 2,803,924-14-5	پوسٹ کے مقسوم	£ 9,986,000-0-0	اسٹامپ
	متھقات	£ 700,000-0-0	ٹیکس زمین
		£ 2,000,000-0-0	محمول مکان
		£ 47,249,000-0-0	مقامی
		£ 415,000-0-0	محاصل بسا جتے زمین
£ 85,218,897-9-0	میزان	£ 163,029,000-0-0	میزان
£ 198,242,897-4-0	جملہ داخل		

مخارج

مصروفات غیر معینہ -	مصروفات معینہ -
£ 28,831,000-0-0	(۱) مصروفات قرضہ دار
£ 15,000-0-0	دار آف ٹریڈ (اسٹور)
£ 48,883,000 0-0	قرضہ ایجنسی سیانچ
£ 53,901,000-0-0	(ب) قرضہ ملکی (اسٹور)
£ 2,431,000-0-0	(ج) اعظم قرضہ
£ 2,052,000-0 0	ایف) قرضہ بابت ملکی ہدیہ
£ 24,607,000-0-0	£ 24,500,000-0-0
£ 160,170,000-0-0	۲۔ رازہ سلطان شریک
	۳۔ ادو مکمل ہتھ پکائی
	۴۔ دیگر مصروفات معینہ
	مصروفات شاہی
	سالیانہ اور وظائف
	محفوظ اور الاداش
	عدالتیں اور
	متعلقہ مصروفات
	£ 12,822,968-17-4
£ 197,452,968 17-4	جملہ

دوسری فصل

داخل شاہی کے ذرائع اور ٹیکس کے مسائل

۲۱ قرون اولیٰ میں دولت کا سب سے بڑا نچھون زمین تھی چنانچہ اس زمانے کے بادشاہوں کی تقریباً کل آمدنی محض زمین سے حاصل کی جاتی تھی بیچ مارین سے سولہویں صدی کے وسط تک شاہی زمینات معمولات کر دہ گیری اور مختلف بلادار سلطنتیں مثلاً علی، ندرانے اور ٹیکس وغیرہ آمدنی کے خاص ذرائع تھے۔ لیکن خاندان شاہی کی موروثی جائیداد مختلف بادشاہوں اور بالخصوص ہنری ہشتم اور اس کے لڑکے کی فضول غریبوں اور عطیات کی وجہ سے بہت بچہ نافع ہو گئی تھی کہ جب پندرہ سال بعد جمہوری حکومت کا دور دورہ شروع ہوا تو جو کچھ رہی ہی جائیداد تھی وہ حکومت کے زیر انتظام آگئی۔ برطانیہ ظلمی میں سورجہ ہوا کہ حکومت الماک سے سرکاری آمدنی کا کوئی قابل لحاظ حصہ نہیں وصول ہوتا۔ لیکن اب بھی بعض ممالک میں زمین اور قدرتی وسائل کا شمار آمدنی کے اہم ذرائع میں ہوتا ہے۔ مثلاً آسٹریا اور روس میں سرکاری اراضی کا رتبہ نہایت وسیع ہے۔ پاکستان۔ یا سہمائے متحدہ اور برطانوی نوآبادیات میں زمین عالمی افراد کے ہاتھوں میں منتقل ہو گئی ہے اور اس سے جو کچھ آمدنی حاصل ہوتی ہے وہ محض اس طرح کہ بہ حیثیت ایک قسم کی دولت ہونے کے اس پر ٹیکس لگایا جاتا ہے۔ آدم آسٹہ اور جے بیل دونوں معاشی اسباب کی بنا پر اس بات کے حامی تھے کہ سرکار اپنی اراضی ظلمہ کر دے۔ ان کی رائے کے مطابق سرکاری طور پر اراضی کا اعظام کرنے میں بہت زیادہ مصائد لاحق ہوتے ہیں۔ برخلات اس کے اگر زمین عالمی افراد کی ملکیت میں چھوڑ دی جائے تو ذاتی مفاد کے اثر سے اس کی ترقی نسبتاً زیادہ سرعت کے ساتھ ہوگی۔ اور اس طرح رعایا جو خوشحال ہوگی تو سرکاری آمدنی کے ذرائع میں بیکہ بہت زیادہ توسیع ہوگی۔ اس اصول پر عملہ آمدنی کی نہایت موزون مثالیں ہیں خود مختار نوآبادیات میں دستیاب ہوتی ہیں چنانچہ کناڈا نے خاص طور پر زمینیں مفت دے دے کر بیرونی ممالک کے

۲۲

ملین پونڈ غامض آمدنی حکومت کے ہاتھ لگتی ہے۔

سلطنت متحدہ کی مجموعی قومی آمدنی (باستثناء اس آمدنی کے جو مقامی اغراض کے لیے اصل کی گئی تھی) ۱۹۳۱ء میں ۱۹۴۲۹۸ پونڈ ہوئی۔ اس میں سے ۴۳ فیصدی حصہ ٹیکس لگا کر حاصل کیا گیا تھا۔ ۵۷ ملین پونڈ اشیاء سے ۴۷ ملین پونڈ محصول آمدنی و ملاک سے ۲۷ ملین پونڈ اس دولت سے جو کسی عزیز کے مرنے سے ورثہ کے ہاتھ لگتی ہے۔ ۹۹۰۰۰ پونڈ ان محصولات سے جو بارہا بی معاملات پر لگائے جاتے ہیں اور ۲ ملین پونڈ ان عسکوں سے جو یہ استعمال مکانات اور کاروباری مقبوضات پر لگائے جاتے ہیں۔

برطانوی مالی نظام ایک زمانے تک متعدد اقتصادی ادارے لے لے کے بعد اپنی موجودہ صورت پہنچ سکا ہے۔ اس دوران میں ٹیکس کا طریقہ رفتہ رفتہ آمدنی کا یکساں ذریعہ بن گیا۔ محصول آمدنی کمزور سے سارے طریقے جو ایام گزشتہ میں رائج تھے تبدیل ہو کر ہوئے گئے کیونکہ وہ یا تو مالی نقطہ نظر سے غیر مفید ثابت ہوئے گئے یا خود مختار۔ ماحولیات کے سیاسی خیالات اور مقاصد کے لیے نامناسب خیالات گئے جانے لگے۔ موجودہ زمانے میں تو مالیات کی لبرائی اور اس کا انتظام و رائج امر کے ہم آہینہ نہیں ہیں۔ مالی ٹیکس کی اصلاحات اب سابق کی طرح کسی خدمت کی سی نہیں ہیں۔ وہ نہ کسی خاص اعلیٰ طبقہ پر تشدد کا نتیجہ ہیں بلکہ وہ محض عوام الناس کی ذاتی مصلحتی اور منافع پر مبنی۔ اور رسالت پیدا ہوئی جیسے غامض امور کے تابع ہے۔ ٹیکس اس لحاظ سے جبری ہیں کہ وہ مالی آمدنی کا ایک حصہ ہیں جو عام اغراض کے لیے وصول کیا جاتا ہے۔ واضعاً قانون ٹیکسوں کی نوعیت اور مقدار معین کرتے ہیں۔ ان کی تحصیل کا انتظام کرتے ہیں۔ ان میں سیاسی اور معاشی غیبت کے زیر اثر بہت بچہ طریقہ صورت پذیر ہوا۔ مقصد اس کا یہ ہے کہ ملک کے تمام باشندے اپنی اپنی استطاعت کے مطابق قومی آمدنی میں اپنا حصہ شریک بنیں۔ اور ان میں سے کسی پر جیسا بار نہ پڑے۔ لیکن نوعیت مالیات کے لحاظ سے بہت سی خلاف مساوات باتوں کا نمودار ہوتا لازمی ہے۔ کوئی ٹیکس ایسا نہیں ہو سکتا جو مساوات و انصاف کے لحاظ سے ہر طرح مکمل کہلا یا جاسکے۔ جب تک جماعتوں اور ان کے حالات میں تبدیلیاں پیدا ہوتی ہیں گی یہ مسئلہ کہ ٹیکس کا کوئی نسا طریقہ سب سے بہتر ہے۔ ایک مسئلہ معجزہ کی

میشیت سے آگے نہیں بڑھ سکے گا۔

بعض حضرات کے خیال میں ٹکس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ہر شخص کو اس کی مرضی پر چھوڑ دیا جائے تاکہ وہ خود ہی اپنی مرضی کے مطابق ٹکس ادا کر دے مگر یہ محض ایک خیالی اور ناقابل عمل تجویز ہے تاہم زمانہ گزشتہ میں کم و بیش اسی قسم کا ایک طریقہ متعدد مچھوٹی مچھوٹی شہری مملکتوں میں مروج تھا۔ ہامبرگ، ازورخ، اور بال کی مملکتیں ایک زمانے میں اپنی آمدنی کا تینہ ترین حصہ رعایا کی ذاتی امداد سے جو بہ رخصانہ و نیت دی جاتی تھی حاصل کرتی تھیں۔ اس طریقے کی کامیابی کا مدار اس بات پر ہے کہ لوگ جمہوری طریقہ حکومت کی صحبت میں ہر شمار ہوں۔ اس میں شک نہیں کہ یہ ایک نہایت قابل تعریف صفت ہے لیکن وہ ایک بہت محدود درجے میں کامیاب ہو سکتی ہے اور اس کی نوعیت قومی نہیں بلکہ شہری ہے۔ اب بھی وقتاً فوقتاً اس طریقے کی حمایت کی جاتی ہے، لیکن اندیشہ یہ ہے کہ وہ حکومت کی آمدنی کا ایک بہت ہی شلہ ذریعہ ہو گا۔ اور زمانہ موجودہ کی حکومتوں کے حالات کا لحاظ کرتے ہوئے ایسی صورت میں جو موازنہ بنایا جائے گا، وہ ایک نہایت ہی ناقابل اعتبار موازنہ ہو گا۔

ایک زمانے میں ٹکس کی توسیع اس طور پر کی جاتی تھی کہ رعایا کو حکومت کی طرف سے چند فوائد حاصل ہوتے ہیں جن کے معاوضے میں ہر شخص حکومت کو کچھ نہ کچھ ٹکس ادا کرتا ہے۔ بعض اوقات اس اصول کو نظریہ مقسوم اجتماعی یا نظریہ معاوضہ خدمت کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس اصول سے شاہی ٹکسوں کی کوئی تشریف بخش توجیہ نہیں ہوتی معلوم ہوتا ہے کہ یہ خیالی غالباً اس زمانے میں پیدا ہوا جبکہ ہر امیر اپنے آسامی سے ذاتی خدمت لینے کا حق رکھتا تھا۔ رفتہ رفتہ لوگ بجائے ذاتی طور پر خدمت کرنے کے زر کی شکل میں کا معاوضہ ادا کرنے لگے۔ اور اسی وقت سے ٹکسوں کے ساتھ بھی معاوضے کا خیال غالب ہو گیا۔ جوں جوں تمدن میں ترقی ہوتی گئی حکومت کے متعلق لوگوں کے خیالات میں تبدیلی پیدا ہوتی گئی اور بندہ یہ سمجھنے لگا کہ یہ خیال خود ارہوا کہ چونکہ بادشاہ وقت ہی تمام اختیارات اور حقوق کا سرچشمہ ہے لہذا وہ اس بات کا مستحق ہے کہ رعایا کے جان و مال کی حفاظت کے لیے ان سے ٹکس وصول کرے اور چونکہ بادشاہ ہی خاص خاص لوگوں کو مراعات اور اجارے عطا کر سکتا تھا اس لیے اس خیال کی اور توثیق ہو گئی۔ حتیٰ کہ حال تک یہ یقین کیا جاتا تھا کہ

نکس گو یا کم و بیش مبنی بر انصاف معاوضہ میں ان ذریعہ نوائید کا مجموعہ شخص کو حکومت کی جانب سے میسر ہوتے ہیں۔

ماتحتکے اپنی کتاب ”روح قانون“ میں یہ اصول پیش کرتا ہے کہ سرکار کی آمدنی اس طرح جمع ہوتی ہے کہ ہر شخص اپنی دولت کا کچھ حصہ حکومت کے خزانے کر دیتا ہے کہ بقیہ حصے سے اطمینان کے ساتھ مستفید ہو سکے۔ ”ظاہر ہے کہ یہ رائے بھی نظریہ معاوضہ خدمت ہی کی علامت میں ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس اصول کے حامی ارتقائے کردہ انسانیت کے بنیاد پر اور حقیقت بنیاد پر نوائید کا مطلق کوئی لحاظ نہیں کرتے۔ وہ اس حقیقت کو بھلا دیتے ہیں کہ سرکار کی خدمات کا ٹھیک ٹھیک اندازہ کرنا اور ان کو اخراجات کے درمیان تقسیم کرنا قلعی ناممکن ہے۔ اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ حکومت ٹکسوں کے معاوضے میں محض رعایا کے ہمان و مال کی حفاظت کرتی ہے تو اس لحاظ سے یہ ضروری ہوتا ہے کہ ٹکس کی آمدنی کا کثیر ترین حصہ تو مجلس و کمزور طبقوں سے وصول کیا جائے اور جو لوگ دولت مند اور طاقتور ہوں وہ کم سے کم ٹکس ادا کریں کیونکہ اول الذکر طبقہ حفاظت کا سب سے زیادہ محتاج اور حکومت کی خدمات سے سب سے زیادہ مستفید ہوتا ہے۔ بر خلاف اس کے دولت مند اور طاقتور اشراف نے حکومت کے اس قدر محتاج ہیں اور نہ انھیں زیادہ عائد ہونی چندان ضرورت۔ اس رائے کی خامی مطلق کسی تشبیہ کی محتاج نہیں ہے اور نہ وہ اعتراضات اور نکتہ صیغی کے سامنے ٹھیر سکتی ہے۔ ان بات سرکار کی کے لیے ٹکس ادا کرنا کوئی خرید و فروخت یا مبادلہ نہیں بلکہ قوم کی دایرہ بیک کہنا اور عام فلاح و بہبود کی خاطر قوم کے مطالبات کو پورا کرنا ہے۔ سبب اس کا یہ ہے کہ اس کی بدولت جمیعت مجموعی قوم کو بے شمار نوائید حاصل ہوتے ہیں۔ لیکن ان نوائید کی کوئی مقدار معین کرنا اور ان کی خاص خاص مقدار خاص خاص اشخاص میں تقسیم کرنا ناممکن ہے۔ کردہ انسانیت کے استحکام سے جو نوائید حاصل ہوتے ہیں ان کا کوئی حساب یا شمار نہیں ہو سکتا۔ اس کے اخراجات عام اور آمدنی کی ضرورت مشترک ہوتی ہے۔ چنانچہ اس سرمائے کی فراہمی کے لیے اپنی آمدنی سے کچھ نہ کچھ شریک کرتا ہے مگر اس وجہ سے نہیں کہ انفرادی حیثیت سے اسے کچھ فائدہ پہنچتا ہے بلکہ ان اجتماعی نوائید کی خاطر جو ایک منظم حالت میں اور باقاعدہ حکومت کے ساتھ زندگی بسر کرنے سے تمام قوم کو حاصل ہوتے ہیں۔

سہ کار کی آمدنی کا بہت تصور احمد ایسا ہے جو خاص خاص خدمات کا معاوضہ سمجھا جاسکتا ہے مثلاً ڈاک اور تار کی آمدنی عدالتوں کی ٹیکس وغیرہ۔ ان کے سوا تمام ٹیکسوں کا دار و مدار اور سبب اصلی امتیاجات عامہ اور فوائد مشترکہ ہیں۔ اسی بنا پر یہ کہا جاتا ہے کہ آبادی کا کوئی طبقہ ادائیگی سے مستثنیٰ نہ ہو۔ ہر شخص رفاہ عامہ سے کچھ نہ کچھ فائدہ ضرور اٹھاتا ہے ہر شخص کا یہ ذی فائدہ ہے کہ اپنی استطاعت کے مطابق شہریت کے فرائض اور اس کی ذمہ داریوں میں بھی شریک ہو۔

آج کل کے دور میں اور دیکھ کر دیکھنے سے یہ ٹیکس کے متعلق جو بحث کی ہے اس سے یہ نکلے گا کہ ٹیکس کا بار اجرت، منافع اور لگان پر پڑتا ہے۔ چونکہ قومی آمدنی انہی تینوں سے مرکب ہے اور آمدنی کے ہی تین اجزاء ہیں لہذا آمدنی پر جو ٹیکس لگایا جائے گا وہ انہی میں سے کسی نہ کسی پر عائد ہوگا۔ یہ قیاس اس لحاظ سے بہت زیادہ قابل قدر ہے کہ اس کی بدولت مختلف قسم کی آمدنی پر ٹیکس لگانے کے مختلف اثرات کا پتہ چلتا ہے۔ لیکن تقسیم ٹیکس میں اس سے کوئی قابل قدر مدد نہیں ملتی۔ مزید پرال بہت سی آمدنیاں اجرت اور منافع یا لگان کا مجموعہ ہوتی ہیں۔ مثلاً مہارت کی بدولت جس قدر آمدنی حاصل ہوتی ہے اگر معاشی نقطہ نظر سے اس کا تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ وہ ان تینوں اجزاء میں سے مرکب ہوتی ہے کہ ان کا ایک دوسرے سے جدا کرنا ناممکن ہوتا ہے۔ چنانچہ محنت یا مہارت کا معاوضہ دو جزائیں ملتا ہے۔ ایک تو قابلیت لگان اور دوسرے اس کی حاصل کردہ ہر ذمہ داری یا اس کی کمالات و ادائیگی پر مرثیہ لگایا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر چائے، تبا کو یا شراب کو لیجئے جن پر حکومت معمول لگاتی ہے۔ فرض کیجئے کہ کوئی پیشہ وران چیزوں کی خریداری پر اپنی آمدنی کا کچھ حصہ صرف کرتا ہے۔ اب یہ بتانا نا ممکن ہے کہ آیا اس معمول کا بار اجرت پر پڑے گا یا منافع پر یا لگان پر۔ ہاں یہ معلوم کرنا کافی ہے کہ وہ اس کی مجموعی آمدنی سے ہوا ہوتا ہے۔ ٹیکس کے متعلق بعض اوقات یہ خیال غلط کیا جاتا ہے کہ وہ دولت کا ایک اجماعی حصہ ہے اور اس سے فائدہ نہ دیکھ کر خرچ شدہ وہ مال کا سود لگایا جاتا ہے۔ لیکن یہ خیال عام طور پر صحیح نہیں ہو سکتا اور غلط ہے۔ نہ بنیاد کے ساتھ اس کی تشریح کی جائے، اور نہ اندیشہ ہے کہ اس کی بدولت فنونِ خرچ کی ترغیب ہو اور ایک تباہ کن حد تک رعایا سے ٹیکس وصول کرنا پڑے۔

عد سے زیادہ ٹیکس وصول کرنے سے جو تباہ کن نتائج پیدا ہوتے ہیں اس کی شہادت کے لیے

و نسیم پاشا کے زمانے میں معہ اورامیوں مدد کے آغاز میں بلٹانیہ عالمی کی حالت کا مطالعہ کافی ہے۔ حالانکہ اس زمانے میں نئی نئی صنعتی ترقیوں کے باعث بہت سے مفید اثرات بھی کام کر رہے تھے۔ ہر گز اس کا یہ اثر جتنا ہے کہ اس کی بدولت اداکنہ و کی ترقی پانچ گھنٹہ جاتی ہے اور اس کی وجہ سے اشیاء کی طلب میں کمی واقع ہوتی ہے۔ اس طرح ٹکس صرف دولت اور پیدایش دولت دونوں میں تخفیف کا باعث ہیں چونکہ کس دولت پیدا نہیں کرتے بلکہ اس کو حکومت کے ہاتھوں میں منتقل کر دیتے ہیں ہندوہ نہ صرف اس بنا پر بجا اور جہی برانصاف سمجھے جاسکتے ہیں کہ مصلحت وقت ان کی مقتضی ہے۔ اور ان کا وعدہ اچھا اور مفید اسی وقت ہو سکتا ہے جبکہ ان کے مقاصد یہ خاتوم کے حق میں نفع بخش ہوں اور ٹکس وصول کرنے کے طریقے کفایت اور انصاف پر مبنی ہوں۔ اگر انبار اور خلات انصاف ٹکس قوم کی ترقی پیدا آوری کو گھٹائے اور بالآخر اس کا خاتمہ کرنے کی جانب مائل ہوتے ہیں۔ کوئی قوم مقدار ٹکس کے تناسب سے مرلہ الحال نہیں جتنی بلکہ سبب۔ وہ نہ المال اور دولت مند ہوتی ہے مگر انبار ٹکس آسانی کے ساتھ برداشت کر لیتی ہے۔ مینوبن افسر یقہ کی جنگ کا برطانیہ کے مالیات پر جو اثر پڑا وہ اسی واقعے کی ایک مثال ہے۔ تو مرنے سے متاثر نہ جس آسانی کے ساتھ اس بوجہ کو اٹھالیا وہ زبردست شہادت ہے اس بات کی کہ جنگ سے پہلے قوم بنایت ہی مرلہ الحال تھی۔

بعض حضرات کا یہ خیال ہے کہ اضافہ ٹکس کی بدولت صنعت و مرفعت ترقی ترقی ہوگی لوگ پہلے سے زیادہ محنت کرنے لگیں گے اور اس وجہ سے دولت بھی بڑھ جائے زیادہ پیدا ہونے لگے گی۔ کفایت شعاری و محنت اور جفا کشی کی باتیں لوگوں میں ترقی پائیں گی جن سے تمام لیلر وہ دولت کا ایک نیامہ مایہ پیدا کرنے لگیں گے اور اس طرح ٹکس اول نہ بدلے ہو مقدار کے لے گئی تھی اس کا انھیں کافی معاوضہ مل جائے گا ورنہ ہو کہ یہ استدلال اول ٹکس وعدہ

۱۔ حصول دنیا سلائی، زنجیوس۔

ٹکس لگانے سے پہلے ہیں یہ سمجھنا چاہیے کہ ہر ٹکس بڑا ہے لیکن نہ کہہ ہیں آمدنی کی ضرورت ہے ہند اس سے قلعی گریز نا تھیں۔ البتہ حال صرف یہ۔ یہ جاتا ہے کہ کون کون ٹکس متب بلٹانیہ زیادہ یا کم پڑے ہیں۔

تخلیل کہ وہ قابلِ لمانا نہیں ہو سکتی۔ ظاہر ہے کہ کمس یا تو ملکی معیتوں کی حفاظت کرے گا یا حکومت کے لیے آمدنی کا ذریعہ بنے گا۔ وقت و امد میں وہ ان دونوں معیتوں کا حامل نہیں ہو سکتا۔ جس حد تک وہ دیسی صنعتوں کو محفوظ رکھنے میں کامیاب ہوتا ہے، اس حد تک وہ حکومت کی آمدنی میں تخفیف کا باعث ہوتا ہے اور جس قدر اس کی بدولت حکومت کو آمدنی حاصل ہوتی ہے، اسی قدر وہ اپنا اصلی مقصد انجام دینے میں ناکام رہتا ہے۔

۱۸۳۶ء میں قوانین غلہ کی تفسیر کے بعد سے برطانیہ عظمیٰ میں یہ طریقہ اعلیٰ ترک کر دیا گیا اور ۱۸۶۶ء میں تو برطانیہ کے مالی نظام سے وہ قلعی طور پر غارت کر دیا گیا۔ پلین چند سال سے تائینی محصولات کو دوبارہ وراج کرنے کے لیے زبردست کوششیں کی جا رہی ہیں۔ اور اس سلسلے میں بہت سی دلیلیں پیش کی جاتی ہیں جو اکثر ایک دوسرے کی مخالفت ہوتی ہیں۔ مثلاً ایک تجویز یہ پیش کی جاتی ہے کہ (۱) یہ وقتی پیداوار پر نو ب محصول لگا کر نوآبادیات کی پیداواروں کو ترجیح دی جائے تاکہ نوآبادیات سے ہماری تجارت مزید قائم ہو جائے اور اس طرح ایک خود کفیل برطانوی شاہنشاہی کامیال واقعیت کا جامہ پہن سکے۔ ساتھ ہی ایک تجویز یہ بھی ہے کہ (۲) یہ وقتی پیداوار کو محصول کی مدت سے خارج کر کے ملک کی صنعتوں کو بڑھایا جائے۔ اور پھر (۳) یہ بھی کہا جاتا ہے کہ (۳) دوسرے ممالک سے آنے والی چیزوں پر ہر انتظامی محصولات مائد کسے بنائیں تاکہ دوسری قومیں برطانوی مال پر سے محصول کھٹانے پر مجبور رہیں اور اس طرح ان ممالک کے ساتھ برطانوی تجارت میں اضافہ ہو۔ لیکن یہ کہ یہ دلائل انفرادی حیثیت سے مختلف طبقوں کو مناسب معلوم ہوں لیکن از روئے مطلق ان زمینوں مقاصد کو کسی ایک مالی نظام کے تحت منسلک کرنا ناممکن ہے۔ اور ساتھ ہی یہ ایک یقینی بات ہے کہ دوبارہ تائینی محصولات مائد کرنے سے برطانیہ عظمیٰ کو بہت بڑا معاشی نقصان برداشت کرنا پڑے گا۔

۳۰

بسا اوقات حکومتیں قوانین تیش کی مدد سے، نایاب کے صرف منسارن کو درست کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ فضول خرچی اور تیش قوم کی جماعتی طاقت کو کمزور اور اس کے اخلاق کی بنیادوں کو کھوکھلا کر دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قیادت اور بانسوس سکرات پر کمس لگانے کی نہایت زود کے ساتھ حمایت کی جاتی ہے۔ بعض لوگ جو سکرات کے استعمال سے کامل احتراز کرتے ہیں اس بات کے حامی ہیں کہ ان چیزوں پر کمس اس قدر

زیادہ لکائے جائیں کہ ان کی خرید و فروخت قطعاً بند ہو جائے۔ کامل احتیاج کی بدولت ایک طرف تو دولت میں اضافہ ہو گا اور دوسری طرف۔ بنگا بجر، لٹ کے سلسلے میں جو غریبوں لائق ہوتے ہیں ان میں تعینات ہوگی، اور مسکرات پر ٹیکس لگانے سے فی الحال جو آمدنی حاصل ہوتی ہے اس کا اس طرح کمائی سے زائد معاوضہ مل جائے گا۔ ان اجازت نہ دینی کے سبب جس معاشرتی اور اخلاقی اغراض کا بھی بد اثر ہے بہت بڑا حصہ جو اسے دینا چاہتے تھے، مصلحتوں کی بدولت محاسن اور جو کچھ ان کی تربیت کا ہوں نے اثرات اس واقعے کی مدد میں متاثر ہیں۔ لیکن نامناسب معیار کو روکنے کے لیے ٹیکس انٹرنیشنل طور پر دیکھ جانا ایک ایسے اصول کی ابتدا ہے جس کا احاطہ نہایت وسیع ہو سکتا ہے اور جو ٹیکس کے فاس اور ضروری مقصد کے منافی ہوگا۔ ساتھ ہی ساتھ ٹیکس لگانے کے لیے اشیاء کا امتیاز کرتے وقت ضمنی مقصد بھی اگر پیش نظر رہے تو بہت سبب مثلاً اثرات اور تباہی جیسے نیشات پر ٹیکس لگانے کے لیے بہ مقابلہ ان کے جو محیات کے لیے ضروری ہے زیادہ موزوں چیزیں ہیں۔

اشتراکیت کے حامی ٹیکس کے ذریعے موجودہ معاشرتی نظام میں تباہی اور تقسیم دولت میں مساوات حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ دو چاہتے ہیں کہ دولت مند طبقوں سے اس قدر ٹیکس وصول کیا جائے کہ ان کی دولت کا بہت بڑا حصہ اس کی ادائیگی میں صرف ہو جائے۔ سماجی نقطہ نظر سے اس طرح ٹیکس لگانے کا نتیجہ یہ ہو گا کہ عوامی دولت و جائیدادیں کرنے اور اپنی کمائی سے کچھ پس انداز کرنے کے لیے کوئی ترفیہ نہیں باقی رہے گی اور اس طرح اصل نہیں جمع ہوتے پائے گا۔ اس قسم کی تجویزوں کی حمایت کرنے والے اس بات کو بھلا دیتے ہیں کہ دولت ہمیشہ منسرف اور دباؤ پیدا کی جا رہی ہے۔ اگرچہ کوئی ایسا طرز عمل اختیار کریں جس کی بدولت دوبارہ دولت پیدا کرنے کے لیے کسی قسم کی ترفیہ نہ رہے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہو گا کہ پیدائش دولت میں رکاوٹیں پیدا ہو جائیں گی اور افلاس ہر طبقہ آبادی میں پھیل جائے گا۔

فرض ہم اس اصول کو تسلیم کرتے ہیں کہ ٹیکس لگانے سے محض آمدنی حاصل کرنا مقصود ہے۔ اس کے بعد ہمیں یہ معلوم کرنا ہے کہ ٹیکس لگانے کے وقت کن کن اصول کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ سب سے پہلا اصول تو مساوات یا سیاسی انصاف کا ہے جس کو دوم سمتہ نے اس طور پر بیان کیا ہے کہ ہر شخص کو اپنی استطاعت کے موافق ٹیکس ادا کرنا

جانیے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر استطاعت کے کیا معنی ہیں۔ یا استطاعت کے عوض جو الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں مثلاً قوت، قابلیت، مساوات، یثاران کا کیا مفہوم ہے اور کیونکر ان کی تسبیح کی جانی چاہیے ہیں۔ ماننے میں ایسا رجحانی خدمت یا ذاتی محنت کی شکل میں کیا جاتا تھا۔ اس قسم کی مساوات ہوتا تھا کہ لڑنا زیادہ آسان تھا۔ شخص اپنی جسمانی طاقت اور دماغی قابلیت کے لحاظ سے اپنا حصہ ادا کرتا تھا جو جو دہ زمانے میں اس قسم کی مثالیں بہت ملتی ہیں۔ گویا اب بھی جب کبھی فوج میں زبردستی جسے فوجی معافی ہے تو ہر ایک بہتند، جیوشیت، ایک فوجی کے اپنی اپنی استطاعت کے مطابق ملک و قوم کی خدمت انجام دیتا ہے۔ لیکن اول تو فوج میں نہ بدستوری بھر سکتا کرنا معاشی نقطہ نظر سے بہت قابل اہمیت نہیں ہے دوسرے یہ حکومت کی تمام ضروریات محسن فوجی خدمت سے یورپی نہیں ہوتیں۔ تمدن کے جدید کے معاشیات اور کارخانے کے لیے قوت دہنی کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ جدید صنعتی اور تجارتی زندگی تو اس میں مساوات اپنی جگہ رکھتی ہے۔ لیکن زیادہ تر عمل ہے کیونکہ ان کے لیے کام ہوتا ہے۔ جو یہ وہ جو گئے ہیں اور جہیز کی تمدنی و فنیست ایک مشتعل معدیہ ہے۔ ایسے ہی ملک میں لی جائے ہیں وہ نہ بدستوری معاشی مدت کہ ترقی، اصلاحات میں ہیں۔ لہذا اور اس لحاظ سے یہ خیال۔ افسانہ کتابت میں تاثر ہر شخص۔ اس کی مالی استطاعت کے لحاظ سے۔ جیسا کہ یہ بعد معلوم ہو گا اس مساوات کی حالت میں اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے اس کے قریب قریب یہ بیچ بچانہ درجہ ان سے اور وہ اس طرح کے معمولات میں کمال مقرر اختیار کیا جاتا ہے جس کی بدولت قوم کے مختلف طبقوں پر براہ راست یا بالواسطہ اثر پڑتا ہے۔

کس کے بعد یہ طریقوں کی تشریح کرتے وقت ان کے ارتقاء سے تاریخی و مثالی نظر لےنا ضروری ہے۔ بدلتی ہوئی نظام کے بہت سے جزائیں وقت کے ہم جی سمجھ میں نہیں آتے۔ بسبب تک کہ ہم اس بات کو خوب ذہن نشین نہ کریں کہ وہ بعض قدیم نسلوں کے قائم مقام ہیں جو حالات کے بدل جانے سے جدید غلطی اختیار کر چکے ہیں۔ اسی کے ساتھ بعض نئے کس بھی نمودار ہو گئے ہیں جو زمانہ حال کے جدید اصول کا نتیجہ ہیں۔ اور ان قدیم و جدید تمام نسلوں سے جمیثیت مجموعی ایک ایسا نظام قسائم ہو جاتا ہے

تیسری بدولت سیاسی انصاف کا اصول بہت بڑی حد تک پورا ہو جاتا ہے۔ غرض یہ ایک مسئلہ بات ہے کہ فلسفے کے جدید طریقے بتدریج ترقی کرتے کرتے اپنی موجودہ حالت پر چھپنے لگے ہیں۔ مختلف ممالک میں جو طریقے آج کل رائج ہیں وہ دراصل بعض قدیم طریقوں کی یادگار ہیں۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ جدید حالات معاشی مخلوقات اور سیاسی حیالات کے اثر سے ان کی شکلیں بھی بدل گئی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مختلف ممالک میں فلسفے کے مختلف طریقے نظر آتے ہیں۔

معاشی اور معاشرتی دونوں معنیوں سے ہر ملک پر اس کے فلسفوں کی نوعیت کا اثر پڑتا ہے۔ اور اسی طرح ہر ملک کے معاشی و معاشرتی اور سیاسی حالات کا اثر وہاں فلسفے کے موجودہ طریقوں پر پڑنا لازمی ہے۔

نتیجہ

نوٹ :- مختلف بین الاقوامی اسپرٹس (Spirit) بنیاد پر ہماری اصول ٹکا دیا گیا جس کے اثر سے معاشرتی اور سیاسی فلسفے پیدا ہو رہے ہیں اور دونوں گھٹ گئے۔ تب اس جہاز میں کی جانچ کی گئی کہ وہ لوگوں کو متبادل بلکہ ترک استعمال کی طرف راغب کرتا ہے۔

یہاں کے لئے کام ہمایا کر کے اس فلسفے کی آمدنی سے بقیم مہیا کی گئیں۔ اس کا معاشی اثر یہ ہے کہ اصل خانگی ہاتھوں سے حل کر سہ کار می ہاتھوں میں چلا جاتا ہے۔ خانگی اشخاص جو مزدوروں سے کام لیتے ہیں اس میں غالباً کمی داتے ہوتی ہے تاکہ نسبت بہت کم کارکنوں کے طریقے پر سرکاروں کے لیے کام مہیا کر کے مسئلے کی مجبوری اور شدت ضرورت کی بنا پر اس تدبیر کی حاجت کی جاتی ہے لیکن قانون مجلسوں پر نظر ثانی کر کے زیادہ کفایت کے ساتھ اس کو طے کیا جاسکتا ہے۔

تیسری فصل

ٹکس لگانے کے اصول

ٹکس کا کوئی نظام اس وقت تک اچھا نہیں کہا جاسکتا جب تک کہ وہ چند بنیادی شرائط کو پورا نہ کرے۔ مساوات، پیداوار کی کفایت اور سادگی یہ چند اصول ہیں جن کی پیروی ہر ٹکس کے واسطے ضروری ہے۔ ٹکسوں کا بار تمام رعایا پر مساوی حیثیت سے پڑنا چاہیے، ہر ٹکس سے کثیر سے کثیر آمدنی حاصل اور اس کے وصول کرنے میں کم سے کم اخراجات لاحق ہونے چاہئیں۔ اور اس کا اس طور پر انتظام کرنا چاہیے کہ ادا کنندوں کو یہ اندازہ ہو سکے کہ وہ کس قدر ٹکس ادا کر رہے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ آیا اس قدر جامع مقصد محصول مفرد کے طریق سے بہتر حاصل ہو سکتا ہے یا محصول تکب کے طریقے سے جو متعدد ٹکسوں کا مجموعہ ہوتا ہے۔ جہاں تک سادگی کا تعلق ہے محصول مفرد کا طریق خاص طور پر پیش کیا جاتا ہے بعض لوگ تو محصول آمدنی کی شکل میں اس کی حمایت کرتے ہیں اور بعض (جو زمین کو تمام دولت کا اکیلا ماخذ خیال کرتے ہیں) محصول زمین کی شکل میں۔

فرانس میں انٹارحوں صدی کے وسط میں یہ اعتقاد بہت زیادہ غالب تھا کہ زمین زمین سے ٹکس وصول کرنا امر سرمنی بر انصاف ہے۔ اس زمانے کے معاشین جو فطرتین کے نام سے یاد کیے جاتے ہیں یہ سمجھتے تھے کہ ان کا ایجاد کیا ہوا محصول مفرد ہی ٹکس کا ایک ایسا طریق ہے جو صحیح معاشی اصول پر مبنی ہے۔ ان کا خیال تھا کہ زراعت سے ہر صحت میں ایک حاصل خاص یا حاصل زائد ہوتا ہے لہذا ہر کسی اور صنعت میں یہ نہیں ہوتا۔ اس بنا پر وہ اس اصول کے حامی تھے کہ تمام ٹکس زمین کی لگان سے وصول کرنا چاہیے۔ انھوں نے اس بات پر نہیں غور کیا کہ اندامی پیداوار کا ایک بہت بڑا حصہ ایسا بھی ہوتا ہے جس سے مصارف پیدا ہوتے ہیں یہ مشکل دستیاب ہوتے ہیں۔ لہذا جس زمین پر وہ اگایا جاتا ہے اس سے کوئی لگان نہیں لگتا۔ اگر تمام ٹکس کا انحصار

تخلیم یافتہ سوسائٹی میں متعدد اور مختلف ذرائع سے لوگ آمدنی پیدا کرتے ہیں۔ لہذا جب تک کہ محصول مرئیس کا طریقہ نہ اختیار کیا جائے مختلف طبقوں اور مختلف استطاعت والوں سے ٹکس وصول کرنا یا مساوات کے قریب قریب پہنچنا قطعاً ناممکن ہے۔

محصول مفرد کی مخالفت میں آرتھر ٹیگ نے ایک وہ اصول پیش کر دیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ٹکس کا وہی نظام اچھا ہے جس کا بازو ضعیف لیکن بے شمار مقامات پر عام ہو تا ہے اور جو کسی طبقے پر گراں نہیں ہوتا۔ لیکن یہ طریقہ بھی سوال عام اور کفایت کا حل ہے۔ غلط ہے جو بات اس اصول کے قبول کرنے پر لوگوں کو تیار کر دیتی ہے۔ یہ ہے کہ اس کے مطابق ٹکس کا اثر منتشر ہو جاتا ہے اور ادا کرنے والوں کو اس کا لازماً یہ محسوس ہوتا ہے لیکن دراصل یہ خیال سخت غلط نہیں رہتی ہے۔ آمدنی، اخراجات، اموال آمد و رفت اور نقل و حمل کے ذرائع، فرض کوئی معاشی جہد و جہد ایسی نہ ہوگی جو اس انتظام میں ٹکس کی ادائیگی سے بچ جائے نتیجہ یہ ہوگا کہ ایک ایسا مشکل اور پیچیدہ نظام قائم ہو جائے گا جس کی وجہ سے پیدائش و تجارت میں متعدد موانعات پیدا ہو جائیں گی اور کفایت و یقین و مساوات کے اصول باقی نہ رہیں گے۔ فیسر کونسل کی آغازت انیسویں صدی کے وسط تک برطانیہ عظمیٰ میں ٹکس کا جو پیچیدہ اور مشکل نظام قائم تھا اس سے بخوبی ظاہر ہوتا ہے کہ متعدد مقامات پر ٹکس کا بار اٹھانے سے کیا نتائج پیدا ہوتے ہیں۔ ملک کے تمام طبقے اور بالخصوص غریب خرید و فروشوں کے بارگراں سے نیچے دبے جاتے تھے۔ بہت سے ٹکس زیر آواز و زور نہجی کی بدولت پر عالم ہوئے تھے اور پیدائش دولت کے حق میں ان کے اثرات نہایت تباہ کن تھے۔

مہر جارج کارن وال لیویس نے ٹکس کا ایک اور اصول تجویز کیا ہے جس کے مطابق

نہ۔ بیونس۔ ”اصل معاشیات اگر کمیت تولدے ٹکس پر اکٹھا کریں تو ان کا بار لازمی غیر یقینی اور نہ فائدہ بخشہ بر خلاف اس کے اگر ہر چھوٹے چھوٹے ٹکس کثیر تعداد میں نکالیں تو ہمیشہ ہے کہ زیادہ ای میل ذرات سے زیادہ مداخلت ہوگی تو زمین بہت پیچیدہ ہو جائیں گے اور ٹکس وصول کرنے کے مصارف میں شدہ آمدنی سے بڑھ جائیں گے۔ لہذا مناسب ترین حل یہ ہے کہ کسی کی تعداد محدود ہو اور ہر ٹکس بجائے خود ایک قابل محاذ آمدنی کا باعث ہو۔“

مالیات کا مقصد یہ ہے کہ کم سے کم تکلیف اٹھا کر زیادہ سے زیادہ سرمایہ حاصل کیا جائے۔ اس اصول کے مطابق ٹیکس کی دو بڑی شرطیں یعنی پیداوری اور کفایت پوری ہو سکتی ہیں۔ لیکن ان شرائط کو عملی جامہ پہنانے کے کوئی ذرائع پیش نہیں کئے گئے ہیں۔ اگر تکلیف سے زیادہ حکومت کی تکلیف لی جائے تو اندیشہ ہے کہ کبھی ٹیکس ادا کرنے والوں کے ساتھ نا انصافی ہو۔ برطانات اس کے اگر اس سے ٹیکس ادا کنندوں کی تکلیف مقصود ہو تو ممکن ہے کہ قدرے حق میں اس کے معاشی اثرات قابلِ بینان نہ ہوں۔ غرض یک ایسے طریق کی طرف رہنمائی کی ضرورت ہے جسے اختیار کر لے اس اصول کو عملی جامہ پہنایا جاسکے۔ یہ حالت موجودہ یہ اصل ضرورت سے زیادہ بوجہ ہے۔ اور ایسی وزیر کا لہٹ کی پیش کردہ تعریف سے کچھ زیادہ معین ہو رہا نہیں ہے۔ ویرنر کو لاہوتلہ ہے کہ "فن ٹیکس نویز کا ذریعہ بکھیلنے والے فن ہے مقصد یہ ہوتا ہے کہ حتی الامکان کم سے کم ترقی یافتہ برادری زیادہ سے زیادہ حق میں رہے باقیہ کیں"۔

بلواسطہ اور بالواسطہ دو اصطلاحیں ہیں جو ٹیکسوں کے ساتھ استعمال کی جاتی ہیں اور ان کے مقصد یہ کی طرف اشارہ کرتی ہیں یعنی یہ بتا کر کرتی ہیں کہ ٹیکسوں کا بار بالآخر کس پر پڑتا ہے۔

ٹیکس بلواسطہ سے زیادہ بھاری ٹیکس ہے جو کسی دوسرے شخص پر منتقل نہیں ہوتا بلکہ جس شخص پر اس کا بار ڈالنا مقصود ہوتا ہے اس سے وہ براہ راست وصول کیا جاتا ہے۔ محصول آمدنی اس کی ایک بنیاد ہے بدین مثال ہے محصولات موت، زمین کا ٹیکس اور ٹکڑیوں، کتوں، بندہ و قتل اور غنہ بنگاروں کے ٹیکس اس کی دوسری مثالیں ہیں محصول بلواسطہ کی اس بنا پر حمایت کی جاتی ہے کہ ٹیکس ادا کرنے والوں کو اس کی نوعیت اور اس کے بار کا کافی اندازہ اور احساس ہوتا ہے اور وہ اپنی طرح سمجھنے لگتے ہیں کہ حکومت کے معاشی کاروبار میں انھیں کس حد تک دلچسپی ہونی چاہیے اور بہرہ میثیت رہا یا کے فن پر کہاں تک اس کی ذمہ داری مائد ہوتی ہے لیکن وقت یہ ہے کہ محض بلواسطہ ٹیکسوں سے کام چلانا ممکن نہیں ہے، عملی نقطہ نظر سے اس میں بڑی بڑی دھکیں پیش آتی ہیں۔ اس کے علاوہ بعض لوگ اس بات کو نہیں مناسب خیال کرتے کہ ٹیکس ادا کرنے والوں کو یہ محسوس کرایا جائے کہ ان پر ٹیکس کا کس قدر بار پڑ رہا ہے۔ برطانات اس کے ان کی چارے ہے کہ حتی الامکان ٹیکس کا بار باری ہر نہ ہونے پائے بلکہ لوگوں میں بددلی، قرض اور نا امانی مول کرنے کا عیال

پیدا نہ ہو سکے۔

مکس بالواسطہ وہ محمول ہیں جو اشیا و خدمات یا اعمال پر لگائے جاتے ہیں۔ ان کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ دوسروں پر منتقل کیے جاسکتے ہیں۔ چنانچہ استیائے درآمد یا خود ملک کی بنی ہوئی چیزوں پر جو محمول لگائے جاتے ہیں، وہ گران قیمتوں کی شکل میں خریداروں پر منتقل ہو جاتے ہیں۔ بالواسطہ مکسوں کی خوبی یہ ہے کہ وہ نسبتاً کم نمایاں ہوتے ہیں اور ان کے جمع کرنے کا طریقہ ہی کچھ ایسا ہے کہ اس کی وجہ سے وہ بہت کچھ مخفی رہتے ہیں اور اس طرح بہ مقابلہ مکس بلا واسطہ کے ان کی زیادہ مخالفت نہیں ہوتی۔ مزید برآں وہ چھوٹی چھوٹی مقداروں میں ادا ہوتے ہیں اور اس لیے زیادہ گراں نہیں معلوم ہوتے۔ بالواسطہ مکسوں کی ایک اور خوبی یہ ہے کہ مکس لگانے کے لیے مناسب اشیا یا خدمات منتخب کر کے ان کے ذریعے سے ملک کے تمام طبقوں پر مکس کا بار ڈالا جاسکتا ہے۔ ضروریات حیات مکس کی ادائیگی سے مستثنیٰ کی جاسکتی ہیں اور تمام تعیشات پر حسب منشاء مکس لگایا جاسکتا ہے۔ اور پھر لطیف یہ ہے کہ تمام مکس ایک لحاظ سے انصافی ہو جاتے ہیں کیونکہ اگر کوئی شخص یا ہے تو محمول ادا کرے والی تعیشات کا استعمال نہ کر سکتا ضروریات راحت اور تعیشات پر جو محمول لگائے جاتے ہیں، ان میں تفریق پذیری کی صفت بھی موجود ہوتی ہے، یعنی رعایا کی خوش مالی کے زمانے میں جب عام طور پر دولت زیادہ صرف ہونے لگتی ہے تو ان مکسوں کی آمدنی میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ مزید برآں جب کبھی کسی فردی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے زیادہ آمدنی مطلوب ہوتی ہے تو شہرین مکس میں خفیف سا تغیر کرتے سے کام چل جاتا ہے۔ اس میں تنگدستی جب کبھی مکس میں کوئی تبدیلی کی جاتی ہے تو اس سے معاشی تنظیمات میں ضرور کچھ نہ کچھ گزر رہا ہوتا ہے۔ تاہم نئے نئے محمول لگانے سے تو یہی بہتر ہے کہ انہیں پائے یا تمباکو جیسی چیزوں کے مکسوں میں خفیف سا ترمیم دیا جائے۔

مکس بالواسطہ کے خلاف بہت سے ائمہ اہل حق نے کہا ہے کہ ایک تو یہ کہ کوئی نیا مکس لگانا حکومت کے لیے آسان نہیں ہے کیونکہ تجارتی تنظیمات بڑھ جانے کے خوف سے ہمیشہ اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی جاتی ہے۔ دوسرے یہ کہ اشیا پر مکس وصول کرنے میں بہ مقابلہ مکس بلا واسطہ کے زیادہ نقصان پہنچتی ہے اور

رہو بدل کیا جائے، دونوں صورتوں میں اس اعتراض کا اطلاق ہوتا ہے۔ ہر نئے ٹکس کی بدولت حالات کچھ نہ کچھ درہم برہم ہو جاتے ہیں، قیمت اور طلب اس سے متاثر ہوتے ہیں۔ لیکن ایک کافی مدت گزرنے کے بعد تجارت و صنعت جدید ناگزیر حالات کے ساتھ مطابقت پیدا کر لیتے ہیں ٹکس کا بار کم محسوس ہونے لگتا ہے اور قیمتوں اور طلب میں حالات جدید کے مطابق ضروری۔ تو بدل ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ باوجود بدینہ محبوب کے ایک قدیم ٹکس کو برقرار رکھنا اس قدر برا نہیں ہے جس قدر کہ ایک نئے ٹکس کا آغاز کرنا جو حالات موجودہ کو درہم برہم کر دیتا ہے خواہ وہ معاشی اصول کے کتنا ہی زیادہ مطابق ہو۔ اسی بنا پر یہ کہا جاتا ہے کہ قدیم ٹکس کو نئی ٹکس ہی نہیں ہے یا یہ کہ قدیم ٹکس جدید ٹکس سے بہتر ہے۔

ٹکس کا کوئی نظام ایسا نہیں ہے جس پر کچھ نہ کچھ اعتراض نہ کیا جاسکے۔ لہذا ہمیں کوئی ایسا نظام تلاش کرنا چاہیے جو کم سے کم قابل اعتراض اور زیادہ سے زیادہ موثر ہو۔ اس مقصد کی قریب ترین تکمیل ایک ایسے نظام سے ہوسکتی ہے جو بہت متوازن ہو۔ بالواسطہ و بلاواسطہ دونوں قسم کے محمولوں پر مشتمل ہو۔ اسی ذریعے سے مساوات بھی نسبتاً زیادہ حاصل ہوسکتی ہے، ہر طبقے سے اس کی استطاعت کے تناسب اور اس کی سہولت کے لحاظ سے ٹکس وصول کیا جاسکتا ہے۔ اس طرح ٹکس کا بار برابر برابر تقسیم ہو جائے گا اور ملک کی صنعت اس کی وجہ سے زیادہ درہم برہم نہ ہونے پائے گی۔

آج کل یہ خیال زیادہ قوی ہوتا جا رہا ہے کہ برطانوی نظام میں لچک پیدا کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ محمول آمدنی ہے۔ لیونگ ایک طرف تو محمول آمدنی بل یا ٹیکس کا اضافہ کرنا نہایت ہی آسان ہے اور دوسری طرف ایسے قلیل اضافے سے حد ۲۰ لاکھ پونڈ جی بی بی آمدنی حاصل ہو جاتی ہے۔ لیکن اگر صرف ایک ہی ٹکس کے ذریعے سے تمام نظام میں لچک پیدا کرنا مقصود ہو تو ایسی صورت میں نہایت ضروری ہے کہ اس ٹکس کا تعدیہ وسیع ہو اور معمولی حالات میں ادا کنندوں کو وہ زیادہ گراں نہ محسوس ہوتا ہو۔ کسی زمانے میں محمول آمدنی کے متعلق یہ خیال کیا جاتا تھا کہ وہ زیادہ تیزنگی اعتراض کے لیے نکالیا جاتا ہے لیکن آج کل وہ حکومت کی آمدنی کا نہایت ہی پیداوار اور ناگزیر جز بن گیا ہے اور اس پر آمدنی کے لیے سب سے زیادہ برومہ کیا جاتا ہے۔ لیکن خامی یہ ہے کہ

وہ قوم کے صرف ایک خاص طبقے پر عائد ہوتا ہے اور اس لیے یہ بات اصول مساوات کے خلاف ہے کہ معمولی اوقات میں بھی اس کی شہرت بلند رکھی جائے اور جنگ و جدال کے زمانے میں بھی اس کو مالیات کا مد محفوظ سمجھا جائے۔

مالیات کے ہر نظام میں اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ ٹیکس کا بار حق الامتلاں صرف آمدنی پر پڑے۔ اور نفاق اصل میں ٹیکس کی بدولت رکاوٹیں نہ پیدا ہوں کیونکہ وہی آئندہ مزید دولت پیدا کرنے کا ذریعہ ہے۔ صوفی شیعین نے یہ اصول عام طور پر تسلیم کر لیا ہے کہ دولت و رفعت کا روبرو باری حوصلہ مند ہے اور پیدائش دولت میں ٹیکس کی بدولت کم سے کم مداخلت ہونی چاہیے بمحصول موت ایک بلا واسطہ آمدنی معمول ہے جو اصل پر عائد کیا جاتا ہے اس کی نوعیت اور اس کا تعدیہ مشیات میں شامل ہیں۔ مثلاً ۱۹۱۲ء میں نئی دہلی میں پرمحصول لگائے جاتے ہیں۔ یہ بھی بلا واسطہ ٹیکس ہے جو ایک خاص قسم کے اصل پر عائد کیے جاتے ہیں۔ اب تک ان کے متعلق نہیں تھا۔ تجربہ ہوا ہے اس سے ظاہر ہے کہ ان کے وصول کرنے کے معصرت بہت زیادہ ہوتے ہیں اور اسی وجہ سے ان سے بہت کم آمدنی حاصل ہوتی ہے۔ اشیائے صرف کے ٹیکسوں سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ آمدنی کے نہیں بلکہ خرچے کے محصول ہیں اور ابتدا میں وہ دراصل ہیں بھی ہیں۔ لیکن چونکہ عام طور پر اخراجات آمدنی سے پورے کیے جاتے ہیں لہذا یہ ٹیکس بھی سالانہ آمدنی ہی سے ادا ہوتے ہیں الا ان صورتوں کے جبکہ فضول خرچی کی بدولت آمدنی کا کافی ہوتی ہے اور جمع شدہ اصل پر ہاتھ ڈالنا پڑتا ہے۔ بعض آمدنیاں اس قسم کی ہوتی ہیں کہ ان سے براہ راست ٹیکس وصول کرنا مناسب یا دقت طلب ہوتا ہے۔ ایسی آمدنیوں پر بار ڈالنے کے لیے ٹیکس بہ حساب صرف کا طریق اختیار کیا جاتا ہے غرض ٹیکس بلا واسطہ بھی انہی طریقوں میں سے ایک طریقہ ہے جن کی بدولت اصول استقامت کے مطابق عہدہ رآمد کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

ٹیکسوں کی تقسیم مختلف طریقوں سے کی گئی ہے :- ایک بدیہی طریقہ یہ ہے کہ ٹیکس بلحاظ معمول دولت و قبضہ دولت اور صرف دولت یا ہا الفادہ دیگر بلحاظ آمدنی اصل اور استعمال کے مختلف قسموں میں تقسیم کیے جائیں۔ ٹیکسوں کو ترتیب دینے کا یہ طریقہ اس لحاظ سے ضرور مفید ہے کہ اس کی بدولت پیدائشی تقسیم آمد صرف دولت پر

مکس کے معاشی اثرات کا پتہ چلتا ہے لیکن یہ تقسیم علمی اصول کے مطابق نہیں ہے اور حقیقت میں یہ ہے کہ مکسوا کی کوئی ایک تقسیم جو ہر لیٹاؤ سے مل جاتا ہو ناممکن ہے اور اس میں غلط فہم پیدا ہونا یقینی ہے۔ کیونکہ مکس ایک نہایت ہی پیچیدہ مسئلہ ہے اور اس میں مختلف امور کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔ اصول مساوات پر مقبوضی کے ساتھ قائم رہنا کافی مقدار میں آمدنی حاصل کرنا، پیداوار میں تقسیم دولت پر کیا معاشی اثرات پڑتے ہیں، ان کا خیال رکھنا، غرض مکس لکھتے وقت ان تمام امور کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ ظاہر ہے کہ ان حالات میں مکس کی کوئی ایسی تقسیم نہیں کی جاسکتی جو باطل اصول منطبق کے مطابق ہو یا علمی نقطہ نظر سے باطل ٹھیک ہو۔

مکس لکھنے کا مسد ایک خاص علمی مسئلہ ہے۔ اس کا مقصد یہ نہیں ہے کہ بہتر بہتر طریقہ جو ہمارے خیال میں آسکے اس کی تحقیقات کرے جیسا کہ بتایا جا چکا ہے مکس کا ہر موجودہ نظام نتیجہ ہے بہت سے تاریخی واقعات کا جن سے متاثر ہو کر وہ اپنی موجودہ صورت اختیار کرتا ہے۔ ملک کے مخصوص حالات، اس کے تمدنی وسائل اور ماحول اس کی صنعتی ترقی کی حالت، اس کے باشندوں کی عادات و خصوصیات اور اس کی حکومت کی تاریخ و شکل وغرض یہ ہیں وہ تمام باتیں جو مکس کے طریقوں پر اپنا اثر ڈالتی ہیں۔ اس طرح جو طریقہ ایک ملک کے لیے مناسب ہے، ممکن ہے کہ وہ کسی دوسرے ملک کے حالات میں ناموزوں ثابت ہو۔ جنس مسئلہ مجرد کی بنا پر مکسوں میں تغیر و تبدل نہیں کیا جاسکتا بلکہ ضرورت ہے کہ ملک کی تاریخ اور باشندگان ملک کے جذبات کو پیش نظر رکھ کر فیصلہ کیا جائے اور یہ دیکھا جائے کہ معاشی اور سیاسی نقطہ نظر سے مجوزہ طرز عمل کہاں تک مناسب ہوگا۔ اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ اسول ہی جگہ جگہ بدلتے جاتے ہیں بلکہ ان کا اطلاق مختلف حالات میں مختلف ہوتا ہے۔ ایک کم عمر نوآبادی کے لیے جس کی آبادی صد اویں کم اور دور دور پھیلی ہوئی ہے، آمدنی کا بہترین اور کم خرچ طریقہ یہ ہے کہ وہ بیرونی مال کی درآمد پر محصول لگائے۔ ترقی کے اس ابتدائی دور میں محصول آمدنی سے کام لینا وقت طلب بلکہ شاید ناممکن ہو۔ جوں جوں یہ نوآباد مقام نشو و نما پاتا جاتا ہے مکس کے دوسرے طریقے زیادہ موزوں ہوتے جاتے ہیں۔ قوم کی اعلیٰ تعلیم کی بدولت دولت نئی نئی شکلوں میں نمودار ہوتی ہے اور آمدنی کے نئے نئے وسائل پیدا ہوتے جاتے ہیں۔

جہاں تک برص انوی تنہا ہی کا تعلق ہے، اہر مے کے معاشی، معاشرتی اور سلی حالات بد آگاہ ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں شاہی زول ورائن یا اتحاد و تہذیب کا قیام ممکن نہیں ہے۔ اس میں شک نہیں کہ آبائی ملک خود مختار و آبادیات ذات علاقے اور شاہی و آبادیات غرض تنہا ہی کے تمام علاقوں میں جن بنیادی اصولوں پر عمل کر رہا تھا وہ سب دراصل ایک ہی ہیں۔ تاہم تفصیلی امور میں وہ ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ وہ اس کی یہ ہے کہ ان مقامات کے حالات ایک دوسرے سے جدا گانہ ہیں اور ہر قسم کے مانات میں مساوات کفایت اور سہولت سے ان مطالبات کا پورا کرنا ضروری ہے۔ اگر یہ طانیہ نامی میں معمول آمدنی اور معمول شراب سے یہ مطالبات پورے ہوتے ہیں تو ہمارے چند دستاویز جانیوں کے حالات میں انہی معاشی اصول پر عمل کرنے کا بہ ذریعہ معمول ٹھک ہے۔

آدم آسنہ کے قدیم اور مشہور قوانین معاملات ٹکس میں رہنمائی کے لیے اب عام طور پر تسلیم کیے جاتے ہیں۔ پٹ پٹیل اور گھنڈ سٹون کی اصلاحات کی بنیاد انہی قوانین پر تھی اور اب تک بھی ان کے متعلق یہ اعتقاد باقی ہے کہ ٹکس کی ہر معمول تجویز میں ان پر عمل درآمد کرنا ضروری ہے گو ان کے ساتھ اور بھی متعدد دھبے پھونٹے اصول شامل کیے جاسکتے ہیں۔ یہ قوانین چار اہم اصولوں پر مبنی ہیں مساوات، یقین، سہولت، نہایت۔

توازن مساوات جو اصول مصلحت پر مبنی ہے اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ ہر ریاست کی عایا کو چاہیے کہ حکومت کا کاروبار چلانے کے لیے جو اخراجات لاحق ہوتے ہیں ان کی فراہمی میں اپنے حسب استطاعت شریک ہو۔ یعنی ریاست کے زیر حفاظت ہر شخص جس قدر آمدنی حاصل کرتا ہے اسی کے تناسب سے اپنا حصہ ادا کرے۔ یہ ایک نہایت ہی بنیادی قانون ہے اور ٹکس کے پورے نظام پر ہمیشہ مجموعی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ لفظ چاہیے اس بات کی تاکید کرتا ہے کہ ٹکس کی ادائیگی ہر شخص کا فریضہ ہے۔ حکومت کا کاروبار چلانے کے لیے ان اخراجات سے ٹکس سیاسی مقصد ظاہر ہوتا ہے۔ ریاست کے زیر حفاظت ان اخراجات سے ان خدمات کا پتہ چلتا ہے جن کی خاطر ٹکس ادا کیا جاتا ہے۔ حسب استطاعت کا مقصد یہ ہے کہ حکومت کے مصارف میں سب برابر کے

شریک ہوں۔

بقیہ تین تو انہیں محض چند معاشی تمامہ سے ہیں جن کا اطلاق علیحدہ علیحدہ ہر فلس پر ہونا چاہیے تاکہ پیداواری کا مقصد پورا ہو۔ دراصل ان کا تعلق باہمی عمل نظام سے ہے۔ اور وہ حسب ذیل ہیں:-

۱۔ فلس جس کی ادائیگی نہیں پر لازم ہے کہ تمامہ موزوں بلکہ عیسائی موزوں کا وقت اور طریقہ اور فلس کی مقدار اور غرض یہ سب باتیں نہ صرف ایک گنبدہ بلکہ دوسرے تمام لوگوں پر بھی اچھی مدت واضح رہیں۔

۲۔ اب جو وقت اور جو طریقہ ایک گنبدہ کے لیے سب سے زیادہ سہولت کا باعث ہو، اسی وقت اور اسی طریقے کے مطابق فلس وصول کیا جائے۔

۳۔ (ج) فلس وصول کرنے کا ایسا انتظام کیا جائے کہ علاوہ فلس تمامہ کے ذرا اور بھی رہ جائیں اسلئے کہ دولت داخل ہوتی ہے کم سے کم قہر رعایا کی جیبوں سے باہر نکلے۔

۴۔ یہاں تک اصول یقین کا تعلق ہے برطانوی مملکت میں بہت سے طریقہ ساری کافی نہایت ہے۔ دارالحکومت میں فلس کی ذرا ذرا سی تفصیلی باتوں پر سامانہ ہو سکتا ہے اور ہر شخص اس سبب سے آگاہ اور واقف ہو سکتا ہے۔ اس کے علاوہ انیمسٹ فی منٹورس بنیہ کوئی فلس نہیں وصول کیا جاسکتا۔ بیعت عدہ محو پر فلس عدہ لارڈز پر بیعت عدہ کے لیے سخت مضرب ہے۔ وہ کو یا ایک قسم کا ایک جو جاتا ہے جو حکومت یا اس کے مسامین کی طرف سے ڈالا جاتا ہے۔ پھر میں فلس کے جوہر پیلے استعمال کیے جاتے ہیں اور جو لوگ کے حق میں سخت تباہی اور افلاس کا باعث تھے ان سے بیعت عدہ فلسوں کے ذریعے کی جیسی مثال دستیاب ہوتی ہے۔ اسی طرح فرانس میں انقلاب سے پہلے جو فلس ساری و رہائی زمین کا فلس وصول کیا جاتا تھا وہ بھی ایک بیعت عدہ اور وقتاً فوقتاً بدلنے والا فلس تھا جو کاشتکار کے مقبوضات پر لکایا جاتا تھا۔ اس کی شدت اور گہرائی بڑی سخت مصیبتوں کا باعث تھی اس کی بدولت مال مٹول اور غلط ہسانی کی عادتیں پھیل گئی تھیں اور مصیبت زدہ کاشتکاروں کی زندگی ہمیشہ غم و غمہ اور بددلی میں گزرتی تھی۔

سہولت سے مراد یہ ہے کہ فلس کا مطالبہ ایسے وقت پر اور اس طریق سے

کیا جائے کہ دولت پیدا اور صرف کرنے والوں کے معاملات میں وہ جتنی الامکان کم سے کم
مخل ہو۔ بہت سے ٹکس جو اب متروک ہو گئے ہیں، اس قانون کے سراسر خلاف تھے،
مثلاً Malt-tax — چبہ ایش کے کاروبار میں سس۔ ج جو تاح
سخت۔ Hop-tax — کی دہرے کا سنگار بسا اوقات اس بات پر مجبور ہوتے
تھے کہ فصل تیار ہونے کے بعد اپنی پیداوار جلد سے جلد فروخت کر ڈالیں تاکہ وہ ٹکس ادا
کر سکیں۔ اس کا نتیجہ ہوتا تھا کہ بازار میں یکایک رسد بہت زیادہ ہو جاتی تھی، یہ پیداوار
نہایت دلی قیمتوں پر فروخت ہونے لگتی تھی۔ اس سے درمیانی تاجر تو خوب فائدہ
اٹھاتے تھے اور پیدا کرنے والے کا سنگار سراسر نقصان میں رہتے تھے جو جوہر زمانے میں
سرکاری گوداموں کی بدولت کروڑ گیری اور چٹائی کے محصولوں سے تاجروں کو کم سے کم
مخلیف پہنچتی ہے اور استعمال کی چیزوں پر جو ٹکس لگائے جاتے ہیں وہ غریبوں سے
بوقت خرید وصول کیے جاتے ہیں اور اس طرح استعمال کرنے والوں کے لیے بہت زیادہ
مخلیف دہ نہیں ہوتے۔ اسی طرح معاہدات کے ٹکس اور میڈیٹ کے محصول بھی
امول سہولت کے مطابق ہیں کیونکہ اول الذکر مبادلے کے وقت آخر الذکر موت کے بعد
عائد کیے جاتے ہیں۔ محصول آمدنی بہ مقابل دوسرے تمام ٹکسوں کے شاید سب سے کم
اس قانون کے مطابق ہے۔ اور اگر کہیں یہ محصول عام کر دیا جائے اور ٹکس بالواسطہ کے
عوض استعمال ہونے لگے تو وہ نہ مایا لے حق میں اس قدر مخلیف دہ ثابت ہو کہ اس کا
برقرار رکھنا ناممکن ہو جائے۔

قانون کفایت اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ پیداواری ہر ٹکس کے لیے
ایک سروری خصوصیت ہے۔ ٹکس کا نصب العین آمدنی ہے اور محصول آمدنی کی وجہ سے
قوم کی پیداوار و قوتوں میں کمی نہ آئے چاہیے یعنی ٹکس وصول کرنے کا اس طور پر انتظام
کیا جائے کہ زمین، محنت اور اصل کی کارکردگی میں کسی طرح فرق نہ آنے پائے۔
جس ٹکس کو وصول کرنے کے لیے ضرورت سے زیادہ بڑے ملے کی ضرورت ہو جس کی
وجہ سے پیدایش میں بے ضرورت مصارف لائق ہوتے ہوں جو ادا کنندوں کے لیے
مخلیف دہ اور مل کی تضحیح اوقات کا باعث ہو جو رعایا کی آزادی میں رکاوٹیں پیدا
کرتا ہو انہیں چوری اور جیل جہتی کی ترغیب دیتا ہو، اصول کفایت کے سراسر منافی ہے۔

آدم ہستہ نے کفایت کو جس حد میں استعمال کیا ہے اس کے لحاظ سے باواسطہ ٹکس بہ مقابل بلا واسطہ ٹکسوں کے باعموم اسی اصول سے کم مطابق ہوتے ہیں یا بیشی ٹکس بھی اس اصول کے منافی ہیں کیونکہ ایک طرف تو ان کی بدولت محنت و اصل کم پیدا اور کاموں میں بگ جاتے ہیں اور دوسری طرف مصارف کے مقابل حکومت کو ان سے جو آمدنی حاصل ہوتی ہے وہ بہت تھوڑی ہوتی ہے ان کے فوائد کم اور مصائب نسبتاً زیادہ ہوتے ہیں اور ان کی بدولت جو اور کئی نقصانات لاحق ہوتے ہیں وہ جدا گانہ ہیں اشیاء پر ٹکس وصول کرنے کا ایک اور طریقہ جو کسی زمانے میں یورپ میں بہت عام تھا اور اب بھی ایران اور بعض دوسرے غیر ترقی یافتہ ممالک میں رائج ہے یہ ہے کہ حکومت کسی درمیانی شخص کو اس بات کا اجارہ دے دیتی ہے کہ وہ رعایا سے ٹکس وصول کرے اور خود اس شخص سے ہر سال کوئی معینہ رقم وصول کر لیتی ہے۔ اس طرح وہ خود ٹکس وصول کرنے کی ذمہ داری اور دوسری سبب سے بچ جاتی ہے۔ لیکن یہ طریقہ حکومت کے لیے پیداوار نہیں ہے کیونکہ اس کو دراصل جو آمدنی حاصل ہوتی ہے اس سے کہیں زیادہ رقم ظالم جابرہ دار رعایا سے وصول کر لیتے ہیں۔ یہ طریقہ زیادہ قومی تنگی کے ابتدائی مدارج میں دکھائی دیتا ہے ٹکس ادا کنندوں کو اس بات کا یقین نہیں ہوتا کہ انھیں کس قدر ٹکس ادا کرنا پڑے گا اور نہ ٹکس وصول کرنے میں ادا کنندوں کی سہولت کا کوئی خیال رکھا جاتا ہے۔ بسا اوقات ان ٹکسوں کی شرت بھی بہت بلند ہوتی ہے۔ غرض یہ طریقہ اپنی معاشی خامیوں کی بدولت ترقی میں رکاوٹیں پیدا کرتا اور رعایا کے حوصلوں کو پست کر دیتا ہے۔

فرانس میں انقلاب سے پہلے تین سو سال تک ٹکس پر ایک ٹکس لگایا جاتا تھا جو کلاہیل کہلاتا تھا۔ یہ ٹکس تمام قوانین ٹکس کے منافی تھا حکومت نے آمدنی کی غرض سے ٹکس کا اجارہ خود لے لیا تھا۔ رعایا میں ہر شخص اس بات پر مجبور تھا کہ ٹکس کی کم از کم اتنی مقدار خریدے جو حکومت نے معین کر دی تھی۔ اب ٹکس کی جو قیمت مقرر کی جاتی تھی وہ محض خود رانی پر مبنی اور بار بار بدلنے والی ہوتی تھی۔ اور بسا اوقات خانگی کمپنیوں کو اس ٹکس کا اجارہ دے دیا جاتا تھا جو ٹکس کی فروخت سے خوب دل کھول کر نفع کماتی تھیں۔ چوری بہت عام تھی اور آبادی کا ایک کثیر حصہ اس ناجائز عجبائی سے مستغول تھا

نہیں کی روں تمام کے لیے بہت سے مالی عہدہ دار نوکرتھے اور اس طرح ایک کثیر رقم ان کی خواہوں میں ضائع ہوتی تھی۔ غرض میں پہلو پر نظر ڈالیں یہ ٹکس امول کفایت کے برابر سٹافی اور اپنے اثرات میں جیسہ مخہ تھا۔

ٹکس کا ایک پیداوار کا قاعدہ اور مبنی بر انصاف نظام قائم کرنے کے لیے ان اسمبلی کے اہلکاروں کی ضرورت تھی وہ آدم احمد کے قوانین سے ہمارے پیش نظر ہو جاتے ہیں۔ انسانی مبنی بر انصاف نہ ہو گا وہ بانٹا غیر امول کفایت کے مستافی ہو گا۔ چونکہ اس کی بدولت صنعتی اور پس انداز کرنے والے اشخاص کی ہمتیں پست ہو جائیں گی دولت تھیں مقدار میں جمع نہ ہو سکے گی و ٹکس وصول کرنے کا امکان مشتبہ ہو جائے گا۔ اسی مسئلہ کا حل بنانے میں بقیہ عہدہ نمائندہ تعیناتی تحلیل و دو فنحوں غرضی طریقہ استعمال کرنے سے قیادت سہ ذمہ داری کی آمدنی میں بہت بڑی تخفیف ہو جائے گی۔ یہ بات۔ اور امول انصاف کے طلب بق ہے کہ نہ سائنس کی اور فوٹو کی ہوئی یہ دونوں پہلو حقوق اور مساویوں کے ہمیشہ ساتھ ساتھ ہیں۔ ان کے ادا کرنے والے کو بقیہ حاصل ہول معاہدات ٹکس میں اپنی ذاتی رائے دے سکے۔ یہ ملک میں نے ٹکس درجات منظور کرنے میں شریک ہو گا اسل پر یہ بات اور صوفیاتی ہے کہ ان اخراجات کے لیے آمدنی فراہم کرنے میں اپنے حسب استطاعت شریک ہو۔ جو طبقے بڑے حکومت ہوتے ہیں ان کا ہمیشہ یہ زبان ہوتا ہے کہ ٹکس کا بار زیادہ تر وہ سرے بقول پر ڈالیں حتی کہ زمانہ موجودہ میں بھی جبکہ کشش سیاسی عام کز عوام کی طرف منتقل ہو گیا ہے یہ زبان لچر کم نمایاں نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج کل بلا واسطہ ٹکسوں میں اضافہ کرنے اور بالواسطہ ٹکسوں کو کھٹانے کی طرف زیادہ میلان نظر آتا ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ آبادی کا کثیر حصہ اول الذکر سے مستثنیٰ اور

۱۔ ۱۹۳۰ء میں پاکستان میں ٹکس پر محصول چسکی لگایا گیا۔ دارالعوام کی مدلولیں بات سے مستثنیٰ یہاں ہر برقی ہیں کہ ٹکس کے محصول کی وجہ سے قوم کے لیے پھیلی کی رسید میں تھکنے کے زمانے میں کھٹ گئی۔

آخر الذکر سے متاثر ہوتا ہے۔

۴۵۔ اہم ہمت کے قانون مساوات پر معاشین کے درمیان بہت کچھ اختلاف رائے

۱۸۹۶ء میں دارالعوام میں مولانا زین العابدین نے
ہونے لگا تھا۔ ”واقعہ یہ ہے کہ ہمارے ہدیہ داران کا بہت زیادہ بلا واسطہ ٹکس لگانے والوں نے
برداشت کیا ہے۔ پچاس سال سے ہمارے مالی مسئلہ کا متواتر ہی میلہ رہا ہے۔ ممبران میں
محصول آمدنی عائد کرنے سے ایک سال قبل مین اسٹریٹ میں فی ہونڈ آمدنی میں ۱۲ شلنگ۔ پچاس
صارفین کے طبقوں سے اور ۱۲ شلنگ۔ ۴۰ پیسہ صاحب الماک طبقوں سے وصول ہوئے تھے۔
لیکن اب حالت یہ ہے کہ فی ہونڈ آمدنی میں ۱۰ شلنگ ۶ پیسہ صارفین سے اور ۱۲ شلنگ ۶ پیسہ
صاحب الماک طبقوں سے وصول کیے جاتے ہیں۔“

۱۸۹۲-۹۳ء میں ٹکس کی آمدنی — ۵۰ ملین پونڈ تھی۔ اس میں سے ۳۰ فی صدی آمدنی بلا واسطہ
ٹکسوں کا نتیجہ تھی اور ۲۰ فی صدی بلا واسطہ ٹکسوں کا۔“

۱۸۹۱ء میں ہونڈ آمدنی — ۸۰ ملین پونڈ تھی۔ اس میں سے ۶۰ فی صدی بلا واسطہ اور
۲۰ فی صدی بلا واسطہ ٹکسوں سے حاصل کی گئی تھی۔“

۱۸۹۱ء میں ۸۳۲۰۰۰ پونڈ میں سے ۶۰ فی صدی آمدنی بلا واسطہ اور ۲۳ فی صدی
بلا واسطہ ٹکسوں سے حاصل کی گئی تھی۔“

۱۸۹۵ء میں ۹۲۸۲۰۰۰ پونڈ آمدنی میں سے ۲۰ فی صدی بلا واسطہ ٹکسوں سے اور
۸۰ فی صدی بلا واسطہ ٹکسوں سے حاصل ہوئی تھی۔“

”مذکور بالا اعداد سے ظاہر ہوتا ہے کہ ٹکس کا بلا واسطہ ٹکس ادا کرنے والوں پر سے بہت زیادہ متعلق ہو کر
بلا واسطہ ٹکس ادا کرنے والوں پر مایہ جہ تا جابر ہا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ جہاں مین اسٹریٹ میں ٹکس ادا ہونڈ — ۱۲ شلنگ — ۴ پیسہ
بلا واسطہ ٹکسوں سے اور ۱۰ شلنگ ایک پیسہ بلا واسطہ ٹکسوں سے حاصل ہوتے تھے اب وہاں ایک ہونڈ — ۱۲ شلنگ —
۴ پیسہ اول الذکر اور ایک ہونڈ — ۲ شلنگ — ۶ پیسہ آخر الذکر قسم سے حاصل ہوتے ہیں۔“

اس بیان پر ملاحظہ کرتے وقت یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ پہلے اور عظیم ٹکسوں کی ربر دست
فانی اصلاحات (جن کی بدولت، پاکستان میں یہ اصول قائم ہو گیا) ٹکس کی فرض محض آمدنی ہے
۱۸۹۲ء اور ۱۸۹۶ء کے درمیان واقع ہوئی۔“

اور بحث مہارت ہو ہے۔ آدم سمجھنے سے استقامت کی تعبیر آدمی سے کی ہے۔ یہ ایک معروضی معیار ہے جو ایک مادی قابل احساس چیز یعنی ٹکس ہمارے سامنے پیش کر دیتا ہے۔ لیکن استقامت میں جو بنیادی خیال مضمر ہے وہ ایسا ہے جو دراصل ایک مومنوی کیفیت یا نفسی حالت ہے جس کا اندازہ کوئی مشترک بیرونی معیار نہیں کر سکتا۔ تاہم چونکہ مقصود ٹکس لگانا ہے ہذا ٹکس کو اصطلاحی انداز میں ہی کرنا ضروری ہے بل کے خیال سے قانون انصاف پر عمل درآمد کی بہترین ترتیب یہ ہے کہ ٹکس کی بدولت اکٹھندوں پر مساوی مساوی تکلیف نامہ جو۔ اور ٹکس لگانے سے پہلے ارار کرنے والوں کی جو حالت تھی وہی اس کے بعد بھی باقی رہے۔ مساوات ایسا ہے اصول پر عمل درآمد کرنے کی غرض سے متعدد توجیزیں پیش کی جاتی ہیں۔ مثلاً ضروریات کو ٹکس سے نشانی کر دینا ایک خاص مقدار سے کم آمدنیوں پر ٹکس نہ لگانا، ٹکس کے مادی قسائم کرنا تاکہ وہ نقصان مند طبقوں پر زیادہ بار ڈالنا بلکہ۔ ان توجیزوں پر عمل کرنے میں بڑی بڑی دقتیں پیش آتی ہیں اور ان سب کا نتیجہ اصولیہ آوری کے مخالف ثابت ہوتا ہے حتیٰ کہ ایسے ذرائع ہی دستیاب نہیں ہیں جن کی مدد سے ٹیک ٹیک یہ اندازہ ہو سکے کہ آیا فی الواقع سب اکٹھندوں کو مساوی تکلیف پہنچتی ہے۔ البتہ ایک نہایت ہی سہجی اندازہ ممکن ہے۔

۴۸

پہلے فیصلہ یہ ہوتا ہے کہ اس سلسلے میں ایک اصطلاحی قلیل ترین اعداد افادہ تھمیز کی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ یہ اصطلاح نسبتاً ضروری ہے کسی چیز یا خدمت کی قدر کا اگر ہم اندازہ کرنا چاہیں تو اس کا صرف ایک کلی معیار ہے اور وہ کل ہے اس قیمت پر جو ہم اس چیز یا خدمت کے استعمال کی خاطر دینے پر آمادہ ہوں۔ اصطلاح مذکور اسی معیار کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ تاہم اس میں ہی ایک وقت موجود ہے ہر شخص اپنے لیے کسی چیز کے افادہ نمائندہ کا خود ہی اندازہ کرتا ہے جس کا اظہار اس قیمت سے ہوتا ہے جو وہ اس کے معاوضے میں دینے پر آمادہ ہو جسوں کی صورت بالکل بے گانہ ہے یہ تو حکومت کی طرف سے لگائے جاتے ہیں اور یہاں آخری افادے یا اعداد افادہ کا اندازہ ایک بیرونی قوت یعنی حکومت کرتی ہے۔

استقامت کی تعبیر حیثیت سے کسی کی جاتی ہے اس صورت میں مومنوی خیال کا کوئی شائبہ نہیں رہتا۔ سوال یہ رہ جاتا ہے کہ کس حد تک ٹکس برداشت کرنے کی

قابلیت موجود ہے۔ اور آمدنی کو اس کا معیار سمجھا جاتا ہے۔ اس رائے کے مطابق اتنا تو ضرور ہے کہ آبادی کا کوئی طبقہ ادائی گس سے مستثنیٰ نہیں ہو سکتا جیسا کہ کسی زمانے کا قاعدہ تھا یا جس طرح فرانس میں انقلاب سے پہلے رواج تھا۔ لیکن پھر بھی مساوات کا حاصل کرنا بے مد مشکل ہے۔ کیونکہ آمدنی مخصوص مقامی حالات کے تابع ہوتی ہے۔ یہ تو یقینی ہے کہ ہر شخص کو ٹکس ادا کرنا چاہیے لیکن سوال یہ ہے کہ کس مناسبت سے؟

جس طرح مساوات ٹکس کا بنیادی اصول ہے اسی طرح یہ اصول بھی بہت اہم ہے کہ ٹکس لگانے سے قوم کی پیداوار و قوتوں میں تخفیف واقع نہ ہو۔ لیکن اگر استطاعت کا معیار محض آمدنی قرار پائے تو تمام ازیں کہ وہ آمدنی زمین سے حاصل ہوئی ہو یا منت یا اصل سے پیدا آوری کو ضرور نقصان پہنچے گا۔

اگر ہم بلالحاظ اور باتوں کے صرف نہ کی شکل میں آمدنی پر نظر ڈالیں تو اس سے ٹکس ادا کرنے کی استطاعت کا کوئی صحیح اندازہ نہیں ہو سکتا۔ بہت سے اشخاص کی آمدنی زندگی میں مساوی ہوتی ہے لیکن ان کے دوسرے حالات غیر مساوی ہوتے ہیں۔ جس کی وجہ سے ان کی ٹکس ادا کرنے کی استطاعت ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہے۔ اسی بنا پر جنتام، بل اور رکارڈو نے یہ تجویز پیش کی کہ آمدنی کا ایک قلیل ترین حصہ جو زندگی کے لیے درکار ہو، ادائی گس سے مستثنیٰ کر دیا جائے۔ کیونکہ جب تک کوئی شخص زندہ نہ رہے وہ کیونکر ٹکس ادا کر سکتا ہے۔ لہذا انھوں نے یہ رائے قائم کی کہ ٹکس ادا

کرنے کی قابلیت کا اندازہ انھوں نے کہ خام آمدنی سے کیا جائے۔ کیونکہ یہ بات کفایت شعاری کے خلاف ہے۔ ادائی گس کی بدولت قوت پیدا آوری میں ہر جہت واقع ہو۔ لیکن انصاف اس بات کا مقتضی ہے کہ استثنائے یہ جو قلیل مقدار معین ہو وہ ہر صورت میں ایک ہی نہ ہو بلکہ مختلف حالات میں بدلتی رہے۔ کیونکہ نہوریات زندگی کی تعریف مطلق نہیں بلکہ ہر شخص کی حیثیت و رتبہ اور وظائف زندگی کے لحاظ سے اضافی ہوتی ہے۔ اس وجہ سے استثنائے ٹکس کی کوئی معین مد نہیں قائم کی جاسکتی جو ہر حالت میں یکساں رہے اور اگر بالفرض ہم ایسی کوئی مد قائم بھی کر دیں تو وہ محض خود ادائی پر مبنی ہوگی۔ لیکن ٹکس آمدنی والوں کو مستثنیٰ کرنے کے بعد بھی کوئی محصول آمدنی ایسا نہیں ہے جو تقسیم قہ یہ کے نقطہ نظر سے منی بر انصاف ہو۔

۵۱ فی صدی محمول۔ اپونڈ فالس آمدنی پر بہ مقابل ایک ہزار پونڈ فالس آمدنی کے بہت زیادہ ایشار کا باعث ہو گا۔ اس مشکل کو حل کرنے کے لیے ایک تجویز یہ پیش کی جاتی ہے کہ محمول آمدنی متاید ہو۔ لیکن جو یہ جی پی اے بنایا جائے گا وہ بھی خود رانی پر مبنی ہو گا۔ لہذا یہ عملی وقت تو باقی رہ جاتی ہے کہ کیونکر مختلف حالات میں مساوات حاصل کی جائے۔ مزید برآں ایک اور اعتراض یہ پیش ہوتا ہے کہ بڑی بڑی آمدنیوں سے جھاری ٹیکس وصول کرنا گویا زیادہ مصحتی اور پس انداز کرنے والے اشخاص پر بھرانہ لگانا ہے۔ اس کا مقصد اصل میں رکاوٹیں پیدا کرنا اور اس طے پیدائش میں تخفیف کر کے ٹیکس کے مقصد اصلی کو ناقص بنانے کا یقینی ذریعہ ہے۔ پاکستان کے محمول آمدنی میں ان خالصوں کے اخراجات نوٹ کر کے اس طور پر کوشش کی گئی ہے کہ اول تو بہت کافی مقدار ۱۹۰۱ پونڈ ٹیکس کی آمدنیاں ادائیگی سے مستثنیٰ کر دی جاتی ہیں اور اس کے علاوہ تخفیفات یا رعایات کی تجویز پر مل کیا جاتا ہے جس کی بدولت ٹیکس بجائے متاید کے متناقص ہو جاتا ہے۔ اس طریقے کی حمایت میں سب سے بہتر دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ وہ شخص ایک بڑے نظام کا جز ہے اس کا اثر قوم کے صحت فیل حصے پر پڑتا ہے اور نتیجہ میں اس سے بالکل نفی رہتا ہے۔ لیکن اس کے مقابلے میں چھوٹی آمدنی والے بہت سے بالواسطہ ٹیکس ادا کرتے ہیں اور اس طرح محمول آمدنی سے بچ رہے ہیں۔

آمدنی کو استطاعت کا معیار قرار دینے کے خلاف اور بھی اعتراضات کیے جاتے ہیں مثلاً یہ کہ اس بات کا کوئی خیال نہیں کیا جاتا کہ ذریعہ آمدنی کی نوعیت کیا ہے آیا وہ دوامی مشغولات اصل سے حاصل ہو رہی ہے یا بطور عارضی اور غیر یقینی کمائی کے ہے جس میں سے بڑھاپے اور اتفاقی اخراجات کے لیے کچھ پس انداز کرنا ضروری ہے۔ عدم مساوات کے اس سبب کا ایک بہت ہی جزئی احساس اس بات سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہر کمپنیوں کے اقساط پر محمول آمدنی نہیں وصول کیا جاتا۔ لیکن پس انداز کی اور بھی متعدد صورتیں ہیں جو اسی قسم کے سلوک کی مستحق ہیں مگر

ان سب پر استثنائے اطلاق دائرہ عمل سے خارج معلوم ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ آمدنی کی بنا پر مساوات ایثار کا اندازہ کرنے سے پہلے ضرورت ہے کہ افراد کے مخصوص حالات کا لحاظ کیا جائے۔ مثلاً خاندان کی وسعت، متعدد مطالبات جو افراد پر ان کی تمدنی حیثیت اور معاشرتی فرائض کی وجہ سے عائد ہوتے ہیں، آمدنی حاصل کرنے والے کی صحت اور اس کی زندگی کا وہ زمانہ جس میں وہ کام کر سکتا ہے اور دوسرے حالات جو اس کی آمدنی کو کم و بیش مشکوک بنا دیتے ہیں۔ مدم مساوات کی ان صورتوں پر غور کرنے سے قطعی طور پر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ باوجود ایک مقدار کو مستثنیٰ کر دینے کے شخص آمدنی ادائیگی کی استطاعت کا کوئی قابل اعتبار معیار نہیں ہے۔ مکمل مساوات حاصل کرنا تو دائرہ امکان سے باہر ہے البتہ اس کے قریب قریب پہنچنے کے لیے ضروری ہے کہ ٹیکس کے مختلف طریقوں کو ایک مشرک نظام کے تحت لا اراکان سے کام لیا جائے۔

ایک جگہ کی یہ رائے ہے کہ ٹیکس کی بنیاد محض صرف پر ہونی چاہیے کیونکہ صرف ہی ادائیگی ٹیکس کی استطاعت کا بہت معیار ہے لیکن محض ترجیح پر ٹیکس لگانا مساوات کو قائم رکھنا بہت وقت طلب ہے۔ اور ایک پیچیدہ تمدن میں مشکل سے اس پر عمل ہو سکتا ہے۔ استعمال کی سیکیڑوں، چیزوں پر معمول لگانا پیسے کا جس کے لیے ایک نہایت ہی مشکل انتظام کی ضرورت ہوگی اور ٹیکس وصول کرنے میں بہت زیادہ مصروفیات لاحق ہوں گے۔ اس کے علاوہ خود صرف کی صحیح سمجھتے تعریف کرنا ضروری ہوگا۔ اور یہ فیصلہ کرنا پڑے گا کہ آیا ٹیکس صرف اس دولت پر لگایا جائے جو ذاتی راحت و آرام کی خاطر فرحتی کی جاتی ہے یا اس دولت پر بھی جو صنعت و حرفت کی ترقی میں لگائی جاتی ہے، بالفاظ دیگر ٹیکس محض دولت پر لگایا جائے یا اصل پر بھی۔ ظاہر ہے کہ ایسی صورتوں میں امتیاز کرنا کس قدر دشوار ہوگا۔ مزید برآں یہ بات بہت قریب عقل ہے کہ اس طریق کی بدولت لوگوں میں حیلہ جوئی کی عادت بہت عام ہو جائے گی۔ یہ مستقل دولت ادائیگی ٹیکس سے محفوظ رہے گی۔ دولت صرف کبے والوں کی ہتھیں پست ہو جائیں گی اور اس کی وجہ سے پیدا ہونے والی دولت میں تخفیف ہونے لگے گی۔ بہت کم پیسے بقاء حیات کے لیے اہل ہوتی ہیں۔ ان کی خریداری سے مطلق گریز نہیں ہو سکتا۔ ظاہر ہے کہ جس شخص کی دخل آمدنی محض ضروریات زندگی کے ہم پہنچانے میں ختم ہو جاتی ہو،

اس کو اپنی کل آمدنی پر ٹیکس ادا کرنا پڑے گا۔ اس طرح جو لوگ ادائیگی ٹیکس کی سب سے کم استقامت رکھتے ہیں انہی کو سب سے زیادہ اس ٹیکس کا بار اٹھانا پڑے گا۔ بلاتیہ ٹیکس میں ایک صدی قبل ٹیکس کا جو نظام مروج تھا اس کو دیکھنے سے اس اصول کے عملدرآمد کا پورا غماز پیش نظر ہوتا ہے۔

بعض اوقات ایک تجویز اور پیش کی جاتی ہے۔ وہ یہ کہ ٹیکس محض اس دولت پر لگایا جائے جو بچ رہے۔ لیکن اس تجویز پر عمل کرنا گویا دولت پس انداز کرنے والے اشخاص کو ایک قسم کی سزا دینا ہے۔ اس کی وجہ سے اصل کی مقدار میں تخفیف ہونا یقینی ہے۔ ہستیار اور انجام میں عزت اس کی بدولت نقصان اٹھائیں گے اور مسرت و فخر خالی رہے گا۔ اس کے بارے میں بالکل محفوظ نہیں ہے۔ یہ طریقہ بالکل بے سود اور آپ اپنی تباہی کا باعث ہو گا۔ لیونکہ اس کی بدولت پیدائش میں رکاوٹیں واقع ہوں گی اور اس طے آمدنی کے ذرائع منقطع ہو جائیں گے۔ مزدوروں کی ایک کثیر تعداد کے ذرائع معاش منقطع ہو جائیں گے۔ اور اس طرح ایک طے آمدنی ٹیکس کی بدولت روز بروز زیادہ ہوتی جائے گی اور دوسری طرف محمول ٹیکس کے وسائل کم ہوتے جائیں گے۔ بالآخر مجبور ہو کر محمول آمدنی کے دوسرے ذرائع اختیار کرنا پڑیں گے۔

اگر ٹیکس کی شرح بہ مورت میں یکساں ہے تو آمدنی اور دولت کی مقدار کچھ ہی ہو تو ایسا ٹیکس محمول متناسب کہلاتا ہے۔ فی صدی آمدنی یا دولت کے حساب سے یہ ٹیکس لگایا جاتا ہے اور مقدار آمدنی یا دولت کے متناسب سے کم و بیش ہوتا ہے۔ محمول آمدنی (بش لیکن اس میں تنفیفات کو نظر انداز کر دیا جائے) ٹیکس متناسب ہی کی ایک مثال ہے۔ کیونکہ خواہ آمدنی کی مقدار کچھ ہی ہو اس کی شرح میں تغیر نہیں واقع ہوتا۔ اصول تناسب کی حمایت تو اس لیے کی جاتی ہے کہ وہ ایک نہایت سادہ طریقہ ہے اور اس پر عمل درآمد بہ حد آسان ہے۔ لیکن وہ قابل اعتراض اس لیے ہے کہ اس کی بدولت قانون مساوات کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔ ظاہر ہے کہ بسا اوقات آمدنیاں اس قدر کثیر ہوتی ہیں کہ ان پر اس سے کہیں زیادہ ٹیکس لگایا جاسکتا ہے۔

اصول مساوات پر زیادہ کامیابی کے ساتھ عمل کرنے کی غرض سے تدریجی

نگس کی حمایت کی جاتی ہے۔ تدریج کے متعدد طریقے ہیں جن میں سے ہر ملک میں ایک ایک طریقہ اختیار کر لیا جاتا ہے۔ اور اسی کے مطابق رعایا سے محصول آمدنی وصول کیا جاتا ہے۔

محصول متزائد تدریجی نگس ہی کی ایک صورت ہے۔ جوں جوں آمدنی بڑھتی جاتی ہے شرح نگس میں اضافہ کیا جاتا ہے۔ محصول بہ حساب جائداد اس اصول کی بہترین مثال ہے۔ اس محصول کے بارہ مدارج قائم کئے گئے ہیں۔ پہلا درجہ ایک سو پونڈ بہ حساب ایک فی صدی شروع ہوتا ہے۔ اور آخری درجہ ایک ملین پونڈ پر بہ حساب ۸ فی صدی ختم ہوتا ہے۔ تدریج کی ایک اور مثال محصول مکان سکونت ہے۔ طریقہ تدریج کے استدلال کی بنیاد مسئلہ تکفیل افادہ پر رکھی جاتی ہے اس طریقے کے حامیوں کا یہ بیان ہے کہ جس طرح ایک مد معینہ کے بعد مزید دولت کا افادہ گھٹتا جاتا ہے، اسی طرح ساتھ ساتھ ایشیا کا اثر بھی کم محسوس ہونے لگتا ہے۔ لہذا اگر بڑی آمدنیوں پر نسبتاً اعلیٰ شرح سے نگس لگایا جائے تو ادا کنندوں پر نسبتاً زیادہ بار نہیں پڑے گا۔ بلکہ وہ بھی دراصل اتنا ہی ایشیا کر رہے گئے جتنا کہ چھوٹی آمدنیوں والے جو نسبتاً ادنیٰ شرح سے نگس ادا کرتے ہیں۔ طریقہ تدریج کے خلاف جو اعتراض کیے جاتے ہیں وہ یہ ہیں کہ یہ طریقہ زیادہ تر خود رائی پر مبنی ہے۔ شرح نگس میں اس طرح اضافہ کرتے جتنا کہ گویا ادا کنندوں کے املاک کو زبردستی چھین لینا ہے۔ اور یہ طرز عمل کفایت اور پیدا ایش دولت کے برعکس منافی ہے۔ مزید برآں اس طریقے سے بیجا فائدہ اٹھانے کی ہمیشہ بہت کچھ گنجائش موجود رہتی ہے۔ بہت ممکن ہے کہ اس کو رعایا کی دولت ضبط کرنے کا ایک ذریعہ بنا لیا جائے۔ وہ سرے یہ کہ اس طریقے کی بدولت حیلہ جوئی اور غلط بیانی کی عادتیں بڑھ جاتی ہیں اور ملک کی دولت میں تخفیف ہو جاتی ہے کیونکہ یا تو پس اندازی کی عادت منقوہ ہو جاتی ہے یا دولت ایسے ممالک میں منتقل کر دی جاتی ہے جہاں اطمینان کے ساتھ اس سے مستفید ہونے کا زیادہ امکان ہے۔

غرض تدریج کی حمایت میں دیکھ لیجئے کہ وہ ایک معقول اور مستوسط جہان پر اختیار کی جائے، جو استدلال کیا جاتا ہے وہ ہمیشہ مجموعی صحیح معلوم ہوتا ہے نگس کے

ایک ایسے نظام میں جو مختلف معمولوں کا مجموعہ ہو، اگر ہر ریح کا اسحاق چند بلا واسطہ ٹکسوں تک محدود رکھا جائے تو مساوات اور پیداوار میں کے مطالبات کی تکمیل میں اس سے بہت کچھ مدد مل سکتی ہے۔ جہاں تک معمول بنانیدہ اور کاغذی ہے اسی میں ذرا شک نہیں کہ جس قدر میراث کی مقدار زیادہ ہوتی ہے اسی قدر ادائیگی کی استطاعت میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ اور یہ بات بالکل ترین انصاف ہے کہ جو لوگ اس قدر کثیر میراث کے مالک بننے والے ہوتے ہیں ان پر اعلیٰ شرح سے ٹکس لگایا جائے، خواہ بالاخر ان سے جو دولت حاصل کی جائے وہ ہمیشہ جموئی کمٹی ہی کثیر دیکھائی دے۔

تیسرا ایک وجہ اور یہ بات دہن نشیں کر لینی چاہیے کہ یہاں تک کہ عظیمی میں اصول آمدنی کا ہر نظام قائم ہے وہ بہت سے ٹکسوں کا مجموعہ ہے جس کا ایک جز معمولات موت بھی ہیں۔ پس اندازہ دہی ہے کہ ہم بہت ہی ایک ٹکس اور اس کے اثرات کو دیکھ کر کوئی قطعی رائے قائم نہ کریں بلکہ ہمیشہ جموئی تمام نظام پر نظر ڈالیں۔ اس وقت میں یہ معلوم ہو گا کہ معمولات میں جو مدارج قائم کیے گئے ہیں ان کے ذریعے سے نظام ٹکس کے ذریعے اجزاء کے عدم مساوات کی تلافی ہو جاتی ہے۔ مثلاً یہ ممکن ہے کہ بالواسطہ ٹکسوں کے ذریعے سے رعایا کے چند طبقوں پر زیادہ بار پڑ رہا ہو۔ ایسی صورت میں معمولات موت کے ذریعے سے مختلف طبقوں میں توازن قائم رکھا جاسکتا ہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ بڑی سے بڑی مہارت والا انسان بھی مختلف طبقوں کے درمیان کوئی ایسا توازن یا مساوات قائم نہیں کر سکتا جو ہر لحاظ سے مکمل ہو اور جس میں مطلق کوئی خرابی نہ نظر آئے۔ لیکن مسئلہ ٹکس مختلف مالک کی حکومتوں پر اس قسم کی ذمہ داری عائد کرتا ہے۔ لہذا اس ذمہ داری کو پورا کرنے کا صرف یہی ایک ذریعہ ہے کہ نظام ٹکس کے مختلف حصے اس طور پر ترتیب دیئے جائیں کہ ان سے ہمیشہ جموئی زیادہ سے زیادہ مساوات حاصل ہو سکے۔

مکسوں میں تدبیج قسائم کرنے کا ایک اور طریقہ یہ ہے جو اصطلاحاً حوالہ جعنی کہلاتا ہے۔ اس اصول کے مطابق جوں جوں مفاد بڑھتی ہے شرح مکس میں تخفیف ہوتی جاتی ہے۔ مکس کی یہ شکل عملاً شاذ و نادر ہی اختیار کی جاتی ہے۔ تاہم فرانس کا شخصی مکس اور ٹکس آئسٹن ان اس کی اچھی مثالیں ہیں۔ یہ ٹکس فرانس میں چھوٹی چھوٹی حدی میں رائج تھے جبکہ وہاں غریب طبقوں سے ہاموم زیادہ ٹکس وصول کیا جاتا ہے۔

عزت کے بعد سے محمول آمدنی اور موت کے معمولوں میں متعدد تبدیلیاں کی گئیں جن کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ معمول اختلافی اور بڑھتے رہے۔ شدید بن گئے۔ آج کل جو یہاں قسائم اس کے لحاظ سے مکتب اور غیر مکتب آمدنیوں میں یا بالفاظ دیگر اہل اور شغل اصل کے دو ہیں اختیار کیا جاتا ہے۔

ایشیا پر ٹکس متزاید کا الملاق آسانی کے ساتھ نہیں ہو سکتا اور اگر اس کی کوشش کی گئی تو سمجھنا بہت زیادہ اور نتائج ناقص ال المیدان ہوں گے اور اس طرح قانون پیدا آوری کی تکمیل نہ ہو سکی۔ مزید برآں بڑی بڑی صنعتوں کی پیداواروں پر ٹکس متزاید کا اثر قانون تشوہ حاصل کے

۱۰۔ فرانسیسی کے پیمانے کے مطابق صرف ۱۳۰ پونڈ تک کی آمدنی ادائیگی سے مستثنیٰ کی گئی۔ اس سے پہلے یہ مقدار روزیادہ تھی۔ ۱۳۰ پونڈ سے زیادہ مقدار والی آمدنیوں پر حسب اہل شرحوں سے ٹکس لگایا گیا۔

۱۰۰ پونڈ تک	حصہ مکتب پر ۲ ش ۲ پ	اور غیر مکتب پر ۳ ش
۱۰۰ پونڈ	۲ ش ۲ پ	۳ ش ۲ پ
۱۵۰ پونڈ	۲ ش ۶ پ	۳ ش ۴ پ
۲۰۰ پونڈ	۳ ش ۶ پ	۳ ش ۴ پ
۲۵۰ پونڈ	۳ ش ۴ پ	۳ ش ۴ پ
۳۰۰ پونڈ کے	۳ ش	۳ ش

مخالف اور اس طریق معاشی نقصان کا باعث ہو گا۔ آمدنیوں پر ٹیکس متاثر کیا جائے گا۔ سیاسی نقطہ نظر سے غلات انصاف ہو گا۔ کیونکہ ہمارے پاس کوئی ایسا پیمانہ نہیں ہے جس کی مدد سے مختلف افراد کے ایثار کا ٹھیک ٹھیک اندازہ کیا جاسکے۔ پیمانہ نہایت آسانی کے ساتھ اس طور پر بنایا جاسکتا ہے کہ آمدنی کا ایک بہت بڑا حصہ ٹیکس کی نذر ہو جائے اور اس طرح آمدنیوں میں تخفیف واقع ہو جائے۔ نتیجہ اس کا یہ ہو گا کہ محنت و جانفشانی اور کفایت شعاری کی عادتیں مفقود ہو جائیں گی، بیدار نش دولت میں کمی واقع ہوگی، ملک کا اصل باہر چلا جائے گا اور معاشی ترقی رُک جائے گی۔ چپنہ لوگوں پر ٹیکس کا اثر بہت گراں ہو گا اور دوسرے لوگ محض اس کے نتائج با بعد سے متاثر ہوں گے۔ مدایم طور پر کافی آمدنی حاصل کرنے کے لیے اس قسم کے ٹیکس پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔ ایک طرف تو اس کی بدولت قانون مساوات کی خلاف ورزی ہوگی اور دوسری طرف وہ اپنے معاشی مقصد یعنی مستقل پیداواری میں ناکام ہو گا اور اس طرح قوم کے نظام ٹیکس کی اولین ضرورت ہی پوری نہ ہو سکے گی۔ اس بات کے بار بار دہرانے کی چنداں ضرورت نہیں ہے کہ ٹیکس کی بدولت محنتی اور پس انداز کرنے والے اشخاص کی ہمتیں پست نہ ہونے پائیں تاکہ خود ٹیکس کی پیداواری میں کسی قسم کی رکاوٹ پیدا نہ ہو۔ کیونکہ یہ ایک بدیہی بات ہے کہ ٹیکس محنت ہی کے ثمرات سے ادا کیئے جاسکتے ہیں۔

آدم آئتمہ کے قوانین کے ساتھ بعض چھوٹے چھوٹے قاعدے بہ طور ضمیمہ شامل کیئے جاسکتے ہیں جو دراصل اصول مساوات و کفایت سے ماخوذ اور مندرجہ بالا مباحث کے نتائج ہیں۔

۱) ٹیکس کا نظام بالکل سادہ اور واضح ہو اور آسانی کے ساتھ لوگوں کی سمجھ میں آسکے۔ اور اس کے تقدیر کا کم و بیش یقین کے ساتھ پتہ لگایا جاسکے۔ زندگی کی ابتدائی ضروریات اس سے مستثنیٰ ہوں۔ اور وہ صرف ایسی چیزوں تک محدود رہے جو بہت زیادہ ضروری نہ ہوں یا جو تعیضات میں شامل ہوں۔

۲) صنعت و حرفت کے طریقوں میں ٹیکس کے انتظامات کی بدولت کم سے کم مداخلت ہو۔ ٹیکس خالص آمدنی پر لگایا جائے اور وہ بھی اس طرح کہ نہ اضافہ اصل میں

رکاوش پیدا ہو اور نہ لوگ اپنا اصل ملک سے باہر بھیجنے پر مجبور ہو جائیں۔
 (۳) ٹکس کے نظام میں بحیثیت مجموعی ٹمک یا تغیر پذیر می کی گنجائش ہو۔
 بالفاظ دیگر ہر سال کی آمدنی اس سال کی ضروریات کے مطابق کم و بیش کی جاسکے۔
 اور اس کے لیے موجودہ ٹکسوں میں رد و بدل کرنا ٹکس لگانے سے زیادہ بہتر ہے۔
 (۴) ٹکس کا وہ نظام زیادہ مناسب ہے جو بلواسطہ اور بالواسطہ دونوں
 قسم کے ٹکسوں پر مشتمل ہو۔ اس کی بدولت مختلف طبقوں پر ٹکس کا بار ڈالا جاسکتا ہے
 اور قانون مساوات کی تکمیل ہو سکتی ہے۔ مزید برآں جب کبھی کوئی فوری ضرورت
 لاحق ہو تو تغیر و تبدل کے لیے ہمارے سامنے بہت سے ذرائع موجود رہیں گے اور
 فوراً روپیہ فراہم کرنے میں بہت کچھ سہولت ہوگی۔

(۵) جنزوں پر جو ٹکس لگائے جاتے ہیں ان میں بار بار رد و بدل کرنا چنداں مناسب
 نہیں، کیونکہ ہر تین سال بعد اسے رد و بدل کرنا پڑتا ہے۔ یہ نہ کچھ تہ وبالا کر دیتی ہے۔ قدیم ٹکسوں سے شایستگی
 پیدا ہونے والی ہوگی کہ یہ ٹکس آج موجود ہوئے جن سے بالواسطہ بہت سے اغراض
 متاثر ہوتے ہیں۔ اس اصول کو اصول تقین بشکل استقامت کا نام دیا گیا ہے۔



نوٹ :- خاص محمول مناسب میں محض آمدنی معیار ہے لیکن مشروط محمول مناسب کی حالت
 اس سے جداگانہ ہے ایسی صورت میں ضرورت ہے کہ مختلف قسم کے رد و بدل کو پیش نظر رکھا جائے۔
 مثلاً تخفیفات، اقل مقدار جس پر ٹکس معاف ہو، رقوم پس اندازہ (ذمیہ) جو ادائیگی ٹکس سے
 مستثنیٰ ہوں، وسیلہ آمدنی داجرت یا سود کا لحاظ یا اخراجات خاندان کے لیے منہائی وغیرہ۔

چوتھی فصل

(۰)

بلو اسٹہ ٹکس لگانا مالک اور آمدنی کے محصول

(۰)

زمانہ گزشتہ میں بادشاہوں کی آمدنی زیادہ تر زمین سے حاصل کی جاتی تھی۔ سیکسن۔ انگریز بادشاہوں کے دور حکومت میں آمدنی کا بڑا آمدن شاہی زمینات تھیں۔ گو تحفظ ملک کے لیے وقتاً فوقتاً دوسرے ٹکس بھی عاید کیے جاتے تھے مثلاً زہر جہاز، زہر ڈین اور زر آتشدان۔ زر ڈین اس حیثیت سے زیادہ دلچسپ ہے کہ وہ انگلستان میں سب سے پہلا ٹکس ہے جو زر کی شکل میں وصول کیا گیا۔ یہ ٹکس اولاً اس لیے لگایا گیا تھا کہ ڈینی حملہ آوروں کو کچھ روپیہ دے کر انگلستان پر حملہ کرنے سے باز رکھا جائے۔ بعد ازاں وہ محصول زمین کی شکل میں تبدیل ہو گیا اور بارہویں صدی کے اختتام تک رو اجا جاری رہا۔ فتح نارسن کی بدولت شاہی زمینات میں بہت اضافہ ہو گیا۔ اور بعد ازاں ضابطوں اور حقوق بازگشت کی وجہ سے اس میں متواتر توسیع ہوتی رہی۔ رئیس جاگیر دار اپنی زمینات کے معاوضے میں فوجی اور دوسری خدمتیں بجالاتے تھے۔ یہی خدمتیں ایک زمانے کے بعد زر کی شکل میں بدل دی گئیں اور خدمت بجالانے کے عوض یہ لوگ زراہد ادا کرنے لگے۔ ہر جاگیر دار کی زمین بہت سے ذیلی آسامیوں میں منقسم ہوتی تھی جو اپنی زمینوں کے معاوضے میں جاگیر داروں کی خدمات بجالاتے تھے۔ یہ خدمات بھی بتدریج زر کی شکل میں بدل دی گئیں۔ بعض اوقات خاص خاص اغراض کے لیے غیر معمولی ٹکس وصول کیے جاتے تھے اور بادشاہ اپنے آسامیوں سے اور ان شہروں سے جو شاہی علاقے میں واقع ہوتے تھے رقی اداوں اور فوجی ضروریات کا مطالبہ کرتے تھے۔ چودھویں صدی میں یہ رقی اداویں منسوخ کر دی گئیں اور

ان کی جگہ پارلیمنٹ کی رضا مندی سے اشیائے منقولہ پر ٹکس مقرر کیے گئے۔ رفتہ رفتہ یہ محاصل اہلک کے ٹکس کے طور پر قائم ہو گئے۔ اور پندرہویں اور دسویں کے نام سے موسوم کیے جانے لگے۔ ان ناموں سے ظاہر ہوتا ہے کہ جائیداد کی مالیت کا کس قدر حصہ بہ طور ٹکس وصول کیا جاتا تھا۔ اول الذکر قوم اضلاع سے وصول کیے جاتے تھے اور مونیشیوں اور فصولوں کی قدر کا تخمینہ کر کے ان پر عاید کیے جاتے تھے۔ آخر الذکر قوم شہروں سے وصول ہوتے تھے اور سامان تجارت اور اشیائے منقولہ کی قدر کا تخمینہ کر کے ان پر عاید کیے جاتے تھے۔ ۱۳۳۷ء میں پارلیمنٹ کی جانب سے خاص طور پر تحقیقات کی گئی تاکہ ان قوم کو معین اور شخص کرنے کے طریقوں میں کچھ اصلاح کی جائے۔ اس سلسلے میں کل نظام کی نظر ثانی کی گئی اور ایک مجموعی رقم مقرر کر کے شہروں اور اضلاع کے ورسیان اسے تقسیم کر دیا گیا۔ غرض یہی ٹکس جو بلحاظ مقامات کے عاید کیا جاتا تھا اور جس کی مقرر بلحاظ اہلک کے معین ہوتی تھی کچھ معمولی تغیر و تبدل کے ساتھ متعین ہوئی تاکہ جاری رہا۔

اسی اثنا میں حصول آمدنی کا ایک اور ذریعہ یعنی شخصی ٹکس ایجاد کیا گیا۔ یہ ایک قسم کا ذاتی ٹکس تھا جو ہر شخص سے اس کی حیثیت و تہ کے لحاظ سے وصول کیا جاتا تھا۔ اور یہ فرض کر لیا جاتا تھا کہ وہ ادا کنندوں کی استطاعت کے تناسب سے جس کا معیار ان کی ظاہری حیثیت و آمدنی ہوتی تھی لگایا جاتا ہے۔ لیکن شخصی ٹکس دراصل محمول آمدنی و اہلک ہی کی گویا ایک قدیم اور کسی قدر بے قاعدہ شکل تھی۔ بلحاظ تعدیہ کے یہ ٹکس بہت گراں اور رعایا میں بہت نامقبول تھا، حتیٰ کہ ۱۳۸۱ء کی بغاوت کا شکاراں کے فورمی اسباب میں اس ٹکس کی نا انصافی کا بھی ضمیمہ تھا۔ ۱۳۳۵ء میں پارلیمنٹ نے اسی قسم کا ایک اور ٹکس منظور کیا، لیکن کچھ دنوں بعد یوڈر بادشاہوں کے دور میں اس کی جگہ عطیات مقرر کیے گئے جو لیگان اور جائیداد منقولہ پر لگائے جاتے تھے اور ان سے جو آمدنی حاصل ہوتی تھی وہ پندرہویں اور دسویں کی آمدنی کے ساتھ شامل کر دی جاتی تھی۔ غیر معمولی اخراجات کے لئے اس قسم کے عطیات ۱۶۶۳ء تک جاری رہے۔ اس کے بعد ان سے کافی آمدنی حاصل نہیں ہونے لگی چنانچہ

آخری مدتہ اُن سے صرف ۲۸۲۰۰ پونڈ وصول ہوئے۔ بنا بر اں انھیں منسوخ کر دیا گیا اور ان کی جگہ خاص تشخیصات کا طریقہ اختیار کیا گیا۔ چند چند سال کے وقفے سے جنگ کے خاص اخراجات کو پورا کرنے کے لیے شخصی ٹکس یا ٹی ٹکس رٹم کا طریقہ دوبارہ جاری کیا گیا۔ چنانچہ عود ستا ہی کے موقعہ پر ۱۹۶۶ء اور ۱۹۶۷ء میں شخصی ٹکس عاید کیا گیا۔ ہر شخص کو یہ اختیار دیا گیا تھا کہ وہ خود ہی اپنی آمدنی اور اس کی مقدار کا اعتراف کرے تاکہ اسی کے مطابق اس سے ٹکس وصول کیا جائے۔ اس کے بعد ۱۹۸۹ء اور ۱۹۹۸ء کے درمیان فرانس کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے فزید آمدنی کی ضرورت لاحق ہوئی تو پھر شخصی ٹکس ہی کے ذریعے اس کا کچھ حصہ حاصل کیا گیا۔ اس ٹکس کے اختیار کرنے پر جو بات خاص طور پر آوازہ کر دیتی تھی وہ یہ تھی کہ اس کا معین اور وصول کرنا ذمہ ایت آسان تھا۔ لیکن خرابی اس میں یہ تھی کہ لوگ بسا اوقات ٹال مٹول کر کے اس کی ادائی سے بچ جاتے تھے یہاں تک کہ بتدریج اس کی آمدنی میں اس قدر تخفیف ہو گئی کہ ۱۹۹۱ء کے بعد پھر بھی اس پر بات نہیں ڈالا گیا۔

جمہوری حکومت کے دور میں پارلیمنٹ جائیداد منقولہ وغیرہ منقولہ دونوں سے "ماہانہ شخص" کے ذریعے آمدنی حاصل کرتی تھی۔ یہ ایک قسم کی امداد تھی جو خاتجی کے اغراض کے لیے مقامی طور پر وصول کی جاتی تھی اور قدیم بندرگاہی محصولات منہج پونڈیج وغیرہ کی آمدنی سے اس کی تکمیل ہوتی تھی۔ بعد ازاں پارلیمنٹ نے اقلی اور بالینڈنگی تقلید کر کے ایک نیا ٹکس جاری کیا یعنی ملک کے اندر تیار کی ہوئی چیزوں مثلاً بیر، ایل، سائڈر شرابوں اور لمبوسات وغیرہ پر محصول جنگی عاید کیا۔ اول اول تو لوگوں میں یہ محصول بہت غیر مقبول رہا، لیکن ۱۹۴۹ء میں پارلیمنٹ نے ایک فرمان کے ذریعے یہ اعلان کر دیا کہ رعایا سے جو ٹکس وصول کیے جاسکتے ہیں ان میں یہی سب سے زیادہ سادی اور غیر جانبدار ہے۔

۱۹۶۶ء میں عود شامی کے موقعہ پر شامی آمدنی کی مقدار بارہ لاکھ پونڈ مقرر کی گئی۔ یہ زیادہ تر زمین ذرائع سے حاصل کی جاتی تھی۔ (۱) کروڑ گیری یا قدیم بندہ۔ (۲) گاؤں محصولات۔ (۳) بندہ جنگی محصولات۔ یہ ٹکس جس متریک الاسٹوٹل جائیداد کی محصولات کے معاوضے میں جو ۱۹۶۵ء میں منسوخ کر دیے گئے تھے

۵۹ نیز مطالبہٴ اشیائے خوراک وغیرہ کے قدیم شاہی حقوق کے معاوضے میں وصول کیا جاتا تھا اور اس کا نام موروثی جنگی رکھا گیا تھا۔ (۳) ایک عارضی جنگی کام حصول جو موروثی جنگی کو عملاً دگنا کر دیتا تھا۔

۱۶۶۲ء میں ایک نئی قسم کا محصول مکان جو اصطلاحاً زر آتشدان کہلاتا تھا، جاری کیا گیا۔ یہ کسی قدر محصول آمدنی کے مشابہ تھا کیونکہ اس کی مقدار زمین کرنے میں یہ دیکھا جاتا تھا کہ مکان میں کتنے آتشدان ہیں اور یہ فرض کر لیا جاتا تھا کہ جس مکان میں جس قدر زبادہ آتشدان ہوں گے، اسی قدر وہ مالک مکان کی دولت مسدوسی یا کثیر آمدنی کو ظاہر کریں گے۔ اس ٹیکس کے ٹیکہ دار چینی والے کہلاتے تھے جو نہایت سختی کے ساتھ ٹیکس وصول کرتے تھے۔ ان کے تجسساً طریقوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگوں کو اس ٹیکس سے سخت نفرت ہو گئی اور بالآخر ولیم ثالث نے اپنی تخت نشینی کے موقع پر اس کو منسوخ کر دیا۔ اس سال اس ٹیکس سے دو لاکھ پونڈ آمدنی حاصل ہوئی تھی۔ ۱۶۷۲ء سے بینک داروں پر ٹیکس لگایا جانے لگا۔ انگلستان میں تجارتی ترقی اور طریق اعتبار کے نشوونما کا اس سے بخوبی پتہ چلتا ہے۔

۱۶۸۸ء کے انقلاب کے بعد یہ ضرورت محسوس ہوئی کہ حصول آمدنی کا کوئی جدید انتظام کیا جائے۔ قدیم شاہی زمینات کی آمدنی تقریباً بند ہو گئی تھی اور جدید جنگی اور بندرگاہی محصولات آمدنی کے خاص ذرائع بن گئے تھے۔ اسی بنا پر مصارف شاہی کی مقدار معین کر دی گئی جس سے نہ صرف شاہی خاندان کی ضروریات پوری ہوتی تھیں بلکہ مچوں سفیروں وغیرہ کے اخراجات اور شاہی وظیفہ خواروں اور سالیانے پانے والوں کی امداد کی بھی اس سے سہیل کی جاتی تھی۔ پہلی مرتبہ اس کی مقدار ۶ لاکھ پونڈ مقرر کی گئی تھی لیکن بعد ازاں اس میں اضافہ کیا گیا اور ہر بادشاہ کے لیے اس کی تحت نشینی کے وقت از سر نو اس کی منظوری دی جانے لگی۔ ۱۷۱۳ء سے مصارف شاہی کو مصارف معینہ میں شامل کر دیا گیا۔ ۱۷۱۳ء میں عدالت کے اخراجات اس سے علیحدہ کر دیئے گئے اور ان کا جداگانہ انتظام کیا جانے لگا۔ اس وقت مصارف شاہی کا مقصد صرف بادشاہ کے رتبے اور وقار کو برقرار رکھنا ہے اور اس کی مقدار سالانہ ۴ لاکھ ستر ہزار پونڈ ہے۔

۱۹۹۲ء میں ایک ایکسٹنسٹو۔ پذیر ہوا جو اب محصول زمین کے نام سے موسوم رہتا ہے۔ اس کو اختیار کرنے کا عملی منشایہ تھا کہ خانہ جنگی کے دوران میں جو نامانہ تشخیصات تجارتی کی گئی تھیں ان کا وہ جائز نہیں بن جائے۔ اس کی صورت محصول اہلک اور محصول آمدنی دونوں کی سی تھی۔ وہ گویا ایک طرف سے قدیم دوسروں اور پندرہویں کی راست نسل سے تھا۔ یہ نسل کل زمین و مکانات کی سالانہ مالیت ہر قسم کے ذاتی اہلک حکام ہر کاری کی تنخواہوں اور اشیائے منقولہ پر بحساب ۴ شلنگ فی پونڈ عاید کیا جاتا تھا۔ ہر سال از سر نو اس کی منظوری لی جاتی تھی اور پہلی مرتبہ اس سے ۱۹۲۲ء تا ۱۹۲۳ء پونڈ آمدنی حاصل ہوئی تھی۔ لیکن سالانہ تشخیص کا طریقہ تجربے سے بہت وقت طلب ثابت ہوا اور اس کے نتائج ہمیشہ مختلف برآمد ہونے لگے۔ اسی وجہ سے پارلیمنٹ نے ۱۹۹۹ء میں تمام نظام پر نظر ثانی کی اور اس بات کا فیصلہ کیا کہ ہر سال تقریباً پندرہ لاکھ پونڈ آمدنی حاصل کی جائے۔ اور اس غرض کے لیے ہر ضلع اور شہر کا حصہ اس وقت کی مالیت کے مطابق مقرر کر دیا جائے۔ تشخیص کے اس طریق کا نتیجہ یہ ہوا کہ ٹکس کے تعدیہ میں مساوات قائم نہ رہ سکی۔ اور جب آبادی میں اضافہ ہونے لگا اور بالخصوص انقلاب صنائع کے بعد جب نئے نئے صنعتی اور تجارتی اضلاع اور شہر نمودار ہونے لگے تو اس عدم مساوات کا اثر بہت زیادہ محسوس ہونے لگا۔

اس ٹکس کا وہ حصہ جو ذاتی اہلک کے مطابق تشخیص کیا جاتا تھا اپنے وجود کے بالکل ابتدائی زمانے میں ہی بہت کچھ گھٹ گیا اور رفتہ رفتہ تشخیص سے خارج ہو گیا۔ ۱۹۳۳ء میں وہ سرکاری طور پر منسوخ کر دیا گیا اور اس ٹکس کا صرف وہ حصہ باقی رہ گیا جو زمین پر تشخیص کیا جاتا تھا۔ ۱۹۹۹ء تک یہ محصول زمین ہر سال از سر نو منظور کیا جاتا تھا لیکن جنگ کے لیے سرمایہ فراہم کرنے میں سخت مالی مشکلات پیش آنے لگیں تو اس سال انگلستان کے مشہور وزیر اعظم ولیم پیٹ نے اس ٹکس پر نظر ثانی کی اور اس کو ایک مدامی لگان کی شکل میں منتقل کر دیا، یا بہ الفاظ دیگر ہر ضلع سے یہ ٹیکل لگان جو آمدنی وصول ہوتی تھی اس میں سرکار کا حق اس ٹکس کے ذریعے معین کر دیا گیا۔ اس طرز عمل کا نتیجہ یہ ہوا کہ رعایا کی زمین میں سرکار کا حق قائم ہو گیا۔

جس کا علی ثبوت اس ٹکس کی ادائیگی میں مضمر سمجھا جانے لگا۔ نظر ثانی کے موقع پر محصول زمین کی سرہستہ مالیت کا تخمینہ بہ قدر ستر ملین پونڈ کیا گیا تھا۔ پٹ نے اسی وقت ایک ہولت یہ بہم پہنچا دی تھی کہ جو لوگ سال بہ سال ٹکس ادا کرنا نہ چاہیں انھیں یہ اختیار ہو گا کہ یکشت سرہستہ مالیت ادا کر کے ادائیگی سے مستثنی ہو جائیں چند سال کے عرصے میں بہ قدر ۵ لاکھ پونڈ (نصف ملین) ٹکس ادا کر دیا گیا۔ اور دوسری ہمدی کے دوران یہ تقریباً نصف ٹکس ادا کر دیا گیا۔ اور اس طرح جملہ ٹکس گھٹ کر ۱۸۶۰۰ پونڈ رہ گیا جو ابھی زمین سے وصول طلب ہے۔

۱۸۹۶ء میں محصول زمین پر دوبارہ نظر ثانی کی گئی۔ اس مرتبہ جو لگان وصول ہوا اس کا اوسط جملہ مالیت پر فی پونڈ ایک شلنگ کے حساب سے تھا۔ مزید برآں اس کا قاعدہ بھی بہت غیر مساوی تھا۔ بعض نہایت آباد مقامات میں وہ فی پونڈ ایک پنی سے بھی کم تھا اور چند زرعتی اضلاع میں وہ فی پونڈ ۴ شلنگ کے قریب پہنچ گیا تھا۔ لگائے شائریں اس کا اوسط ۳ پنیں تھا اور ہمیں ۳ پنیں فورڈ شائریں ۲ شلنگ۔ اپنی اور ایکس کے بعض حصوں میں فی پونڈ ۴ پنیں تھا۔ اس نے سلاوہ ۱۸۹۶ء کی تحقیقات نے یہ ثابت کر دیا کہ یہ حیثیت ایک ٹکس کے وہ اصول مساوات کے سرسرمناں ہے۔ بہت سی زمین جس پر ٹکس یک مشت ادا کیا جا چکا تھا اب آئندہ کے لیے بالکل مستثنی تھی جس زمین پر ابھی تک ٹکس لگایا جاتا تھا اس کا ایک بہت بڑا حصہ قدیم مالکوں کے پاس سے منتقل ہو چکا تھا۔ یہ تو یقینی ہے کہ سن لوگوں نے ان زمینات کو خرید ا ہو گا و د فرد جانتے ہوں گے کہ ان زمینات پر ادائیگی ٹکس کا بار موجود ہے۔ لہذا انھوں نے زمینات کی حسب سابق پوری پوری قیمت ادا نہ کی ہوگی بلکہ اس میں سے کچھ حصہ بار ٹکس کے تناسب سے منہا کر کے زمین کو اس کی تخفیف شدہ قیمت پر خرید ا ہو گا۔ نتیجہ اس کا یہ تھا کہ ان زمینات کے نئے مالک محصول زمین کے اثر سے بالکل متاثر نہیں ہوتے تھے۔ کوئی طریقہ ایسا موجود نہیں تھا جس کے ذریعے سے اس محصول کے وصول کرنے میں مساوات قائم کی جاسکتی۔ اور سچ تو یہ ہے کہ اس کو محصول زمین کہنا ہی صحیح نہیں تھا۔ قدیم زمانے سے زمین کی ملکیت میں قومی حقوق شامل رہتے چلے آئے ہیں بلکہ بسا اوقات عشر ادا کرنے والی زمین کی طرح وہ قوم کی مشترک ملک سمجھی جاتی رہی ہے۔ اسی اصول کو پیش نظر کہ کر زمین کے

لٹان کا ایک حصہ حکومت اس ٹکس کے ذریعے سے وصول کرتی تھی جس کے قانون فیئاس کی رو سے یہ طے کیا گیا کہ اس ٹکس کی شرح زمین کی مالیت پر مبنی ہوگا ایک سٹنگ سے کسی طرح زیادہ نہ ہو۔ اور جو لوگ اس سے اعلیٰ شرح سے محصول ادا کر رہے ہوں آئندہ سے وہ بھی اس مقررہ شرح سے ٹکس ادا کریں۔ اس طرح تخفیف ٹکس کی بدولت زمین کی مالیت میں جو اضافہ ہوا وہ گویا دراصل ایک تحفہ تھا جو قوم کی طرف سے زمینداروں کو عطا کیا گیا۔ اس کے علاوہ یہ بھی طے کیا گیا کہ جن جن صورتوں میں ٹکس کی آمدنی زمین کی مالیت پر مبنی ہوگا ایک پنی سے کم ہو وہاں بہ شرح ایک پنی ٹکس ادا کیا جائے۔ اور اس طرح جو مزید آمدنی حاصل ہو وہ اس کے ہم قدر حصے کو آئندہ ادائیگی ٹکس سے رہا کرنے میں لگائی جائے۔ جن زمینداروں کی آمدنی ۶۰ پونڈ اور ۱۰۰ پونڈ سے کم ہوتی تھی انھیں بھی ۱۸۹۵ء میں ادائیگی ٹکس سے مستثنیٰ کر دیا گیا۔ ان مستثنیات کا نتیجہ یہ ہوا کہ آمدنی میں دو لاکھ پونڈ کی تخفیف ہو گئی اور تمام ملک کی اوسط شرح فی پونڈ ۴۴ پیسہ رہ گئی۔

بہ حیثیت ایک ذریعہ آمدنی کے محصول زمین کی اب چنداں اہمیت نہیں رہی۔ البتہ اس کی تاریخ ضرور دیکھنی چاہیے اور اس سے ٹکس کے بعض اصولوں کی چھٹی مثالیں دستیاب ہوتی ہیں۔ بہ حالت موجودہ اس کی آمدنی ۷ لاکھ پونڈ ہے۔ اور یہ خیال کرتے ہوئے کہ یہ آمدنی زمین سے حاصل کی جاتی ہے وہ بہت ناقابلِ لحاظ ہے۔ مزید برآں ٹکس وصول کرنے کے معارف بھی زیادہ ہیں۔ لہذا اس ٹکس کا موقوف ہو جانا ہی زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ اس غرض سے متعدد تجاویز بھی پیش کی گئی ہیں۔ اور سب سے زیادہ قابلِ عمل تجاویز میں سے ایک یہ ہے کہ ہر سال تعداد موجودہ کا سہ گنا ٹکس وصول کیا جائے جس میں سے دو تہائی حصہ سٹنگ فنڈ کے قیام میں لگایا جائے۔ دس سال تک اس طرح عمل کرنے سے سٹنگ فنڈ میں اس قدر رقم جمع ہو جائے گی کہ حکومت بغیر کسی قسم کے نقصان کے اس ٹکس کو ہمیشہ کے لیے موقوف کر سکے گی۔ اس طرح ٹکس ادا کرنے والے گویا اس بات پر مجبور ہوں گے کہ دس سال کی مدت میں مزید بیس سال کا ٹکس ادا کر کے آئندہ ہمیشہ کے لیے اس ٹکس کی ادائیگی سے

آزاد ہو جائیں جو کچھ اصل اس طور پر جمع ہو گا اسے قومی قرضہ کو گھٹانے میں لگایا جائے گا۔ یہ ایک ایسی تجویز ہے جو کسی معاشی اصول کے منافی نہیں معلوم ہوتی اور محصول زمین کی گزشتہ تاریخ کو پیش نظر رکھتے ہوئے وہ نامناسب نظر آتی ہے۔ بہت سے لوگ جو اس تاریخ سے نا آشنا ہیں، یہ سفارش کرتے ہیں کہ حاصل غیر مکتسب کو تعریف میں لانے کی غرض سے اس ٹیکس میں اور اضافہ کیا جائے۔ اگر اس ٹیکس کو قطعاً موقوف کر دیا جائے تو ان لوگوں کی یہ غلط فہمی بھی رفع ہو جائے گی جیسا کہ اس تجویز کے محرک نے کہا ہے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ٹیکس کی مقدار معین کر دینے کے بجائے اگر پٹ اس کی کوئی شرح مقرر کر دیتا تو نتیجہ یہ ہوتا کہ گزشتہ صدی کے دوران میں زمین کی قدر میں جو زبردست اضافہ ہوا ہے اس کی بدولت زمین قومی آمدنی کا بہت بڑا ذریعہ بن جاتی اور ساتھ ہی حاصل غیر مکتسب کا مشکل مسئلہ بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حل ہو جاتا۔ اس کے علاوہ دوسرے متعدد معاملات مثلاً زمین کی ملکیت، زراعت و صنعت کی ترقی زمین پر اصل صرف کرنے کا طریق محصول آمدنی و املاک غرض ان سب پر ٹیکس کے اثرات نہایت اہم ہوتے۔

اور ذرائع آمدنی کی طرح زمین کے لگان سے بھی محصول آمدنی وصول کیا جاتا ہے۔ ۱۹۱۱ء کے مساببات فینانس کے مطابق اراضی اور مکانات سے محصول املاک کی مد میں ۲۷۳۵۹۰۰۰ پونڈ وصول ہوئے تھے۔ اس میں سے تقریباً ایک چوتھائی حصہ زمین کے لگان سے حاصل کیا گیا تھا۔ مقامی شرحوں کی تشخیص کا مدار بھی اراضی اور عمارات ہی پر ہوتا ہے۔ ان کی مقدار پچاس لاکھ پونڈ تھی اور اس کا پانچویں سے زیادہ حصہ زمین سے حاصل کیا گیا تھا۔

جیسا کہ ہم معلوم کر چکے ہیں موجودہ زمانے کا محصول آمدنی قدریم شخصی ٹیکس سے نمودار ہوا ہے۔ یہ ایک بلا واسطہ محصول ہے جس کی بنیاد اداکندہ کے تمام ذرائع کی مجموعی آمدنی پر ہوتی ہے۔ اور مستثنیات اور

۱۔ اکنامک جرنل۔ ستمبر ۱۹۰۵ء محصول زمین کی موجودہ حالت "از اسے ہوک۔

۲۔ اس مسئلے کی تفصیلی بحث کے لیے "مقامی ٹیکس" والی فصل دیکھو۔

تخصیصات کے ایک خاص طریقے کے مطابق اس میں تدریج قائم کی جاتی ہے جو وہ شکل میں اس ٹکس کو سب سے پہلے پٹ طے جنگ کے اغراض کے لیے وقفہ میں جاری کیا۔ اور اس وقت چھ مہینے پونڈ آمدنی اس ٹکس سے حاصل ہوئی۔ صلح امین کے بعد اسے اس میں یہ ٹکس بند کر دیا گیا۔ لیکن مسئلہ میں محصول املاک و آمدنی کی شکل میں وہ دوبارہ عائد کیا گیا۔ اور پانچ سالہ عرصہ میں تقسیم کیا گیا۔ ۶۰ پونڈ سے کم کی آمدنیاں پیشینہ زردی ٹکس اور ۶۰ پونڈ کے درمیان والی آمدنیوں پر تخفیف عطا کی گئی۔ ۵۰ پونڈ سے نیچے کی آمدنیوں پر بھی جس شرح سے ٹکس لگایا جاتا تھا وہ ہر صورت میں یکساں نہیں ہوتی تھی۔ بلکہ مختلف مقداروں کے ساتھ ساتھ ۱۰۰ جی مختلف ہو کر تھی۔ نتیجہً اس سے معصرت میں وہ ۳۰ پنس سے کم اور اپنیس سے زیادہ ہوتی تھی۔ اس مقدار سے اوپر آنے والی آمدنیوں کے لیے ۱۰ ٹکس فی پونڈ ایک شلنگ تھی۔ بعد ازاں ۱۳۰ شرح میں اضافہ کیا گیا حتیٰ کہ مسئلہ میں ورنہ پونڈ ۲ شلنگ یا ۱۰ فی صدی تک پہنچ گئی۔ جنگ کے اختتام پر ۱۹۱۹ء میں جب یہ ٹکس منسوخ کیا گیا تھا تو اس سے ساتھ سے پندرہ مہینے پونڈ آمدنی حاصل ہوئی تھی۔

مسئلہ میں سربراہ برٹ پیل نے محصول آمدنی کو دوبارہ بنائی کر دیا تاکہ اس کے مجوزہ مالی اصلاحات کی بدولت محصولات درآمد میں خارجی طور پر تخفیف ہو کر سرکاری آمدنی کا جو نقصان ہوتا تھا اس کی اس طرح تلافی ہو جائے۔ ۵۰ پونڈ سے اوپر کی آمدنیوں پر پونڈ ۷ پنس کے حساب سے ۱۰ لگایا گیا اور اس کی مدت تین سال قرار دی گئی۔ لیکن بعد ازاں اس مدت میں تیس سال کی گئی اور جب یہ عرصہ محصول درآمد بوجہ ن کی تائید نہایت کے منسوخ کر دیئے گئے تو محصول آمدنی اس عرصہ میں ۱۹۱۹ء میں ۱۱۔ اس وقت سے نظام ٹکس کا وہ ایک مسلمہ بن کر سمجھا جانے لگا۔ پیشینہ آمدنیوں کی مقدار میں کمی مرتبہ تبدیلی کی گئی۔ ۱۹۲۳ء سے ۱۹۲۸ء تک یہ مقدار ۱۰۰ پونڈ تھی ۱۹۲۹ء میں وہ ۶۰ پونڈ تھی۔ اس ٹکس پر اصول تدریج کا اطلاق کیا جاتا ہے اور اس کے بھی مختلف طریقے ہیں۔ آخری مرتبہ جنگ کے زمانے میں جو تبدیلی کی گئی اس کا حال معلوم کرنے کے لیے ملاحظہ ہو صفحہ (۲۰۴)۔

مگر یہ جدید محصول آمدنی کی ابتدا خاص جنگ کے اغراض کے لیے کی گئی تھی تاہم

اب وہ برطانیہ کے نظام ٹکس کا ایک سلسلہ جزو بن گیا ہے۔ اور زمانہ موجودہ کے عام جمہوری میلان کی وجہ سے اسے روز بروز تقویت پہنچتی جاتی ہے۔ سرکاری آمدنی کے ایک بہت بڑے حصے کا اب انسی پر مدار ہے۔ ۱۸۴۳ء کے بعد سے اب تک صرف ایک مرتبہ اس کو منسوخ کرنے کی تجویز پیش کی گئی ہے اور یہ تجویز مسئلہ کلیدی سٹون نے سلسلہ میں پیش کی تھی۔ لیکن اب تو وہ تو کم کا ایک محفوظ ذخیرہ سمجھا جاتا ہے اور جب بھی جنگ کی بات سے حکومت کو مزید اخراجات لاحق ہوتے ہیں تو ہمیشہ اسی ٹکس میں اضافہ کیا جاتا ہے۔ اس کی شرح بھی ہمیشہ بدلتی رہتی ہے۔ ۱۸۵۳ء میں وہ فی پونڈ ۱۰ پینس تھی اور ۱۸۵۷ء میں جنگ کریمیا کے دوران میں وہ ایک شلنگ ۴ پینس تک پہنچ گئی تھی۔ ۱۸۵۸ء میں وہ فی پونڈ ۱۲ پینس تھی اور ۱۹۰۲ء میں جنوبی افریقہ کی جنگ کے زمانے میں ۱۰ ۰ ایک شلنگ ۳ پینس تک پہنچ گئی تھی۔ ۱۹۱۴ء میں جو اس کا زمانہ تھا شرح ٹکس فی پونڈ ایک شلنگ یا ۶ فی صدی تھی اور ٹکس پوری آمدنی پر عاید کیا جاتا تھا۔ ۱۸۴۳ء میں ہر پینس سے پانچ لاکھ پونڈ حاصل ہوئے تھے لیکن ۱۹۱۴ء میں ہر پینس سے ۲۶ لاکھ ۴ ہزار پونڈ آمدنی حاصل ہوئی۔ ۱۹۱۴ء میں محصول آمدنی سے کل ۲۹۰۰۰ ۳۳۵ پونڈ حاصل ہوئے۔ ۱۹۱۴ء اس کے علاوہ تین ہزار پونڈ سے اوپر کی آمدنیوں پر ایک ۱۰ لکھ ٹکس بھی عاید کیا گیا تھا جس کی شرح ۵ پینس سے لے کر ایک شلنگ ۴ پینس تک تھی اس سے ۳۳۰۰۰۰ پونڈ آمدنی حاصل ہوئی۔

محصول آمدنی ادا کرنے والے مندرجہ ذیل پانچ طبقوں یا بندوں میں تقسیم کیے جاتے ہیں۔ (۱) مالکین املاک و زمینوں کے مکانات و رہائش گاہیں اور قابضان زمین (۲) سرمایہ دار (۳) سودا منافع کار و ماریاں (۴) آمدنی پیدا کرنے والے (۵) سرکاری ذرائع سے تنخواہ پانے والے۔

محصول جمع کرنے کا طریقہ سادہ اور لغایت شعاری پر مبنی ہے۔ کاروباری منافع پر جس قدر ٹکس وصول کیا جاتا ہے وہ ہر شخص سے جداگانہ طور پر نہیں لیا جاتا بلکہ تقسیم منافع سے قبل یکشت وصول کر لیا جاتا ہے۔ یہ ایک اعلیٰ درجہ کا پیداوار اور ٹکس ہے اور آمدنی میں اضافہ یا تخفیف کرنے کی غرض سے اس میں بہ آسانی تغیر و تبدل کر سکتے ہیں۔ وہ سراسر آدم آئمتہ کے پیش کردہ قوانین کے مطابق ہے۔

جو ٹکس کے ایک بہت بڑے نظام کا وہ محض ایک جز ہے لہذا وہ قانون مساوات کے خلاف نہیں ہے۔ مزید برآں چھوٹی چھوٹی آمدنیاں ادائیگی کے سستی کرنی جاتی ہیں اور ٹکس میں اس طور پر اضافہ قائم کر دینے جاتے ہیں کہ محدود آمدنی والوں پر بیجا بار نہیں پڑتا۔ اس میں شک نہیں کہ ادنیٰ درجے کے تنخواہ یابوں اور غلبی پیشوں کے ذریعے سے آمدنی پیدا کرنے والوں پر اس ٹکس کا بار بہت سخت ہوتا ہے۔ چنانچہ اس بات کا فیصلہ کیا گیا ہے (۱۹۱۱ء) کہ سستی کی حد تک اور بھی ادنیٰ درجے پر قائم کی جائے اس طرح کہ ۱۰ پونڈ سے نیچے کی تمام مستقل آمدنیاں ادائیگی کے سستی ہو سکیں۔ بہت زیادہ پیچیدہ پیمانے پر محمول آمدنی کا انتظام کرنا عملاً بہت دقت طلب ہے۔ اور اگر ہفتہ واری اجرت پانے والے طبقوں سے بھی کفایت شعاری اور تعین کے ساتھ ٹکس وصول کرنے کا انتظام کریں تو اور بھی زیادہ دقتیں پیدا ہوں گی۔ اگر انفرادی حیثیت سے دیکھا جائے تو محمول آمدنی ہرگز قانون مساوات کے مطابق نہیں ہو سکتا۔ عایا کی ادائیگی ٹکس کی استطاعت پر بہت سلی باتوں کا اثر پڑتا ہے مثلاً عورت کا خاندان یہ بات کہ آمدنی مادی ہے یا عارضی، آئندہ کے لیے پس انداز کرنے کی ضرورت، غرض ان تمام امور کو پیش نظر رکھ کر ہی ہم کسی شخص کی ٹھیک ٹھیک استطاعت کا پتہ لگا سکتے ہیں لیکن یہ تمام باتیں کچھ اس قسم کی ہیں کہ ان کی ٹھیک پیمائش یا اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔ ادائیگی ٹکس کی حقیقی استطاعت کا معیار خرچ کرنے کی قابلیت پر مشتمل ہے اور یہ ایک ایسا معیار ہے جس کا کوئی المیہ ان بخش مشترک پیمانہ نہیں ہے محمول آمدنی کا تقدیر خود ادا کنندہ پر ہوتا ہے عام ازیں کہ اس کی آمدنی کا تافذ لگان ہو یا منافع ہو یا اجرت۔ کسی صورت میں وہ دوسرے پر نہیں منتقل کیا جاسکتا جو شخص جس مقدار میں یہ ٹکس ادا کرتا ہے اسی قدر اس کی قوت خرید یا خرچ کرنے کی قابلیت میں تخفیف واقع ہوتی ہے۔ قوم کے دوسرے افراد پر اس کا براہ راست کوئی اثر نہیں پڑتا۔ البتہ اگر اس ٹکس کی بدولت ادا کنندہ پہلی سی منعت کرنا ترک کر دے اور اس کی آمدنی گھٹنے لگے تو دوسروں پر بھی اس ٹکس کا اثر پڑنے کا قرینہ ہے۔ لیکن یہ اثر اسی صورت میں پیدا ہو سکتا ہے جبکہ شرح محمول بہت زیادہ گراں ہو۔

برخلاف اس کے اگر شرح ادنیٰ ہو اور ٹکس محض ایک بڑے نظام کا جز ہو تو اضافہ آمدنی میں اس کی وجہ سے کوئی قابل لحاظ رکاوٹ نہیں پیدا ہو سکتی۔ بالخصوص برطانیہ غلبنی جیسے ملک میں جہاں اس قدر کثرت و ربطاً قوتور قوتیں رعایا کو دولت کمانے پر آمادہ کر رہی ہوں۔ وقت ضرورت مداخلت بڑھانے کے لیے محمول آمدنی کی شرح میں نہایت آسانی کے ساتھ رد و بدل کر سکتے اور یہ ٹھیک ٹھیک اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس سے کس قدر آمدنی حاصل ہوگی محمول آمدنی عاید کرنے کے لیے جو مقدار شخص کی جاتی ہے اس میں متواتر اضافہ ہونا ملک میں ترقی دولت کا نہایت ہی اچھا معیار ہے۔ گذشتہ کئی سال سے سلطنت متحدہ کے اندر یہ مقدار برابر بڑھتی جا رہی ہے حالانکہ اس اثنا میں شرح ٹکس بہت بڑھ گئی۔ فی جینی پیداوار میں جو اضافہ ہو گیا ہے اس سے اس واقعہ کا اظہار ہوتا ہے۔

برطانیہ میں محمول آمدنی کا جو نظام قائم ہے بہت کم ممالک نے اس کی نقل کی ہے۔ گو اکثروں نے الماک یا آمدنیوں پر ایک نہ ایک قسم کا تدریجی ٹکس عائد کیا ہے۔ ریاستہائے متحدہ نے خانہ جنگی کے زمانے میں محمول آمدنی کو عارضی طور پر اختیار کیا تھا۔ اور تخفیف قرضہ کی غرض سے ۱۹۱۵ء تک اس کو جاری رکھا۔ ۱۹۲۳ء میں یہ کوشش کی گئی تھی کہ اس کو بطور ایک مدامی و فاقی ٹکس کے اختیار کیا جائے چنانچہ ۱۹۰۰ پونڈ سالانہ سے اوپر کی آمدنیوں پر ۲ فی صدی شرح تجویز کی گئی۔ لیکن عدالت عالیہ نے اس کو خلاف دستور قرار دے کر مسترد کر دیا۔ فرانس میں متعدد کوششیں کی گئیں کہ ایک عام اور متزاید محمول آمدنی جاری کیا جائے، لیکن اب تک ایسی کوئی تجویز قبول نہیں کی گئی۔ البتہ فرانس میں دوسرے قسم کے کئی ایک بلا واسطہ محمول موجود ہیں جو فی صد ایک شرح مقررہ سے عاید کیے جاتے ہیں اور ہمارے محمول آمدنی کے مشابہ سمجھے جاسکتے ہیں۔ مثلاً ایک ٹکس زمین سے حاصل کی ہوئی آمدنیوں پر لگایا جاتا ہے، ایک اور ٹکس جو میٹنٹ کہلاتا ہے، تیار اور علمی پیشوں والوں سے وصول کیا جاتا ہے۔ اس ٹکس کے وصول کرنے میں ہر شخص کے منافع کا جدا گانہ حساب نہیں کیا جاتا بلکہ ہر پیشے کے عام منافع کو پیش نظر رکھا جاتا ہے۔ ایک ٹکس عمارات دروازوں اور دیوچوں پر ان کی وسعت اور تعداد کے لحاظ سے لگایا جاتا ہے، کیونکہ وہ داکندہ کی آمدنی کا معیار سمجھے جاتے ہیں۔

ایک اور ٹکس شخصی جائیداد پر عاید کیا جاتا ہے اس کی شکل یہ ہے کہ ان تمام آمدنیوں پر جو تسکات سے حاصل کی جاتی ہیں ۲۰ فی صدی محمول وصول کیا جاتا ہے لیکن سرکاری تسکات اس میں شامل نہیں ہیں۔

قیم، روس، سپین، ہنگال اور ہنگری میں کوئی حقیقی محمول آمدنی نہیں ہے یورپ کی وفاق یافتہ مملکتیں (جرمنی اور سوئٹزرلینڈ) اپنے وفاقی اغراض کے لیے بالواسطہ محمولوں (کرور گیری وغیرہ) سے آمدنی حاصل کرتی ہیں۔ لیکن ان کے مختلف حصے اپنے اپنے مقامی اغراض کے لیے محصولات آمدنی کا استعمال کرتے ہیں۔ اور یورپ کی دوسری مملکتوں نے بھی اپنے مالی نظام میں محمول آمدنی کو ایک نہ ایک شکل میں اختیار کیا ہے۔ لیکن برطانوی نظام کے مقابلے میں ہر جگہ کی تجویز زیادہ پیچیدہ ہے اور آبادی کا نسبت بہت بڑا حصہ ٹکس سے متاثر ہوتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ جو آمدنی مستثنیٰ کی جاتی ہے وہ بالعموم ۵۰ پونڈ سے کم ہوتی ہے مثلاً پرویشیا میں وہ ۵۰ پونڈ ہے۔ اور اسپین اور آرمی میں تو ہر آمدنی انوارہ اس کی مقدار کتنی ہی تکمیل ہو، ادائیگیس پر مجبور ہے۔ تدریج قائم کرنے کے لیے مختلف پیچیدہ طریقے اختیار کیے جاتے ہیں جن میں ذریعہ آمدنی کو پیش نظر رکھ کر یا تو شے ٹکس میں فروق کر دیتے ہیں یا شرح ٹکس تو میں رہتی ہے لیکن اس کے ساتھ اس کی مختلف عظمتوں اور کاروبار کے مختلف طریقوں کے لحاظ سے تقیمی ٹکس لگائے جاتے ہیں۔ بعض اوقات تدریج قائم کرنے کی غرض سے آمدنیوں کو مختلف شعبوں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ اور ہر شعبے کی ایک جدا گانہ شرح ہوتی ہے۔ علاوہ اس کے کتب (اجرت) اور غیر کتب (منافع) آمدنیوں میں بھی امتیاز کیا جاتا ہے۔ برطانوی نظام کے مقابلے میں تدریج کا پیمانہ بالعموم زیادہ وسیع ہوتا ہے۔ سلسلہ سے برطانیہ عظمیٰ میں بھی تدریج کے اصول کو بہت زیادہ وسیع کیا گیا ہے اور محمول آمدنی اور محصول موت (جائیدادوں) پر نہایت مکمل پیمانوں کے ذریعے سے اس کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ مالک یورپ میں محمول آمدنی کے جو نظام قائم ہیں ان کا نصب العین یہ ہوتا ہے کہ انفرادی حیثیت سے اس ٹکس کا عملہ رآمد امور مساوات کے خلاف نہ ہو۔ چنانچہ اسی خیال سے نقد یہ محصول کے مختلف حالات کا لحاظ کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ نتیجہ اس کا یہ ہے کہ ان کی تجاویز بہت زیادہ تفصیلی ہوتی ہیں۔ اور

برطانوی نظام کے مقابلے میں مصارفِ تحصیل زیادہ اور حاصل کم ہوتا ہے۔

آسٹریلیا کی بہت سی نوآبادیات نے محصول آمدنی کو اختیار کیا ہے لیکن تدریج کے جو طریقے انھوں نے اختیار کیے ہیں وہ ایک قسم کے نہیں ہیں۔ ریشہ میں بھی ایک دوسرے سے مختلف اور مستثنیٰ آمدنیوں کی مقدار بھی جگہ جگہ جدا جدا ہے۔ البتہ جن اسباب کی بنا پر تفریق کی جاتی ہے وہ سب نوآبادیات میں مشتمل ہیں۔ بالخصوص جائداد اور ذاتی محنت کی آمدنیوں میں جو امتیاز کیا جاتا ہے وہ بہت اہم ہے۔ نیو سوٹھ ویلز میں جہاں محصول زمین اور محصول موت بھی عاید کیے جاتے ہیں محصول آمدنی کی شرح ایک ہی ہے یعنی فی پونڈ ۶ پنس، لیکن ۲۰۰ پونڈ سے کم آمدنیاں جو محنت کر کے حاصل کی جاتی ہیں، ادائیگی سے مستثنیٰ ہیں۔ کنڈا میں ملکتی املاک کے لیے کوئی محصول آمدنی نہیں ہے۔

جائداد کی وراثت پر محصول لگانے کا طریق بہت قدیم زمانے سے چلتا آتا ہے۔ اور اس کی بنیاد غالباً اس سلسلے پر ہے کہ جس دولت کا کوئی مالک نہ ہو اور بے وصیت اشخاص نے جو املاک چھوڑی ہوں حکومت وقت ان کی حقدار ہے۔ قدیم زمانوں میں جہاں اس قسم کے محصولات مروث تھے۔ جاگیریت کے دور میں میراث پر رواج نہ تھا لیکن کچھ محصول ادا کیے جاتے تھے اور جائداد کی مالیت کے حساب سے ان کے مختلف مدارج قائم کیے جاتے تھے۔

موت کے صحابہ برطانیہ عظمیٰ میں قانون املاک کے ساتھ ساتھ بالینڈ سے نقل کر کے جاری کیے گئے۔ یہ تدریج کرتے کرتے ان ملکوں کا ایک جداگانہ پیچیدہ شعبہ قائم ہو گیا جس میں متعدد بنیے قاعدہ گیاں اور غلطی مساوات بائیں نمودار ہو گئیں۔ ۱۶۶۷ء میں قانون فیڈاٹس کے ذریعے سے یہ تمام نامیاں رفع کر دی گئیں اور محصول جائداد کا ایک سیدھا سا و نظام قائم کیا گیا جس زمانے میں یہ قانون منظور ہوا تھا محصولات موت پانچ مختلف عسوانوں کے تحت وصول کیے جاتے تھے۔

(۱) محصول ثبوت وصیت۔ یہ گیس پہلی مرتبہ ۱۶۹۷ء میں وفات ذاتی جائداد پر ۲۰ پونڈ اور اس سے زیادہ کے تمام وصیت ناموں پر ۵ شلنگ کے

حساب سے عاید کیا گیا۔ بعد ازاں اضافہ ہو کر یہ شرح ۱۰ شلنگ قرار پائی۔ وقتاً فوقتاً اس تجویز میں رد و بدل ہوتا رہا حتیٰ کہ اس کی شکل ایک صدی بجی ٹکس کی سی ہو گئی جو ۱۰۰ پونڈ سے اوپر کی تمام رقموں پر لگایا جاتا تھا اور جس کی شرح ایک ہزار پونڈ کے بعد ۳ فی صدی تک پہنچ جاتی تھی۔

(۲) محصول وراثت۔ اس کو پٹ نے ۱۷۹۷ء میں جاری کیا تھا۔ یہ صرن ایسی جائیداد پر لگایا جاتا تھا جو ادا کنندہ کو وراثت ملتی تھی نہ کہ ایسی جائیداد پر جو معاہدے کی رو سے حاصل ہوئی ہو۔ رشتہ داری کے لحاظ سے اس میں بھی مدارج قائم کیے جاتے تھے۔ (۳) محصول جانشینی۔ اس کو گلیڈسٹون نے ۱۸۹۳ء میں جاری کیا تھا۔ یہ ٹکس جائیداد منقولہ و غیر منقولہ دونوں پر عاید کیا جاتا تھا۔ اس کی مقدار معین کرنے میں وارث کے حصے کی مالیت کا لحاظ کیا جاتا تھا اور مورث کے ساتھ جو رشتہ داری ہو اس کے مطابق اس میں کمی بیشی ہوتی تھی۔

(۴) محصول حسابی۔ یہ ایک خاص محصول تھا جس کی غایت یہ تھی کہ جو جائیداد بطور ہدیہ یا کسی اور طرح منتقل کی جائے اور اس طرح محصول ثبوت و مصیبت کی ادائی سے بچ جائے وہ بھی ادائی ٹکس سے مستثنیٰ نہ ہو سکے۔ ۱۸۸۱ء میں اس کو گلیڈسٹون نے اختیار کیا تھا۔

(۵) محصول جائیداد۔ یہ ایک مزید ٹکس تھا جو بہ شرح ایک فی صدی جائیداد منقولہ و غیر منقولہ دونوں پر بشرطیکہ ان کی مقدار دس ہزار پونڈ سے زائد ہو جائیداد کیا جاتا تھا۔ یہ ٹکس ۱۸۸۶ء میں جاری کیا گیا تھا۔

اس تجویز سے ظاہر ہوتا ہے کہ جمع شدہ دولت پر کسی اصول متزائد کے مطابق ٹکس لگانے کی طرف کیونکر میلان بڑھتا گیا۔ ۱۸۹۳ء کے قانون فینانس کی بدولت اس اصول میں اور بھی زیادہ توسیع ہو گئی ان محصولات کے پورے نظام پر نظر ثانی کی گئی اور ان سب کے عوض صرف ایک محصول جائیداد مقرر کیا گیا جو ہر قسم کی جائیداد پر لگایا جاتا ہے عام ازیں کہ وہ منقولہ ہو یا غیر منقولہ، فیصل شدہ ہو یا غیر فیصل شدہ۔ اس کے بارہ مدارج بنائے گئے۔ پہلا درجہ ایک فی صدی سے شروع ہوتا تھا اور یہ شرح سو پونڈ اور پانسو پونڈ کی درمیانی رقموں کے لیے مقرر تھی، بڑے بڑے یہ شرح ۵ فی صدی تک

پہنچ جاتی تھی جو ایک ملین پونڈ کے لیے مقرر تھی۔ اس کے بعد کئی مرتبہ نظر ثانی کی گئی جس کی بدولت ان محصولوں میں بہت اضافہ ہو گیا۔ ۱۹۱۲ء میں جب یہ جائداد قائم تھا اس کے مطابق پانچ ہزار پونڈ پر ۳۴ فی صدی ٹیکس لگایا جاتا تھا، دس ہزار پونڈ پر ۵۱ فی صدی، بیس ہزار پونڈ پر ۶۶ فی صدی اور اس طرح بڑھتے بڑھتے ایک ملین پونڈ پر ۲۰ فی صدی تک پہنچ جاتا تھا۔ ۱۹۱۲ء میں اس ٹیکس سے ۲۷۳۵۹۰۰ پونڈ آمدنی حاصل ہوئی تھی۔

محصول جائداد زمین کرنے میں ادا کنندہ کی مجموعی جائداد کو پیش نظر رکھتے ہیں۔ اور اس میں بسا اوقات متعدد حصوں اور مختلف قسم کی جائدادیں شامل ہوتی ہیں۔ اس طرح وقت و اد میں تمام ذرائع کی مجموعی مالیت کا پتہ لگانا ضروری ہو جاتا ہے تاکہ محصول ادا ہو سکے۔ لیکن اس طرز عمل میں بہت سی مشکلات رہتا ہوتا ہے اور مساوات قائم رکھنا دشوار ہو جاتا ہے۔ محصول جائداد کا ایک حصہ مقامی حکومتوں کو ادا کیا جاتا ہے جو زیادہ تر اضلاع اور شہروں کی انتظامی مجلسوں کے درمیان مقامی اخراجات کے لیے تقسیم ہو جاتا ہے۔

وراثت اور جائیداد پر ایک مزید محصول لگایا جاتا ہے جو رشتہ داری کے مطابق کم و بیش ہوتا ہے۔ اولاد یا والدین ایک فی صدی ادا کرتے ہیں۔ بھائی بہنیں اور ان کی اولاد ۵ فی صدی، دوسرے رشتہ دار ۵ یا ۶ فی صدی اور غیر رشتہ دار ۱۰ فی صدی۔ اگر کسی نے محصول جائداد ادا کیا ہو تو اس کو مذکورہ بالا ایک فی صدی محصول ادا کرنے کی ضرورت نہیں۔

محصول جائداد کا بار ان املاک پر پڑتا ہے جو کسی شخص کے مرنے پر اس کے ورثاء کے ہاتھوں میں منتقل ہوتے ہیں۔ لہذا وہ ایک بلا واسطہ ٹیکس ہے جو خاص کر املاک حاصل کرنے والے پر عائد ہوتا ہے اور دوسروں پر منتقل نہیں کیا جاسکتا، البتہ بالواسطہ طور پر تقسیم بلکہ شاید پیدائشی دولت پر بھی اس کا ضرور کچھ اثر پڑتا ہے۔ ایک تو یہ کہ محصول جائداد کی بدولت اصل پر ٹیکس لگا کر آمدنی حاصل کی جاتی ہے۔

۷۔ یہ ابتداء انگلستان میں محصول ثبوت و وصیت کی آمدنی کا ۱۰ فی صد تھا۔ اب بھی جائداد سے:

محصول جائداد وصول کیا جاتا ہے اس میں ہر ایک ہجرتہ ادا کر دیتی جاتی ہے (ملاحظہ ہو ضمیمہ ۱۱۰)۔

اگر یہ محمول منسوخ کر دیا جاتا تو یہی آمدنی دوسرے ذرائع مثلاً آمدنی یا اشیا کے محصولات سے فراہم کرنا پڑتی۔ دوسرے ممکن ہے کہ اس کی بدولت رعایا کے ایک نہایت پسمند آور طبقے کے سامنے محنت و جانفشانی کے لیے کوئی ترغیب نہ رہے اور وہ پہلے کی طرح محنت اور اجتماع دولت کی کوشش کرنا ترک کر دے۔ اس کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے کہ شرح سود میں تخفیف واقع ہونے سے لوگوں میں کفایت شمار کی عادت کم ہو جاتی ہے اور اجتماع اصل کی رفتار سست پڑ جاتی ہے۔ اس کے علاوہ ممکن ہے کہ جائیداد کسی کاروبار میں لگی ہوئی ہو، ایسی صورت میں صاحب جائیداد کے مرنے پر ادائیگیس کے لیے اگر کاروبار سے یہ جائیداد واپس لے لی جائے تو ممکن ہے کہ اس پر برا اثر پڑے، اور اس طرح پیدائش دولت میں رکاوٹ پیدا ہو۔ مزید برآں جن خاندانوں کی جائیداد تھوڑی ہو، ان پر اس محصول کا اثر نہایت گراں اور تکلیف دہ ہوتا ہے اور وہ بھی خاص کر ایسے وقت پر جبکہ ان کے اخراجات لازمی طور پر بڑھ جاتے ہیں۔ اسی بنا پر یہ تجویز پیش کی جاتی ہے کہ چھوٹی جائیدادیں اس ٹیکس کی ادائیگی سے مستثنیٰ کر دی جائیں یا اگر کوئی شخص تھوڑا سا یہ چھوڑ کر مرے تو اس پر محصول گھٹا دیا جائے۔

محمول جائیداد کی کچھ نوعیت ہی ایسی ہے کہ وہ آمدنی کا کوئی مستقل ذریعہ نہیں شمار کی جاسکتی۔ تاہم بحیثیت مجموعی اس سے جو کچھ آمدنی حاصل ہوتی ہے اس کی مقدار میں کافی یکسانیت پائی جاتی ہے، چنانچہ اب اس ٹیکس کی آمدنی سالانہ سواڑنے کا ایک مستقل جز سمجھی جاتی ہے۔ عوام میں اس ٹیکس کو بہت مقبولیت حاصل ہو گئی ہے کیونکہ وہ صرف صامب الماک طبقوں پر عائد ہوتا ہے۔ مزید برآں اس میں ان تجاویز کی بھی کچھ جھلک موجود ہے جن کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ جمع شدہ دولت کو ضبط کر کے اس کو از سر نو تقسیم کیا جاوے۔ اگر اس ٹیکس کی شرح نامناسب طور پر بلند کر دی جائے تو اندیشہ ہے کہ وہ ہیں الماک ضبط کرنے کا ایک ذریعہ نہ بن جائے۔ دوسرے یہ کہ ایک بے الطینانی کی حالت پیدا ہو جائے سے اجتماع دولت کے لیے لوگوں کو کوئی ترغیب نہ رہے گی۔ وہ دوران زندگی ہی میں بہ طور ہدیوں کے جائیداد منتقل کرنے لگیں گے اور حیدر جوی کے متعدد دوسرے طریقے اختیار کرنے کی کوشش کریں گے۔

محصول آمدنی کی طرح محصولات موت بھی ٹکس کے نظام میں ایک جزو ہیں۔ وہ ایک طرح کے بلا واسطہ ٹکس ہیں جو صرف مجتمعہ دولت سے مستفید ہونے والے طبقوں پر عائد کیے جاتے ہیں۔ رعایا کے مختلف طبقوں کے درمیان مساوات ایثار و تسامح کرنے میں ان سے بہت کچھ مدد ملتی ہے۔ کیونکہ بالواسطہ محمولوں کا بار کم آمدنی والے مزدور سے پیشہ طبقوں پر بہت زیادہ پڑتا ہے اور محصولات موت سے اس کی ایک حد تک تلافی ہو جاتی ہے۔

پروفیسر باس ٹیلر کی رائے ہے کہ محصول موت دراصل ایک مرید محصول آمدنی ہے جو یکدست و مستہ مالیت کی شکل میں وصول کیا جاتا ہے۔ اس سے اس کی تائید ہوتی ہے کہ آج کل اس تخفیف مالیت کے خلاف ہمہ کرائے کی عسادت روز افزوں ہے جو بہ صورت دیگر جائیداد یا نئے والے کو برداشت کرنا پڑتا ہے۔ موت کے محصول ٹکس متزاید کی نہایت موزوں مثالیں ہیں، ان میں ریج قائم کرنے کا طریقہ لازمی طور پر بے قاعدہ ہوتا ہے۔ اور یہ بات دراصل بے بھی بہت مشکل کہ محصول متزاید کا اطلاق نہ لمبائیت مساوات سے غرضانت ہو خواہ نقد یہ ٹکس کے نقطہ نظر سے یا بحیثیت نظام میں ایک جزو ہونے کے مندرجہ ذیل اعداد ۱۹۱۳-۱۹۱۴ سے مختلف محصولات موت کی اضافی آمدنی وضع ہوتی ہے۔

(۱) ملاک پر محصول جائداد ۵۹۵۸۲۱۶ پونڈ

(۲) محصول وراثت و جانشینی ۳۸۶۰۵۱۲ پونڈ

(۳) محصول ثبوت محصول حسابی ۴۵۳۷۲ پونڈ

(۴) عارضی محصول جائداد ۳۵۵۲۹ پونڈ

(۵) محصول شخصیت ۵۸۰۵۹ پونڈ

جملہ ۲۷۱۶۵۱۲۰ پونڈ

مذکورہ بالا آمدنی میں سے ۳۳۳۳۳۰۱ پونڈ حسابات محصولات مقامی میں ادا کر دیے گئے تاکہ مقامی حکومتوں کو اپنے اخراجات چلانے میں مدد مل سکے۔ محصول مکان سکونہ ایک شاہی ٹکس ہے جو مکانات میں رہنے والوں سے

محمول کیا جاتا ہے اور جس سے سالانہ تقریباً دو ملین پونڈ آمدنی حاصل ہوتی ہے۔ یہ گویا قدیم محمول آتشدان و روشندان کا جدید نمائندہ ہے محمول آتشدان گھو وور جاگیریت میں بھی موجود تھا لیکن قانونی نقطہ نظر سے وہ اس وقت ایک قانونی گس شمار ہونے لگا جبکہ ۱۹۶۲ء میں چارلس ثانی کے لیے پارلیمنٹ نے اسے بعض دوسرے گس اور جاگیری حقوق کے معاوضے میں منظور کیا۔ ۱۹۸۸ء میں وہ منسوخ کر دیا گیا لیکن ۱۹۶۶ء میں اس کی جگہ ایک اور گس جاری کیا گیا جو دیرپوں پر لگایا جاتا تھا اور جو ۱۹۸۸ء تک برابر قائم رہا۔ ان دونوں گسوں کا انحصار اس مفروضہ پر تھا کہ مکان کی وسعت صاحب مکان کی استطاعت کا موزوں معیار ہے۔ اور مکان کی وسعت کا اندازہ اس کے آتشدانوں اور دیرپوں کی تعداد سے ہوتا ہے۔ یہ گس اس لیے قابل اعتراض سمجھے جاتے تھے کہ ان کی بدولت انسانی زندگی کی اس قدر مفید چیزوں میں کمی واقع ہوتی تھی۔ روشنی اور گرمی جیسی مایحتاج زندگی کی ضروریات پر ان گسوں کا بار عائد ہوتا تھا اور ان کی حد بندیاں رعایا کی صحت کے لیے مضر تھیں۔

محمول مکان مسکو نہ پہلی مرتبہ ۱۹۷۸ء میں اختیار کیا گیا۔ ۱۹۳۲ء میں وہ منسوخ کر دیا گیا لیکن ۱۹۸۸ء میں محمول روشندان کی تسخیر کے بعد وہ پھر جاری کر دیا گیا۔ آج کل یہ محمول تمام مکانات اور کاروباری عمارات وزینات پر لگایا جاتا ہے بشرطیکہ ان کا کرایہ ۲۰ پونڈ یا اس سے زائد ہو۔ کاروباری عمارات وزینات رجسٹری شدہ مکانات مسکو نہ اور زراعتی مکانات پر یہ گس ادنیٰ شرح سے لگایا جاتا ہے۔ اصول متزاید کے مطابق اس گس میں کمی بیشی کی جاتی ہے۔

کرایہ ۲۰ پونڈ سے کم اور ۲۵ پونڈ سے زائد نہیں	۳۰ پونڈ سے زائد	۶۰ پونڈ سے زائد
۳ پنس	۶ پنس	۹ پنس
۲ پنس	۳ پنس	۶ پنس

مکانات کوئی
شراب خانے، زراعتی مکانات
اور کاروباری عمارات وزینات

۷۴ کل اور دوسرے معاشیین کی یہ رائے ہے کہ مکان کا کرایہ صاحب مکان کی آمدنی کی ایک بدیہی صورت ہے۔ مزید برآں اس آمدنی کی مقدار جلد جلد نہیں بدلتی بلکہ زمانہ دراز تک ایک ہی سطح پر قائم رہتی ہے۔ لہذا انکس لگانے کے لیے یہ ایک اچھا معیار ہو سکتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ مقامی نکس کے لیے کرایہ مکان غالباً بہترین معیار ہے، کیونکہ مقامی حکومتیں جس قدر سرمایہ اپنے علاقوں کی اصلاح و ترقی کے لیے صرف کرتی ہیں، اس سے مقامی باشندے ایک حد تک اپنے اپنے مکانات کی نوعیت کے مطابق کم و بیش مستفید ہوتے ہیں۔ لیکن جہاں تک قومی ملکوں کا تعلق ہے یہ ضروری نہیں کہ کرایہ مکان ادا کنندہ کی آمدنی یا استطاعت کا کوئی صحیح معیار ہو۔ مکانات کے انتخاب میں بہت سی باتیں پیش نظر ہوتی ہیں۔ مثلاً صحت کا خیال، خاندان کی وسعت، ذریعہ معاش کی نوعیت اور ادا کنندہ کی حیثیت۔ بعض پیشے اس قسم کے ہوتے ہیں کہ جو لوگ ان میں مشغول ہو کر روزی کھاتے ہیں، انہیں ہمیشہ عوام الناس کی نظروں کے سامنے رہنا پڑتا ہے جیسے کہ ڈاکٹروں اور طبیبوں کی حالت ہے۔ ان لوگوں کی آمدنی کا جو حصہ کرایہ مکان پر صرف ہوتا ہے، وہ بہ مقابل دوسرے طبقوں کے نسبت بہت زیادہ ہوتا ہے۔ کیونکہ ان آخر الذکر طبقوں کے ذرائع معاش پر اس قسم کی اتفاقی باتوں کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔

محول مکان کی ایک اور خامی یہ ہے کہ اس میں مطلق یہ امتیاز نہیں کیا جاتا کہ ادا کنندہ کی آمدنی اور کرایہ مکان ان دونوں کا باہمی تناسب جگہ جگہ بدلتا رہتا ہے۔ دیہات سے زیادہ قصبات اور قصبات سے زیادہ بڑے شہروں میں کرایہ مکان کا خرچ آمدنی کے تناسب سے بڑھتا جاتا ہے۔ بہت سے جز معاش لوگ اپنے پیشوں کی خاطر اس بات پر مجبور ہوتے ہیں کہ شہروں اور قصبوں میں آکر بس جائیں اور چار و ناچار مکانات کے اعلیٰ کرایہ کا بار برداشت کریں۔ بر خلاف اس کے بہت سے دو متمند اشخاص دیہات کی پاک و صاف آب و ہوا سے مستفید ہونے کے لیے بڑے بڑے وسیع مکانات ادنیٰ کرایہ پر حاصل کر لیتے ہیں۔ ایسی صورت میں محض کرایہ مکان کو پیش نظر رکھ کر اول الذکر طبقے سے زیادہ اور آخر الذکر طبقے سے کم مقدار میں محمول مکان وصول کرنا ہرگز قرین انصاف نہیں ہو سکتا بہت ممکن ہے کہ

ایک دولتمند آجر شہر سے کئی میل کے فاصلے پر ایک اعلیٰ درجے کی وسیع کوٹھی نہایت ہی قلیل کرایہ پر حاصل کر لے اور اسی کا ایک محوریانہ دروازہ کا رخانے کے قریب جواریں شہر کے اندر رہنے پر مجبور ہے، اس سے زیادہ کرایہ دے کر ایک ادنیٰ قسم کے مکان میں زندگی بسر کرے۔ ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں دولتمند آجر سے کم اور غریب محوریانہ دروازے سے زیادہ معمول طلب کرنا کس حد تک اصول مساوات کے مطابق ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ۲۰ پونڈ اور اس سے کم کرایہ والے مکانات کو ادنیٰ ٹیکس سے جو مستثنیٰ کر دیا جاتا ہے، عام ازیں کہ وہ مکانات دیہات میں واقع ہوں یا شہر میں، اس سے مختلف آمدنی والے طبقے غیر مساوی طور پر متاثر ہوتے ہیں۔ مزید برآں دیہات میں بسا اوقات بڑے بڑے محصل تعمیر ہوتے ہیں اور ان کے مالک نہایت دولتمند اور بڑی بڑی آمدنی والے ہوتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان حالات میں جائیداد کی مالیت یا مالک جائیداد کی آمدنی کے تناسب سے معمول مکان نہیں شخص کیا جاسکتا۔ علاوہ اس کے معمول کا اثر انسانی زندگی کی ایک درجہ اول کی احتیاج پر پڑتا ہے اور خاص کر شہر میں بسنے والے جزو معاش تعلیم یافتہ طبقوں پر وہ بہت زیادہ گراں ہوتا ہے۔ یہ لوگ یا تو کسب معاش کی خاطر اپنے آپ کو اس بات پر مجبور پاتے ہیں کہ اپنی قلیل آمدنی کا نسبتاً زیادہ حصہ مکان کی احتیاج رفع کرنے میں صرف کر دیں یا بوجہ تسلیم یافتہ ہونے کے وہ اپنے اور اپنے خاندان والوں کے لیے صحت بخش مکانات کی اہمیت کو محسوس کرتے اور زیادہ مسارف برداشت کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ قوم کے لیے یہ بات بہ حیثیت مجموعی نہایت مفید ہے کہ لوگ حصول آمدنی کی وجہ سے اپنا سرمایہ اچھے ایسے مکانات بنوانے میں صرف کریں، لیکن اس معمول کی بدولت لوگوں کو اس طرف ترغیب نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح یہ بات بھی بہ حیثیت مجموعی بہت مناسب ہے کہ زیادہ سے زیادہ لوگ اچھے اور صاف ستھرے مکانات میں زندگی بسر کریں، لیکن اس ٹیکس کا عملیہ اثر ہے کہ جس قدر کوئی شخص اعلیٰ کرایہ کے مکان میں رہتا ہے اسی قدر اس کو

محصول مکان کی شکل میں زیادہ جرمانہ ادا کرنا پڑتا ہے۔

حساباتِ فیئناش ۱۹۱۴ء

محصول زمین ۶۹۰۰۰۰ پونڈ
محصول آمدنی تخمینی حاصل۔

جدول (۱)۔ اراضی، مکانات وغیرہ ۱۰۳۰۳۰۰۰ پونڈ
” (ب)۔ استعمال اراضی، مکانات وغیرہ ۲۱۳۰۰۰ پونڈ
” (ج)۔ سالیانے، مقسوم وغیرہ ۲۸۶۰۰۰ پونڈ
” (د)۔ علمی پیشے، تجارت وغیرہ ۲۷۲۹۳۰۰ پونڈ
” (ه)۔ خدماتِ سرکاری وغیرہ ۳۲۲۳۰۰۰ پونڈ
زائد گئیں ۳۳۳۹۰۰۰ پونڈ
۳۷۲۳۱۰۰۰ پونڈ

بخشہ سے ”مکتب“ اور ”غیر مکتب“ آمدنی میں تفریق کی جاتی ہے۔ اول الذکر قسم کی آمدنی پر بشرطیکہ وہ تین ہزار پونڈ سے زائد نہ ہو، شرح محصول ادنیٰ ہوتی ہے۔ اس سے زیادہ مقدار کی آمدنیوں پر عام ازمیں کہ وہ مکتب ہوں یا غیر مکتب، اعلیٰ شرح سے ٹکس لگایا جاتا ہے۔

پانچویں فصل

بالواسطہ ٹکس لگانا۔ اشیاء اور اعمال کے محمول

اکثر ممالک میں انشیا (قابل صرف دولت) پر محمول لگا کر کثیر آمدنی حاصل کی جاتی ہے۔ عام پیداوار کی حالت سے قابل استعمال حالت تک پہنچنے میں جو مختلف مدارج طے کرنے پڑتے ہیں ان میں سے کسی نہ کسی درجہ پر یہ محمول مانڈ کر دیے جاتے ہیں۔ موجودہ زمانے میں بالواسطہ محمول لگانے کے مختلف طریقے ہیں۔

(۱) ایک ذرا سا سٹی ٹیریٹری میٹ بااستعمال پٹکس لگا دیا جاتا ہے جیسے کہ کاریوں پر بندہ آؤں لے محمول۔ (۲) دوسرے یہ کہ پیریٹی پیدائش کے وقت ٹکس لگایا جاتا ہے جیسے کہ ٹراب پٹکس سمیو۔ (۳) تیسرے یہ کہ سرحدی مقامات پر چیزوں کی درآمد و برآمد پر ٹکس لگائے جاتے ہیں جیسے کہ کروڑگیری نے محمول۔ (۴) چوتھے یہ کہ چیز کی تیاری اور تجارت سرکاری اجارے کے ذریعے سے ہوتی ہے۔ جیسے کہ فرانس اور جاپان میں شاکو اور ہندوستان میں اسیون۔ (۵) سیم زمانے کے محاصل راہ داری اور محاصل بازارات بھی جو چیزوں کی خرید و فروخت یا ان کے نقل و حمل کے وقت وصول کیے جاتے ہیں انھی کے ساتھ شامل کیے جاسکتے ہیں۔ صرف دولت کے ٹکس اپنے اہستہ انی زمانے میں زیادہ تر بلاواسطہ ہوتے تھے اور جو لوگ دولت منقولہ پر قابض ہوتے تھے، ان سے وہ بلاواسطہ وصول کر لیے جاتے تھے کیونکہ وہی ان کی استطاعت کی نشانی سمجھی جاتی تھی۔ بعض اوقات استعمال والہ سال دولت کے موقعوں پر بھی یہ ٹکس لگائے

جاتے تھے بلکہ اویٹھن، اوقات اُن سے فضول خرچی کو روکنے کا کام لیا جاتا تھا۔

موجودہ زمانے کی ترقی کا ایک نتیجہ یہ ہے کہ پیدائش دولت کے طریقے بہت پیچیدہ ہو گئے ہیں۔ اور صرف دولت پر براہ راست ٹیکس لگانا بہت دشوار ہے۔ لہذا یہ مقصد اس طور پر حاصل کیا جاتا ہے کہ استمال کی چیزوں پر محصول لگائے جاتے ہیں جو بالعموم صرف کرنے والوں پر منتقل ہو جاتے ہیں۔

چند بلا واسطہ ٹیکس جو صرف دولت پر لگائے جاتے تھے، مثلاً گاڑیوں، کتوں، بندوقوں، مرد ملازمین اور زرہ کتہ پر امتیازی نشانات استعمال کرنے کے محصول، آج کل یہ سب لیسنس کی شکل میں ادا کیے جاتے ہیں ممکن ہے کہ ان میں سے بعض کا اثر بالواسطہ اُن صنعتوں پر پڑے جو ٹیکس ادا کرنے والی چیزوں کی تیاری سے متعلق ہوں، مثلاً گاڑیوں کا ٹیکس۔ اگر اس قسم کے ٹیکس زیادہ مقدار میں لگائے جائیں تو ان کی متعلقہ صنعتوں میں کام کرنے والے کم ہو جائیں گے۔ استمال دولت پر براہ راست جو ٹیکس لگائے جاتے ہیں، وہ زیادہ تر محصولات تھیش کی یادگار ہیں اور ان سے خزانہ سرکاری کو نسبتاً بہت کم آمدنی حاصل ہوتی ہے۔ دراصل یہ ٹیکس دور قدیم کے لیے زیادہ موزوں تھے جبکہ ہر چیز نہایت سادہ تھی، صنعتیں بہت تنویر سی تھیں اور جدید ذرائع آمدنی میسر نہیں تھے۔

راہداری اور بازارات کے محصولوں کا آغاز نہایت قدیم زمانے میں ہوا ہے۔ ان کے معاوضے میں ادا کنندہ کو یہ حق عطا کیا جاتا تھا کہ خاص خاص مقامات میں تجارت کرے، سرکاری سڑکیں استعمال کرے اور ایسے مقامات سے مستفید ہو جو اس کا سامان فروخت کرنے کے لیے باعث سہولت ہوں۔ بالآخر یہ ٹیکس چیزوں کی قیمتوں میں شامل ہو جاتے تھے۔ اسی طرح لیسنس کے ذریعے سے خاص خاص صنعتیں جاری کرنے یا خاص خاص چیزیں (شراب، تمباکو وغیرہ) فروخت کرنے کا حق عطا کیا جاتا ہے۔ یہ لیسنس بھی اپنے اثرات اور عام نقدیے میں ان ٹیکسوں کے

۱۹۷۱ء میں پتہ لگے گاڑیوں پر ٹیکس لگانا شروع کیا جس کی وجہ سے یہ صنعت تقریباً برابر ہو گئی۔ اور اس بنا پر دوسرے سال وہ منسوخ کر دیا گیا۔

مشابہ ہیں جو خود چیزوں پر لگائے جاتے ہیں۔ وہ بھی اشیائے متعلقہ کے بنانے والوں اور ان کی تجارت کرنے والوں کی تعداد کو محدود کر دیتے ہیں۔ ان کی خاص خوبی یہ ہے کہ جو لوگ اس قسم کے کاروبار میں مشغول ہوتے ہیں، طریقہ لیسنس کی بدولت ان کا ایک جیسٹہ ساتیار ہو جاتا ہے اور ان پر سرکار سی نگرانی رہتی ہے۔ ظاہر ہے کہ جہاں تک پھیری لگانے والوں اور اسباب خانہ داری رہن رکھنے والوں کا تعلق ہے اس قسم کی نگرانی بے حد ضروری ہے۔

یہ ایک نہایت صحیح رائے ہے کہ موجودہ زمانے میں محاصل لیسنس کا سوز و گداز ترین استعمال یہ ہے کہ ان سے مقامی ٹیکسوں میں مدد ملی جائے۔ اس غرض کے لیے مرکزی حکومت پہلے سے ایک کثیر رقم ادا کرتی ہے کتنی اور کس کس قسم کی چیزوں پر کس کس شہر سے محصول وصول کیا جائے، ان باتوں کی نگرانی کا انتظام کر کے مرکزی حکومت کو چاہیے کہ اس قسم کے ٹیکس تمام وکھال مقامی اغراض کے لیے وقف کر دے۔

خاندان ٹیوڈر اور اسٹوارٹ کے بادشاہ اجاروں اور اسناد کی شکل میں خاص خاص لوگوں کو حقوق عطا کر دیتے تھے۔ یہ ایک طرح کے محاصل جنگی تھے جو زیادہ تر خود رانی پر مبنی اور غیر مستقل قسم کے ہوتے تھے جن سے خود بادشاہ کو تو نہایت قلیل آمدنی حاصل ہوتی تھی لیکن اجارہ داران سے خوب منافع کساتے تھے اور خریداروں پر ان کا پورا بار پڑتا تھا۔ لیکن زمانہ موجودہ میں برطانیہ کی آمدنی کا کوئی حصہ سرکاری اجاروں سے نہیں حاصل ہوتا، بجز اس کے کہ ہم ڈاک خانے کو ایک سرکاری اجارہ خیال کر لیں۔ لیکن یورپ کے بعض اور ممالک میں تمباکو، دیاسلانی اور بعض دوسری سرکاری صنعتوں سے مستقل طور پر آمدنی حاصل کی جاتی ہے۔

اشیاء محصول لگانے کے جو طریقے اس زمانے میں رائج ہیں وہ یہی جنگی اور کروڑگیہی کے ٹیکس ہیں۔ معاشی نقطہ نظر سے ان دونوں کا عام نتیجہ ایک ہی ہے یعنی ان کی وجہ سے قیمتوں میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

محمولات کروڑگیہی کے ذریعے سے ٹیکس وصول کرنے کا طریقہ بہت قدیم زمانے سے چلا آتا ہے۔ تجارت جب کسی ملک میں داخل ہوتے تھے تو دافعہ کی

اجازت حاصل کرنے کے لیے کسی نہ کسی مددنی مقام پر انھیں محصول راہداری ادا کرنا پڑتا تھا جس کے معاوضے میں تاجر کو یہ حق حاصل ہو جاتا تھا کہ اس علاقے میں تجارت کرے وہاں کی ٹرکیں استعمال کرے اور حفاظت کے ساتھ اس کے مختلف حصوں میں گشت لگائے۔ فرض یہ کیا جاتا تھا کہ اس ٹکس کا بار تاجر ہی پر پڑتا ہے مالا نکہ دراصل وہ اپنے مال کے خریداروں سے بذریعہ قیمت اس ٹکس کی کسر نکال لیتا تھا۔ انگلستان میں بھی بہت قدیم زمانے سے راہداریوں یا بندرگاہی محصولات کا وجود پایا جاتا ہے۔ درآمد و برآمد دونوں قسم کے مال پر یہ محصول لگائے جاتے تھے اور سرکاری آمدنی کا بہت مستقل ذریعہ سمجھے جاتے تھے۔ ابتدا میں یہ محصول پہ شکل جنس ادا کیے جاتے تھے مثلاً اگر شراب کے دس پیسے داخل ہو رہے ہوں تو ان میں سے ایک بہ طور محصول کے دے دیا جاتا تھا۔ بعد ازاں وہ باقاعدہ طور پر زر کی شکل میں ادا ہونے لگے۔

پاریس سچے ایک قسم کا محصول تھا جو شراب کی درآمد پر لگایا جاتا تھا اور شاہ انگلستان رچرڈ اول کی خدمت میں پیش کیا جاتا تھا۔ جان بھی ادا نہ کیا اور مچھلی کی درآمد اور اداں اور چمڑے کی برآمد پر مقررہ شرحوں سے محصول وصول کرتا تھا۔

تجارتی مال پر جو محصول راہداری لیے جاتے تھے وہ قدیم کروڈگری کے نام سے موسوم کیے جاتے تھے۔ اڈورڈ اول اور اڈورڈ ثالث کے زمانے میں جو لڑائیاں ہوئیں ان کی وجہ سے مذکورہ بالا راہداریوں کے ساتھ چند اور ٹکس شامل کرنے پڑے۔ چنانچہ ۱۲۵۳ء کے قانون اسٹیل کے مطابق اس قسم کی مندرجہ ذیل مدوں سے مدامی طور پر شاہی آمدنی حاصل کی جاسکتی تھی:-

(۱) قدیم کروڈگری کے محصول جو اداں اور چمڑے پر لگائے جاتے تھے۔ (۲) جدید کروڈگری کے محصول جو غیر ملکی تاجروں سے وصول کیے جاتے تھے۔ (۳) پاریس سچے جو شراب کی درآمد پر ملکی تجارت سے لیا جاتا تھا یا "پینچ" جو باہر سے شراب بیچنے والوں سے وصول کیا جاتا تھا۔ (۴) پونڈیج جو "د" درآمد و برآمد پر لگایا جاتا تھا۔ (۵) ۱۲۵۳ء میں

۹۲۶۰ پونڈ آمدنی حاصل ہوئی۔ ۱۳۱۱ء میں ان محاصل کا تخمینہ ۳۰ ہزار پونڈ تک کیا گیا۔ تیسری بار اول کی تحت نشینی کے وقت ان کی مقدار ایک لاکھ ستائیس ہزار پونڈ تھی۔ ۱۶۱۱ء تک وہ پانچ لاکھ پونڈ تک بڑھ گئی اور ۱۶۸۱ء میں تو وہ ایک ملین پونڈ تک پہنچ گئی۔ ۱۶۸۱ء میں پہلی مرتبہ ایک مجلس کسٹرنان کا تقرر عمل میں آیا تاکہ محال گردنی کی کا انتظام کرے۔

جب طریق تجارت کا دور دورہ ہوا تو اس کے زیر اثر محصولات درآمد بڑھا دیے گئے اور ملکی مصنوعات کی برآمد کو ابھارنے کی کوشش کی گئی۔ مقصد دراصل یہ تھا کہ توازن تجارت ملک کے موافق ہو یعنی ملکی مصنوعات بیرونی مقامات میں خوب جا کر بھریں اور وہاں سے اس کے معاوضے میں چاندی، سونا، لہ کر ملک کے اندر پہنچتا جائے۔ اس طریقے نے رفتہ رفتہ ایک خاص مسلک کی شکل اختیار کر لی یعنی ملکی پیداوار کو محفوظ رکھنے اور اس کی پرورش کرنے کے لیے محصولات درآمد سے کام لیا جائے۔ اس طرز عمل کا نتیجہ یہ ہوا کہ مختلف ممالک کے درمیان انتقام کے جذبات بھڑک اٹھے اور آپس میں مالی جنگ و جدال برپا ہو گئی۔ اس کی وجہ سے تائین کے طریقے کو مزید تقویت حاصل ہوئی اور یہ خیال : ور پکڑ تا گیا کہ حب الوطنی کا تقاضہ یہ ہے کہ طریق تائین کی حمایت کی جائے محصولات کرڈگیری اب محض ایک ذریعہ آمدنی نہیں رہے بلکہ ممالک غیب کی تجارت پر حملہ کرنے کا آلہ خیال کیے جانے لگے۔ غرض ۱۶۷۱ء تک انگلستان میں یہ اصول بہت زیادہ غالب رہا لیکن اس سال قوانین غلہ کی منسوخ عمل میں آئی جو نتیجہ تھی اس بل چل کا جو ایک زمانے سے تجارت آزاد کی حمایت میں جاری تھی۔ اسی اثنا میں محال کرڈگیری کا انتظام کرنے اور چوری کو روکنے کے لیے جس وسیع پیمانے پر انتظامات کیے گئے تھے ان کی وجہ سے ان محاصل کی خالص آمدنی بہت کچھ گھٹ گئی تھی محصول کرڈگیری کا اصلی نصب العین اب لوگوں کی نظروں سے غائب ہو چکا تھا اور اس کی جگہ یہ غلط خیال دماغوں میں جا گزیں ہو گیا تھا کہ حب الوطنی کے لیے بیرونی تجارت کو ضرب لگانا ملکی صنعت کی اعانت کرنا اور بیرونی حربوں سے انتقام لینا نہایت ضروری ہے۔ ۱۸۸۴ء میں پٹ نے کرڈگیری اور جنگی کے پیچیدہ نظام کی

اصلاح شروع کی۔ وہ چاہتا تھا کہ ان ملکوں کو ہول کرنے کے طریقے نہایت سادہ ہوں اور خود ملکوں کی مقدار میں تخفیف ہو۔ لیکن اسی اشنا میں جو فرانس کے ساتھ جنگ چھڑ گئی تو یہ محصول دوبارہ عائد کیے گئے اور ان میں خوب اضافہ کیا گیا۔ تمام قابل استعمال چیزوں۔ خام پیداواروں اجناس، مصنوعات پر اعلیٰ شرح سے سود عائد کیے گئے۔ جتنی کہ اختتام جنگ کے وقت تقریباً بارہ سو مختلف چیزوں پر ٹیکس لگائے جاتے تھے جن میں سے اکثر تعداد ایسی چیزوں کی تھی جن سے کوئی آمدنی حاصل نہیں ہوتی تھی۔ ۱۸۱۵ء میں محصولات درآمد سے ۸۰۳۲۳۸۰ پونڈ آمدنی حاصل ہوئی تھی۔ ۱۸۱۵ء میں جب صلح ہوئی تو محصول آمدنی منسوخ کر دیا گیا۔ لیکن صرف اشیاء جو محصول لگائے جاتے تھے وہ برقرار رکھے گئے۔ اور بیرونی غلے پر محصول لگا کر اصول تائین کو از سر نو تسلیم کیا گیا۔ یہ محصول کچھ اس طرح مرتب کیا گیا تھا کہ جب تک ملکی پیداوار کی قیمتیں فی کو اڑ ٹر ۸ شلنگ تک نہ پہنچ جاتیں، اس وقت تک بیرونی غلہ برطانیہ عظمیٰ میں داخل نہ ہوسکے۔

۱۸۲۰ء میں لندن کے تاجروں کی طرف سے آزاد تجارت کی حمایت میں ایک مہم پیش کیا گیا اور یہی پہلا زینہ تھا جہاں سے اصلاح کے ایک نئے دور کا آغاز ہوتا ہے۔ ۱۸۲۳ء اور ۱۸۲۵ء کے درمیان بورڈ آف ٹریڈ کے صدر نشین کسٹن نے بہت سے محصول کم کر دیے۔ قانون کروڈ گیبری میں سادگی پیدا کی اور غلے کے محصول میں رد و بدل کر کے قیمت کی حد کو ۳ شلنگ تک کھٹا دیا۔ لیکن اسی اشنا میں ایک مانی بحران نمودار ہوا جو افراط تخمین کا نتیجہ تھا۔ اس کی بدولت اس تحریک میں رکاوٹ پیدا ہو گئی اور مالی اصلاح کا کام چند سال کے لیے ملتوی ہو گیا۔

۱۸۴۱ء میں سر ہاربر شیل نے اس کام کو دوبارہ شروع کیا۔ اس وقت ان محصولات کی فہرست میں ۱۱۵ چیزیں شامل تھیں جن کی اکثر تعداد میریہ اور غنہ تھی جتنی کہ بعض محصولوں سے بوجہ ان کی اقتصادی نوعیت کے مطلق کوئی آمدنی نہ تھی۔ ملتی تھی۔ پیل نہایت اصرار کے ساتھ اس نصب العین پر قائم رہا کہ ملک سے طریقوں میں سادگی پیدا کی جائے اور ٹیکس وصول کرنے کے مسائل میں خفیف ہو۔ اس نے اقتصادی محصول قطعاً موقوف کر دیے۔ پیداوار خام اور نامکمل مصنوعات کے

محصولوں میں زبردست تخفیف کردی اور مصنوعات کے حصول بھی نسبتہ گھٹا دیے۔ ان اصلاحات کے دور۔ ان میں آمدنی میں جو کمی واقع ہوتی تھی، اس کی تکمیل کے لیے اس نے محصول آمدنی جاری کر دیا۔

اگرچہ پیل نے زراعت کو ایک اہم قومی صنعت خیال کر کے غلے کے محصول کو برقرار رکھا تاہم اس نے جو مسلک اختیار کیا تھا، اس کا رجحان بدیہی اور مستقل طور پر آزاد تجارت کی طرف تھا۔ چنانچہ جب ۱۸۴۷ء میں آئرستان میں قحط واقع ہوا تو اس نے مکمل طور پر تجارت آزاد کے اصول پر عمل درآمد شروع کر دیا۔ ۱۸۴۶ء میں غلے کے قانون منسوخ کر دیے گئے، بجز ایک محصول رجسٹریشن کے جو غلے پر لگایا جاتا تھا اور جو ۱۸۶۹ء تک برقرار رہا۔ قوانین جہاز رانی کی منسوخ بھی منظور کی گئی اور ۱۸۶۹ء میں اس پر عمل درآمد شروع کر دیا گیا۔

بعد ازاں مسٹر کلیڈ سنون نے اصلاح ٹیکس کا کام جاری رکھا اور اپنے دور حکومت میں آزاد تجارت کے اصول کو مکمل طور پر قائم کر دیا۔ اس نے بہت سے تکلیف دہ محصولات جنگی بھی موقوف کر دیے جن میں وہ محصول بھی شامل تھے جو تعمیر کے مال دسامان (۱۸۵۷ء) اور مابون (۱۸۵۳ء) پر لگائے جاتے تھے۔ اشتہارات پر جو خاص محصول لگائے جاتے تھے، وہ ۱۸۵۷ء میں اخبارات کے محصول ۱۸۵۵ء میں اور کاغذ کا محصول ۱۸۶۱ء میں موقوف کیے گئے۔ ٹیکس اور پیہ کو ۱۸۶۰ء میں بجات حاصل ہوئی، چائے کا محصول ۱۸۶۵ء میں ایک شلنگ سے ٹھٹ کر ۶ پینس ہو گیا۔ اور ۱۸۶۲ء میں Hops بھی اجسوائی محصول سے آزاد کر دیے گئے۔ ۱۸۷۴ء میں شکر کا محصول منسوخ کر دیا گیا اور ۱۸۸۰ء میں Malt کا محصول بیر کے محصول کی شکل میں تبدیل کر دیا گیا۔

غرض جمیٹ مجموعی انیسویں صدی کے مالی قوانین کا خاص نتیجہ یہ نکلا کہ آئندہ کے لیے برطانیہ میں محصولات، درآمد و برآمد کی غایت محض حصول آمدنی قرار پائی۔ چنانچہ اب کروڑ گیری کے جس قدر محصول موجود ہیں، وہ سب غیر تائینی ہیں اور مختلف قسم کی صرف تقریباً ایک درجن چیزوں پر لگائے جاتے ہیں جو زیادہ تر تعیضات میں شامل ہوتی ہیں۔ ٹیکس وصول کرنے میں اصول کفایت کا لحاظ

رکھا جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ بہت پیداوار ثابت ہوتے ہیں۔ ۱۳-۱۴ء میں کروڑگیری سے جو آمدنی حاصل ہوئی ہے، اگر ہم اس کے اعداد پر نظر ڈالیں تو ان نتائج کا یہ آسانی پتہ چل سکتا ہے۔ سب سے زیادہ آمدنی (۱۲۸۹۶۰۳ پونڈ) تباکو سے حاصل ہوئی ہے۔ شراب، روح شراب اور بری سے ۵۵۹۰۱۴ پونڈ، چائے سے ۶۵۰۷۷۲۹ پونڈ، شکر سے ۳۷۸۵۴۴ پونڈ، کافی، کوکو، کشمش، منقہ، انجیر وغیرہ سے ۱۰۷۵۵۹۸ پونڈ، چند اور مدوں سے ۴۳۰۰۰ پونڈ اس طرح جملہ ۳۵۶۶۸۸۹۰ پونڈ آمدنی کروڑگیری سے حاصل ہوئی، چونکہ یہ محصول معمولی استعمال کی چیزوں پر جو اکثر و بیشتر ضروریات زندگی سے بالاتر ہوتی ہیں، لگائے جاتے ہیں، لہذا ان سے ایک مستقل آمدنی کی توقع کی جاسکتی ہے، کیونکہ اگر کسی ایک مد سے آمدنی کم ہو جاتی ہے تو بالعموم دوسری مدوں سے اس کی تکمیل ہو جاتی ہے، تاہم مجموعی آمدنی میں معمولی قسم کی کمی بیشی ضرور ہوتی ہے اور اس کے بھی وہی اسباب ہوتے ہیں جو قوم کی قوت خرید اور عام مرفہ الحامی پر اپنا اثر ڈالتے ہیں۔ اس فہرست کی چند مد میں خاص طور پر قابل تشریح ہیں۔

۱۵-۱۶ء میں ضروریات جنگ کے زیر اثر چائے کا محصول ۴۴۰۰۰ پین سے بڑھا کر ۶۰۰۰ پین کر دیا گیا۔ ۱۷-۱۸ء میں وہ فی پونڈ ۸ پین تک بڑھا دیا گیا۔ ۱۹-۲۰ء میں وہ فی پونڈ ۱۵ پین تھا، شکر کا محصول جو ۱۹۰۰ پین منسوخ کر دیا گیا تھا، ۱۹۰۰ء میں تدریجی اصول کے مطابق دوبارہ عائد کیا گیا اور اس کی شرح فی ہنڈرڈ ویٹ ۱۲۴ اور ۱۲۵ پین کے درمیان کم و بیش ہوتی رہتی تھی۔ یہ حالت موجودہ (یعنی ۱۹۱۵ء میں) یہ حدود ۱۰۰ اور ۲۲ پین فی ہنڈرڈ ویٹ ہیں۔ اور یہ کمی بیشی درجہ تعقیب کے مطابق ہوتی ہے۔ شکر خوراک کی ضروری چیزوں میں سے ہے اور جام، چٹنیاں، بیر اور جوتوں کی پاش کی تیاری میں بھی وہ بہ طور خام پیداوار کے کام آتی ہے۔ جہاں تک برطانیہ عظمیٰ کا تعلق ہے اس کا سالانہ اوسط خرچ فی کس ۹۰ پونڈ (۲۵ سیر) ہے۔ پس ظاہر ہے کہ شکر کا محصول ۸۳ ادا کرنے والوں کو حقیقی ایثار کرنا پڑتا ہے۔ ہندوستان میں محصول نمک کی حمایت میں جو دلائل پیش کیے جاتے ہیں، وہی انگلستان میں محصول شکر کے لیے لائے جاسکتے ہیں۔ آدم آستھ بھی محصول شکر کو مناسب خیال کرتا ہے، کیونکہ

بوطیقہ محصول آمدنی سے متعلق ہیں ان پر نہایت کامیابی کے ساتھ اس ٹیکس کے ذریعے سے اثر ڈالا جاسکتا ہے۔ ایک اور خوبی یہ ہے کہ وزن دار ہونے کی وجہ سے اس میں کسی کو چوہی کی ترغیب نہیں ہو سکتی اور چونکہ وہ ایک عام استعمال کی چیز ہے لہذا آمدنی میں شمولیت کے لئے یہ بھی کثیر آمدنی حاصل ہوتی ہے۔

۱۸۷۷ء اور ۱۸۸۱ء کے درمیان چائے، کافی، کوکو، نیز شکر کے محصول موقوف کرنے کے لیے بہت شور مچایا گیا۔ کہا جاتا تھا کہ گویا یہ ناشتے کی میز کو آزاد کرنے کی تحریک ہے۔ اگر یہ سب بالواسطہ محصول منسوخ کر دیے جائیں تو نہ ورمی ہوگا کہ محصول آمدنی میں توسیع کی جائے یا کوئی اور طریقہ اختیار کیا جائے جس کی بدولت آبادی کا کوئی طبقہ ادائیگی سے بالکل مستثنی نہ رہ سکے، کیونکہ ٹیکس کا یہ بنیادی اصول ہمیشہ ہمارے پیش نظر رہے کہ حکومت کے اخراجات کو پورا کرنے میں رعایا کا ہر فرد ضرور کچھ نہ کچھ بار برداشت کرے گا۔

اگر ہم اس غرض سے مسکرات محصول لگاتے ہیں تو جو لوگ ان چیزوں کے استعمال سے اجتناب کرتے ہیں وہ ادائیگی سے بچ جاتے ہیں۔ تمباکو کے محصول سے تمباکو نہ پینے والے متاثر نہیں ہوتے۔ مزید برآں ابھی وہ وقت نہیں آیا ہے کہ ہم تمام بالواسطہ ٹیکسوں سے قطعاً دست بردار ہو جائیں، کیونکہ ابھی عوام کے اخلاق کا معیار اس قدر بلند نہیں ہوا ہے کہ ہر شخص مساوات کو ملحوظ رکھ کر براہ راست ٹیکس ادا کرے۔

(۲) ۱۹۰۲ء میں غلے کی درآمد پر دوبارہ محصول عائد کیا گیا۔ گویہ محصول

۱۔ اس استدلال میں یہ بات فرض کرنی جاتی ہے کہ تمام شکر پر مساوی طور پر محصول لگایا جاتا ہے۔ انصاف کا سوال دربرساز کے معاہدہ ٹیکس کے اثرات اس وقت زیر غور نہیں ہیں۔

۲۔ یہ فرض ہے جو ٹیکس اصرار کے ساتھ کہتا ہے کہ جس قدر غور و غوض اور جنگی کے ساتھ میں مسہ ٹیکس پر غور کیا جائے اس سے نظر آتا ہے کہ اسی قدر میں اس اصول کا حامی بنتا جاتا ہوں کہ بجز ان لوگوں کے جو فی الحقیقت مفلس ہیں ہر شخص کا یہ فرض ہے کہ اپنی اپنی آمدنی کے تناسب سے سرکاری اخراجات میں سہید ہوگا۔ انہوں نے معاشیات کی ایک جز: مطبوعہ ۱۹۰۵ء۔

ایک سال بعد منسوخ کر دیا گیا تاہم اس کو اختیار کرنا بدیہی طور پر تائین کی طرف قدم بڑھانا تھا اور محصول شکر کی طرح اس کی حمایت میں کوئی دلائل نہیں تھے۔ البتہ ایک دلیل جو اس کی تائید میں پیش کی گئی تھی کہ اس کی بدولت ٹیکس کی بنیاد وسیع ہوتی ہے۔ لیکن جس ٹیکس کا اثر روٹی پر پڑے ظاہر ہے کہ اس کا بار سب سے زیادہ غریب طبقوں پر پڑے گا کیونکہ روٹی ہی ایک ایسی چیز ہے جو سب سے زیادہ زراعت سب سے زیادہ عام اور سب سے زیادہ تقویت بخش غذا ہے۔ مزید برآں یہ بات بجائے خود معیوب ہے کہ جو چیزیں ملک کے اندر پیدا ہو سکتی ہوں باہر سے ان کی درآمد پر محصول لگایا جائے۔ کیونکہ ٹیکس صرف اس حصے پر ملے گا جو باہر سے آتا ہے۔ لہذا آمدنی کی مقدار بہت تھوڑی ہوگی۔ یہ مقابل اس کے تمام غلے کی قیمتیں، تمام ازیں کہ وہ ملک کا ہو یا بیرون ملک کا، بڑھ جائیں گی۔ خریدار تو کل غلے پر اعلیٰ قیمت ادا کریں گے لیکن ٹیکس محض اس حصے سے وصول ہوگا جو باہر سے آتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جن ٹیکسوں سے یہ نتیجہ برآمد ہو وہ قوم کے لیے ہمیشہ مجموعی گراں ثابت ہوں گے۔ دوسرے یہ کہ اس قسم کے ٹیکس ہمیشہ تائینی ہو جاتے ہیں۔ وہ خاص خاص صنعتوں کو بیرونی مسابقت سے محفوظ رکھتے اور صرف انہی لوگوں کے حق میں مفید ہوتے ہیں جو براہ راست ان صنعتوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ برنلاف اس کے ان کا بار تمام قوم پر پڑتا ہے۔ مزید برآں ان کی بدولت پیدائش کے جدید اور بہترین طریقے نہیں اختیار کیے جاسکتے کیونکہ نعمت بخش مسابقت کے لیے وہاں کوئی گنجائش ہی نہیں رہتی۔ بلکہ جو لوگ ملک کے اندر اس خاص چیز کو تیار کرتے ہیں انہیں گویا ایک طرح کا اجارہ دے دیا جاتا ہے۔ غرض درحقیقت وہ ایک ترکیب ہے جس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ خاص خاص چیزوں کی قیمتیں ایک سطح مقررہ سے نیچے نہ آنے پائیں۔ اور جہاں تک آمدنی کا تعلق ہے وہ قطعی طور پر غیر موثر اور اصول کفایت کے سراسر منافی ہیں۔

یہاں اس بات کا موقع نہیں ہے کہ طریق تائین کے دلائل کی تفصیل کے ساتھ تنقید کی جائے۔ لیکن اس قدر اشارہ کر دینا ضروری ہے کہ درآمد کی چیزیں درآمدی برآمد کی چیزوں سے خریدی جاتی ہیں اور اس وقت تک میسر نہیں ہو سکتیں جب تک کہ

اشیا یا خدمات کی شکل میں ان کا مساوی معاوضہ نہ دیا جائے۔ ہر ملک کا اعلیٰ ترین مفاد اس بات میں مضمر ہے کہ اس کا اصل اور اس کی محنت سے بہ طریقے پر استعمال ہوں یعنی اُن سے ایسی صنعتوں میں کام لیا جائے جو قدرتی حالات اور باشندوں کی بہارت کے لحاظ سے ملک کے لیے موزوں رہیں ہوں۔ ان صنعتوں کی پیداوار کے معاوضے میں بیرونی ممالک سے وہ چیزیں خریدیں جاسکتیں ہیں جو خود ملک کے اندر اس قدر بہتر اور اذراں نہیں تیار کی جاسکتیں۔ یہ ایک نہایت سادہ اور بدیہی اصول ہے کہ پیدائش کے طریقے جس قدر بہتر ہوں گے، اُسی قدر اُن سے زیادہ دولت حاصل ہوگی۔ آزاد تجارت اسی بدیہی اصول کا دراصل ایک عملی پہلو ہے۔ اور جس قدر کوئی قوم پیدائش کے بہترین طریقے اختیار کر کے زیادہ دولت مند بنی جائے گی، اُسی قدر اس کے افراد میں حکومت کو ٹیکس ادا کرنے کی استطاعت بڑھتی جائے گی۔ مزید براں جو ٹیکس فی الواقعہ تائینی ہو گا وہ ساتھ ہی ساتھ آمدنی کا ذریعہ نہیں بن سکتا، کیونکہ یہ دونوں مقاصد ایک دوسرے کے سرسرمنا فی ہیں۔ جس حد تک وہ تائین عطا کرے گا، اس حد تک وہ ذریعہ آمدنی نہیں ہو سکتا اور ٹیکس حد تک وہ باعث آمدنی ہوگا۔ اس حد تک وہ ملک کی صنعت کو محفوظ نہیں رکھ سکتا۔

محصولات درآمد کا بار بالعموم انہی ممالک پر پڑتا ہے جو انہیں عائد کرتے ہیں۔ البتہ صرف ایک صورت ایسی ممکن ہے جس میں باہر سے مال روانہ کرنے والا مکمل کا کل محصول ادا کرنے پر مجبور کیا جاسکتا ہے۔ اور یہ صورت اسی وقت ممکن ہے جبکہ اُس چیز کی فروخت کے لیے ملک درآمد کے سوا کوئی اور بازار ہی نہ ہو اور ملک برآمد کے لیے اُس چیز کا پیدا کرنا ناگزیر ہو۔ ظاہر ہے کہ ایسی صورت شاذ و نادر ہی ممکن ہو سکتی ہے۔ عام طور پر کسی ملک کی صنعتیں اس قدر محدود نہیں ہوتیں اور اس کے علاوہ فروشندهوں کے سامنے چیزیں فروخت کرنے کے لیے تمام دنیا موجود ہے۔ اگر کسی خاص ملک میں اپنی پیداوار فروخت کرنا سود مند نہ ہو تو وہ اپنی جدوجہد اور اپنی اشیاء کے لیے دوسری راہیں نکال لیں گے۔ اس طرح ان کی تجارت دوسرے ممالک کی جانب منتقل ہو جائے گی۔ مزید براں جب ایک ملک دوسرے ملک کے خلاف محصول لگاتا ہے تو بسا اوقات آخر الامر ملک بھی انتقام لیتے۔ کہ جس سے وہ اس کا بھرتہ دے گا۔

ہوتا ہے۔ ہر ایک دوسرے سے محصول وصول کرنے کی غرض سے کثیر مصارف برداشت کر کے لمبے چوڑے انتظام قائم کرتا ہے۔ دونوں ایک دوسرے کی خرابی مفدت اور نقصان کے درپے ہو جاتے ہیں دونوں کی تجارت اور صنعت تباہ اور بدگمانی اور باہمی عداوت نمایاں ہو جاتی ہے۔

۸۶

مصولات درآمد اور محصولات جنگی دونوں صرف دولت جی کے کس ہیں۔ موجودہ زمانے میں سرکاری آمدنی کا کچھ حصہ حاصل کرنے کے وہ بہت جی ہل ذرائع ہیں اور دراصل محصول آمدنی کے سوا کسی اور غرض سے انھیں استعمال کرنا بھی نہیں چاہیے۔ ان محصولات کو مرتب کرنے میں احتیاط سے کام لینا ضروری ہے تاکہ ان میں توازن قائم رہے۔ ان کی آمدنی کافی ہو اور ان کو وصول کرنے میں جیسے مصارف لاحق نہ ہوں۔ علاوہ اس کے زندگی کی ابتدائی ضرورت پر وہ ہرگز نہ اگائے جائیں۔ اکثر ممالک میں محصولات درآمد و برآمد کی غایت محض محصول آمدنی نہیں ہوتی بلکہ دراصل دیسی صنعتوں کی حفاظت پیش نظر ہوتی ہے۔ تاہم مختلف مملکتوں کے درمیان اس قسم کے موانعات اٹھا دیے جا رہے ہیں اور اکثر ممالک میں روز افزوں وسیع رقبہ مشترک ملکوں کے تحت لائے جا رہے ہیں۔ اس سے کچھ اسید بنتی ہے کہ

۱۔ چند سال پیشے یورپ میں تین مالی لڑائیاں واقع ہوئیں جن پر نظر ڈالنے سے انتقام کے نتائج کا صحیح اندازہ ہو سکتا ہے:-

(۱) فرانس اور آئلی کے درمیان ۱۸۹۵ء سے ۱۸۹۶ء تک پہلے آٹھ سال کے عرصے میں فرانس کی تجارت آئلی کے ساتھ ۴۹ ملین فرانک سے گھٹ کر ۲۳ ملین فرانک رہ گئی۔

(۲) جرمنی اور روس کے درمیان ۱۸۹۲ء سے ۱۸۹۳ء تک اس دوران میں جرمنی کی تجارت روس کے ساتھ ۲۳ ملین مارک سے گھٹ کر ۸ ملین مارک رہ گئی۔

(۳) فرانس اور سوئٹزرلینڈ کے درمیان ۱۸۹۲ء سے ۱۸۹۳ء تک فرانس کی تجارت سوئٹزرلینڈ کے ساتھ ۲۲ ملین فرانک تک گھٹ گئی۔

ان تمام صورتوں میں جو فی انتقام ترک کیا گیا، تجارت میں فوراً از سر نو جان

پڑنے لگی۔

شاید اب لوگ تائینی معمولوں کے نقصانات کو محسوس کرنے لگے ہیں اور ممکن ہے کہ بالآخر یہ مضرت رساں طریقے بالکل متروک ہو جائیں۔ ریاستہائے متحدہ میں کوئی ریاست اس بات کی مجاز نہیں ہے کہ کسی دوسری ریاست کے فلاح تائینی معمول جاری کرے۔ ہر جدید رقبہ جو اتحاد میں شامل ہوتا ہے، پیشہ کے معمول کے تحت لایا جاتا ہے جو برصغیر میں اپنی زول مدین یعنی انجمن اتحاد درآمد و برآمد کو اس قدر وسیع کیا ہے کہ وہ حدود شہنشاہی کے مساوی ہو جائے۔ انڈیا کی جی۔ ڈی۔ کنوینشن میں جی مختلف نوآبادیات کے جداگانہ معمول کوٹ کر ان کی جگہ ایک عام معمول مقرر کیا گیا ہے۔ دوسری مملکتوں مثلاً فرانس، اٹلی نے بھی اپنے حدود کے اندر اس قسم کے موانعات کو اٹھا دیا ہے جی کہ تمام برطانوی شہنشاہی کے لیے ایک انجمن اتحاد درآمد و برآمد قائم کرنے کی تحریک شروع ہو گئی ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ برطانیہ عظمیٰ اور اس کی نوآبادیات کے درمیان تجارت میں جس قدر موانعات ہیں انہیں دور کر دیا جائے۔ ظاہر ہے کہ یہ ایک نہایت قابل تعریف مقصد ہے لیکن بعض طریقے جو اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے تجویز کیے گئے ہیں ان سے اندیشہ ہے کہ دوسرے ممالک کے ساتھ برطانیہ عظمیٰ کی تجارت میں رکاوٹیں پیدا ہوں اور اس طرح بجائے فائدے کے ملک کو نقصان اٹھانا پڑے۔ ان تمام تحریکات سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ دنیا کی تاریخ میں ایک زمانہ (خواہ اب سے کتنے ہی سال بعد ہر دور ایسا آنے والا ہے جبکہ تجارتی اغراض کے لیے تمام دنیا ایک معاشی خطہ بن جائے گی) جبکہ قومیں اشیائے درآمد پر محض معاشی اغراض کے لیے ٹیکس لگائیں گی اور مرد و تہ مالی طریقوں سے جو نقصانات لاحق ہو رہے ہیں انہیں موقوف کر دیں گی۔

مخصوصات برآمد بھی قدیم کردار گیری کا ہی ایک جز تھیں۔ آمدنی کی اغراض کے لیے تجارتی کاروبار پر ٹیکس لگانے کا جو طریقہ زمانہ قدیم سے رائج تھا اسی کا ایک پلو معمولات برآمد پر مشتمل تھا۔ انگلستان میں یہ محصول پہلی مرتبہ اڈورڈ اول کے دور حکومت میں نمودار ہوئے۔ اول، کھانوں اور چمڑے کی برآمد پر ٹیکس صدیوں تک یہ ٹیکس لگائے جاتے رہے۔ بعد ازاں اول اور کتان کی مصنوعات اور کچھ عرصے بعد غلہ اور کوئلہ بھی اس فہرست میں شامل کر لیے گئے۔ اول کی برآمد پر محصول لگانے کا ایک اور سبب یہ بھی تھا کہ پیداوار خام

ملک سے باہر نہ جانے پائے تاکہ اون کی صنعت ملک میں ترقی پاسکے جب انکے تان میں بقرائین کا طبقہ نمودار ہوا تو اس نے تجارت برآمد کی بہت زیادہ حمایت کی حتیٰ کہ جو لوگ اس تجارت میں حصہ لیتے تھے ان کی افعام و اکرام سے ہمت افزائی کی جاتی تھی۔ ان لوگوں کا نصب العین یہ تھا کہ ملک کا مال کثیر سے کثیر مقدار میں بیرونی ممالک میں جائز فروخت ہو تاکہ ان ممالک کی دولت کچھ کچھ پر شکل زر و نوادان کے ملک میں چلی آئے۔ ظاہر ہے کہ محصولات برآمد اس نصب العین کے موافق نہ تھے اور اسی بنا پر حامیان تجارت نے ان کو منسوخ کرنے کی بہت کچھ کوشش کی لیکن ان کی کوششیں چنہاں کامیاب نہ ہو سکیں کیونکہ جب تک ۱۸۷۲ء میں پیل کی تجویز کردہ اصلاحات جاری نہیں ہوئیں محصولات برآمد پر حسب معمول عائد آمد جاری رہا۔ بالکلہ کوٹنے کی برآمد کا محصول تو ۱۸۷۲ء تک برقرار رہا۔ اس کے بعد برطانوی نظام ٹیکس میں برآمد کے محصول کچھ بھی نظر نہیں آئے البتہ ۱۸۷۳ء میں جنوبی افریقہ کی جنگ کے لیے۔ باہر فراہم کرنے کی فرغ سے کوٹنے کی برآمد پر۔ یہ سب ایک تشنگانی ٹن محصول دو بارہ عائد کیا گیا۔ ۱۸۷۵ء میں یہ کاروں اس محصول کی مدت ۱۸۷۵ء تا ۱۸۷۷ء پونہ آمدنی حاصل ہوئی تھی۔ بالآخر یکم نومبر ۱۸۷۶ء کو یہ محصول منسوخ کر دیا گیا۔ اس بات کا ٹیک ٹیک پتہ لگانا بہت مشکل ہے کہ کوٹنے کی برآمد پر محصول کتنے سے بانہا خسر کس طبقے پر بانہا پڑتا ہے۔ کوٹنے کے مالوں پر کان کنوں پر ہمارے انوں پر یا بیرونی خریداروں پر۔

فرض کرو کہ جس چیز کی برآمد پر محصول لگایا جا رہا ہے، وہ دوسرے ممالک سے بھی حاصل کی جاسکتی ہے یا جس احتیاج کو پورا کرنے کے لیے وہ مطلوب ہے، وہ احتیاج متعدد دوسری چیزوں سے بھی - نفع کی جاسکتی ہے۔ اب اگر ایسی چیز پر محصول برآمد لگا کر اس کو گراں کر دیا جائے گا تو نتیجہ یہ ہو گا کہ بیرونی خریدار کسی اور ملک سے اُسے حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔ محصول لگانے والے ملک کی برآمد گھٹ جائے گی اور جو لوگ اس چیز کی تجارت کرنے والے ہوں گے، وہ اس بات پر مجبور ہوں گے کہ یا تو کاروبار میں تخفیف ہونے سے جو نقصان عائد ہو گا اُسے برداشت کریں یا تپتوں میں تخفیف کر کے پورا محصول یا اس کا کچھ حصہ خود ادا کریں۔ دونوں صورتوں میں ملک ہی کے مختلف طبقوں پر جو اس صنعت سے براہ راست یا بالواسطہ تعلق رکھتے ہوں،

اس ملک کا بڑا اثر پڑے گا، تو اندرون ملک قیمت میں تخفیف ہونے سے اہل ملک کی طلب میں کسی قدر ضرور اضافہ ہوگا۔ اگر ٹکس کی مقدار اس قدر قلیل ہو کہ بیرونی طلب پر اضافہ قیمت کا کوئی اثر نہ پڑے تو ایسی صورت میں ممکن ہے کہ ٹکس کا بار بیرونی خریدار پر پڑے۔ مگر یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ بالعموم کسی چیز کی رسد کے ذرائع اس قدر محدود نہیں ہوتے۔ یہ ضرور ممکن ہے کہ کسی ملک کی آب و ہوا کسی خاص چیز کی پیداوار کے لیے مخصوص ہو اور کوئی دوسرا ملک اس چیز کو پیدا نہ کر سکتا ہو لیکن یہ صورت قدرتی اجارے کی ہے اور ایسی صورتیں دنیا میں بہت کم پائی جاتی ہیں۔ عام طور پر ہر چیز کی رسد کا بازار بہت وسیع ہوتا ہے بلکہ بعض اوقات تمام دنیا اس میں شامل ہو جاتی ہے۔ ظاہر ہے کہ جب مسابقت کے لیے اس قدر وسیع میدان کھلا ہوا ہو تو دوسرے ممالک اس چیز کو اپنے اپنے علاقوں میں پیدا کرنے کی کوشش کریں گے اور کسی ملک کے لیے یہ ممکن نہ ہو گا کہ کسی عام استعمال کی چیز پر محصول برآمد لگا کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے تمام خریدار ممالک پر اس کا بار عائد کرے۔ اگر ایسی کسی تجویز پر عمل درآمد ممکن ہوتا تو کوئی اکیلا ملک اس حق کا اجارہ دار نہ ہو سکتا تھا۔ بلکہ عام طور پر ہر ملک میں جی ملز عمل اختیار کر لیا جاتا اور ظاہر ہے کہ یہ ایک سراسر احمقانہ بات ہے۔ کوئی ملک دوسرے ممالک کو اس بات پر مجبور نہیں کر سکتا کہ وہ خواہ مخواہ گراں قیمتوں پر اس کی چیزیں خرید کر اس کو ٹکس ادا کریں۔

۸۹

کسی چیز کی برآمد پر محصول لگا کر بیرونی خریداروں پر اس کا بار ڈالنا صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ جبکہ ملک برآمد کو اس چیز کی پیدائش کا اجارہ حاصل ہو، چیز خود مایحتاج زندگی میں سے ہو، وہ لوگوں کو بہت زیادہ مطلوب ہو اور اس کا کوئی بدلہ میسر نہ ہو۔ ایسی صورت میں ملک کے اندر جس قدر لوگ اس چیز کے پیدا کرنے والے ہیں، اگر وہ سب متفق ہو کر قیمت میں اتنا اضافہ کر دیں کہ اس سے ٹکس کی رقم وصول ہو جائے تو محصول کا بار تمام وکمال بیرونی خریداروں پر پڑے گا۔ لیکن اگر خود

فروشندهاں کے درمیان مسابقت ہونے لگے یا اگر بیرونی خریدار اپنی طلب میں تنہیت کر سکیں تو نتیجہ یہ ہوگا کہ پورا محصول یا اس کا کچھ حصہ وہ طلب برآمد کو ادا کرنا پڑے گا۔ جہاں تک برطانیہ کے کوئلے کا تعلق ہے، تین برسوں کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا کہ اس کی برآمد پر محصول لگانے سے کس طبقہ کو بار اٹھانا پڑے گا۔ کیونکہ بیرونی ممالک میں اس کی طلب چند ذیہ معمولی حالات کے تابع ہے، خیال یہ ہے کہ انگلستان کو ایک طرح سے اس تجارت کا جارہ حاصل ہے۔ کیونکہ جو خاص اوصاف یہاں کے کوئلے میں پائے جاتے ہیں وہ کسی اور مقام کے کوئلے میں موجود نہیں ہوتے اور چونکہ وہ زیادہ تر بحری اعصرام کے لیے مطلوب ہوتا ہے لہذا گھمان غالب یہ ہے کہ ٹکس کا بار بیرونی خریدار ہی پر پڑے گا۔ اس قسم کے اجارے کی ایک عمدہ مثال حال تک ہندوستان میں پائی جاتی تھی۔ ایک طرف تو افیون کی پیدائش کے لیے ہندوستان کو خاص فوائد حاصل تھے اور دوسری طرف چین میں اس کی طلب کی کوئی انتہا نہیں تھی۔ بنیست گرام قیمتوں پر چین کے لوگ ہندوستان کی افیون خریدنے پر آمادہ تھے کیونکہ وہ حکومت کے زیر نگرانی پیدا کی جاتی تھی لہذا حکومت کو ایک ایسا اجارہ مل گیا جس سے کئی آمدنی باتہ آنے لگی۔ چین ہی سب سے بڑا خریدار تھا اور اسی پر محصول کا پورا بار پڑتا تھا۔ ۱۹۰۷ء میں برطانوی حکومت نے اخلاقی اسباب کی بنا پر افیون کی تجارت کو بتدریج کھٹانے کا فیصلہ کیا اور یہ مسلک اس قدر کامیاب ثابت ہوا کہ ۱۹۱۵ء میں افیون کی برآمد قطعاً بند ہو گئی۔ چند برسوں بعد کے دوران میں برطانیہ کو اون کا اجارہ حاصل تھا۔ ملک فلیٹنڈرس میں اس کی طلب بہت زیادہ تھی۔ لہذا برطانوی اون کی برآمد پر جس قدر محصول لگایا جاتا تھا اس کا بار فلیٹنڈرس کے ان اشخاص پر پڑتا تھا جو برطانیہ سے اون منگواتے تھے۔ لیکن یہ لوگ اون سے جو کچھ اختیار کرتے تھے ۴۰ اس کی اس زمانے میں زیادہ شہرت تھی، چنانچہ اسے اعلیٰ قیمتوں پر فروخت کر کے وہ اس ٹکس کی کسر بحال لیتے تھے جو انہیں پیداوار خام پر ادا کرنا پڑتا تھا۔ فاروسا کا فور اور سیلون کی دارچینی یہ بھی ان اجاروں کی مثالیں ہیں جن سے بذریعہ محصول برآمد آمدنی حاصل کی جاسکتی ہے۔ بریزیل میں کافی اور پیلی میں

شورے کی برآمد پر محمول لگایا جاتا ہے جن حالات میں یہ چیزیں پیدا کی جاتی ہیں ان کو بیش نظر رکھتے ہوئے گمان غالب یہ ہے کہ اس محصول کا بار خریداروں ہی پر پڑتا ہے لیکن جہاں تک معمولی پیداواروں اور مصنوعات کا تعلق ہے، ان پر محصول برآمد لگانے سے نتیجہ یہ ہوگا کہ قیمتیں بڑھ جائیں گی اور ملک کی تجارت برآمد تباہ ہو کر حریف ممالک کے ہاتھوں میں منتقل ہو جائے گی۔ لہذا محصول آمدنی کا یہ طریقہ صرف چند صورتوں میں قابل عمل ہے اور یہ سب صورتیں یہ ہیں جن میں ملک درآمد کو اس تجارت کا ابارہ حاصل ہو۔

محصولات جنگی - یہ بھی ایک قسم کے بالواسطہ ٹیکس میں جو ملکی پیداواروں پر لگائے جاتے ہیں طویل پارلیمنٹ کے دوران میں بالینڈ کی تقلید کر کے انگلستان کے مالی نظام میں انھیں شامل کیا گیا۔ انگریزی اصطلاح اس کا سائز (Excise) کے لفظی معنی کسی چیز کا ایک جز بہت لینے کے ہیں جس سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ سرکار کو یا اپنا صحیحہ علیحدہ کر لیتی ہے۔ استعمال جدید کے مطابق اس اصطلاح کا اطلاق ان تمام ٹیکسوں پر ہوتا ہے جو ملک کے اندر پیدا کی جانے والی اشیاء پر لگائے جاتے ہیں، برخلاف محصولات کرویر گیری کے جو باہر سے آنے والی اشیاء پر سہ جدی مقامات پر وصول کیے جاتے ہیں۔ ۱۷۹۳ء میں خاندنگی کے واسطے سرمایہ فراہم کرنے کی غرض سے محصول جنگی اختیار کیا گیا۔ پہلے تو وہ بیر، سائڈر، پیری، ان شرابوں پر لگایا گیا لیکن بعد ازاں دوسری اشیاء، خوراک، غذا اور پوشاک پر بھی عائد کیا گیا۔ عود شاہی کے بعد بھی یہ ٹیکس نہ صرف برقرار رکھا گیا بلکہ متعدد قسم کی دوسری چیزوں پر عائد کیا گیا۔ سربراہرٹ والپول نے اپنی مشہور و معروف ۱۷۹۳ء والی تجویز جنگی میں محصولات جنگی کے علاوہ اور بھی متعدد ٹیکس شامل کیے تھے۔ وہ اس بات کے لیے کوشاں تھا کہ محصولات جنگی اور کرویر گیری دونوں کو از سر نو ترتیب دے، انتظامات میں سادگی اور نظم پیدا کر کے کفایت کے اصول پر کام چلائے، دھوکہ اور چوری میں رکاوٹیں پیدا کرے اور اشیاء و آمد کو محفوظ رکھنے کے لیے گودام مہیا کر کے تجارت کے راستے سے مشکلات کو دور کرے اور ہر طرح سے اس میں سہولتیں بہم پہنچائے۔ کفایت اس اسکیم کا نصب العین تھا اور آزاد تجارت اور کھلے بندرگاہوں کی جانب اس کا رجحان تھا۔ مگر سیاسی مخالفت اور

غلامیاتی کی وجہ سے اس کی مجوزہ اصلاحات کو شکست ہوئی اور اصلاح مالیات کی مزید کوششیں اس وقت تک ملتوی رہیں جب تک کہ پٹ نے اپنی مالی تجارتیں جاری نہ کر دیں۔ معمول چنگی جو کسی زمانے میں قسّم عم کی پیداوار اور طرح طرح کی مصنوعات پر لگایا جاتا تھا، اب بلا شکرکت وغیرہ مختصر منشیات پر عائد کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ جب کبھی کسی ایسی چیز پر محصول کروڑی لگایا جاتا ہے جو خود ملک کے اندر پیدا کی جاسکتی ہو تو ایسی صورت میں ملکی اور بیرونی پیداوار میں مساوات قائم رکھنے کی غرض سے ملکی پیداوار سے بھی اسی کے ہم قدر محصول چنگی وصول کیا جاتا ہے۔ ۱۹۱۳ء میں روح شراب اور بیئر شراب کے محصولات چنگی سے ۴۷۷۷۲۳۱ پونڈ آمدنی حاصل ہوئی تھی۔

چنگی یا حاصل اندرونی کے ساتھ چند اور مدوں کی آمدنی بھی شامل کرنی جاتی ہے، مثلاً محصول ریلوے (۶۸۳۶۸۳ پونڈ) اور لیسنس کی آمدنی۔ لیسنس دو قسم کے ہیں ایک تو وہ جو کتوں، گاڑیوں، بند و قوتوں، شکار، مرد ملازمین اور زرہ بکتر کے امتیازی نشانات کے لیے حاصل کیے جاتے ہیں اور (۲۱) دوسرے وہ جن کے ذریعے سے بعض خاص پیشوں میں کام کرنے کی اجازت حاصل کی جاتی ہے، مثلاً شراب سازی، شراب اور تبا کو فوڈشی، مال ہراج کرنا، پیٹر میں رہن۔ کھانا، سونے اور چاندی کی تختیاں فروخت کرنا، پھوپھی لگانے چیزیں بیچنا وغیرہ وغیرہ۔ ۱۹۱۳ء میں لیسنس سے مجموعی طور پر ۱۶۸۷۳۱۱۵ پونڈ آمدنی حاصل ہوئی تھی۔ بجز ایک قلیل حصے کے جو شاہی خزانے میں داخل کیا گیا یہ سب آمدنی مقامی حکومتوں کے حوالے کر دی گئی، تاکہ انہیں اپنے کاروبار کی انجام دہی میں مدد مل سکے۔ جہاں تک چنگی کے عام اثرات کا تعلق ہے، وہ بھی محصول کر دی گئی کی طرح ایک بالواسطہ ٹیکس ہے جس کا بار تمام و کمال خریداروں پر پڑتا ہے۔ لیکن اس کے کچھ ضمنی اثرات بھی ہوتے ہیں جن کا لحاظ کرنا ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے ٹیکس اس بنا پر نہیں منسوخ کیے گئے کہ ادا کنندوں پر ان کا بار بہت گراں ہے بلکہ اس لیے کہ صنعت و حرفت پر ان کا برا اثر بندنے کا قریب ہے۔ محصول چنگی وصول کرنے کے مختلف طریقے ہو سکتے ہیں۔ مثلاً چیز تیار ہونے کے دوران میں ٹیکس لگادیا جائے یا جس خام پیداوار سے چیز بنائی جاتی ہے اس پر ٹیکس لگایا جائے یا کسی عامل پیدایش سے وہ وصول کر لیا جائے۔ ان تمام صورتوں میں پیدا کرنے والے پر مزید اخراجات لاحق ہوتے ہیں،

اس کے معاً۔ وہ پیدایش میں اضافہ ہو جاتا ہے جسے وہ بذریعہ قیمت وصول کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ چنانچہ معاشین نے اسی بنا پر یہ قانون بنا دیا ہے کہ ٹکس صرف مکمل مصنوعات پر لگایا جائے نہ کہ پیداوار خام پر۔ جہاں تک مکمل پیدایش پر ٹکس کا لم اثر پڑے۔ اس کی بدولت نہ تو صنعت تباہ ہو اور نہ کوئی ناکس طبقہ اس کا بارہ دار بن بیٹھے۔ جب کہ کبھی ٹکس لگانے کے لیے دو چیزیں اس میں انتخاب کرنا ہوتا جو چیز صنعت و حرفت کی ترقی کے لیے زیادہ ضروری ہو، وہ ادائی ٹکس سے مستثنیٰ کر دی جاسکتے۔

یہ تو ظاہر ہے کہ ٹکس لگانے سے آمدنی حاصل کرنا مقصود ہے ایسی صورت میں اگر بالواسطہ ٹکس سے چند چیزیں اس کے ممد و در میں تو انھیں وصول کرنے میں جو مصارف لاحق ہوتے ہیں وہ کم ہوں گے۔ لیکن ساتھ ہی منتخب شدہ چیزوں کی تعداد کافی ہو، وہ اس قسم کی ہوں کہ ملک کا کوئی طبقہ ان کے اثر سے بچ سکے اور بالخصوص جو لوگ بلا واسطہ ٹکس نہیں ادا کرتے ان پر ضرور کچھ نہ کچھ اس کا اثر پڑے گا۔ اب یہ سوال کہ کون کون سی چیزیں ٹکس لگانے کے لیے موزوں ہیں، اس کا کوئی ایک قطعی جواب نہیں ہو سکتا بلکہ ہر ملک کے مختلف حالات اور اہل ملک کے عادات و مصالح کو پیش نظر رکھ کر یہ چیزیں منتخب کرنی ہوتی ہیں۔ برطانیہ عظمیٰ میں پائے کا کافی اور شراب اور تمباکو نہایت موزوں چیزیں ہیں۔ لیکن ہندوستان میں محصول ٹکس ہی ایک ایسا ذریعہ ہے جس کی مدد سے عوام الناس کی کثیر تعداد ٹکس کا بوجھ بار ڈالا جاسکتا ہے اس میں شک نہیں کہ قاعدے کے مطابق ضروریات زندگی ادائی ٹکس سے مستثنیٰ رکھی جائیں اور بالواسطہ ٹکسوں کا بار صرف تعیشیات پر پڑے۔ لیکن اس رائے پر عملدرآمد ہمیشہ اور ہر حالت میں ممکن نہیں ہے۔ جس ملک کی تین چوتھائی آبادی تعیشیات کا

لے۔ اس ٹکس کا بہت زیادہ بار نہ اٹھائی اشخاص پر پڑتا ہے جو تمباکو نوشی اور شراب نوشی میں حد اعتدال سے تجاوز کرتے ہیں۔ اول تو یہ چیزیں تعیشیات میں داخل ہیں اور پھر ان کا استعمال بالکل اختیاری ہے۔ ہذا یہ ایک ایسا ٹکس ہے جس سے گوامدنی حاصل ہوتی ہے تاہم معاشی نقطہ نظر سے کسی پر اس کا بار نہیں پڑتا۔

استعمال ہی نہیں کرتی، وہاں ضروریات زندگی پر ہاتھ ڈالے بغیر عوام سے کیونکر ٹکس وصول کیا جاسکتا ہے۔ دوسرے یہ کہ ان مخصوص حالات میں نہ وریات پر ٹکس لگانے سے
اداکندوں پر کچھ زیادہ بار نہیں پڑتا۔

کسی خاص ٹکس کو لے کر اس پر غور کیجیے تو معلوم ہوتا ہے کہ ہمیشہ اس کی پیداواری کی ایک نہ ایک مدد ضرور ہوگی۔ مطلب اس سے یہ ہے کہ اگر ٹکس کی مقدار میں یکساں اضافہ کیا جائے تو نتیجہ یہ ہوگا کہ لوگ اس چیز کا استعمال کم کریں گے اور اس طرح ٹکس کی مجموعی آمدنی میں تخفیف واقع ہوگی۔ لہذا حکومت کے لیے یہ تحقیق کرنا ضروری ہے کہ کثرت کثیر آمدنی حاصل کرنے کے لیے کس حد تک ٹکس لگانا چاہیے۔ ماہران مالیات مدت کے تجربے کے بعد اس قابل ہوتے ہیں کہ قبل از قبل یہ پتہ لگا سکیں کہ اگر کسی چیز کے محمول میں تھوڑا سا اضافہ کر دیا جائے تو اس سے کیا نتائج برآمد ہونے کا قرینہ ہے۔ مزید برآں یہ نتائج خود بھی ہمیشہ ایک سے نہیں ہوتے بلکہ طلب کی تغیر پذیری کے ساتھ ساتھ متغیر ہوتے جاتے ہیں۔ ان کا بہت زیادہ انحصار باشندوں کی مرفہ المالی اور ان کے مادات و خصائل پر ہوتا ہے اور اس کے علاوہ خود تجارتی حالات بھی مختلف اسباب کے زیر اثر بدلتے رہتے ہیں۔

ٹکس کی ایک اور قسم محمول بہ حساب قیمت کے نام سے موسوم کی جاتی ہے۔ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے یہ ٹکس چیز کی قیمت کے تناسب سے لگایا جاتا ہے۔ ٹکس کا یہ طریق اس میں شک نہیں کہ بہت ہی مناسب ہے لیکن اس پر عمل درآمد کوئی آسان کام نہیں ہے۔ جہاں تک برطانیہ عظمیٰ کا تعلق ہے ٹکس کا یہ طریق قطعاً اختیار نہیں کیا جاتا۔ مثلاً انگلستان میں قسم قسم کی چائے درآمد ہوتی ہے لیکن ہر قسم پر ایک ہی شرح سے ٹکس لگایا جاتا ہے اگر محمول بہ حساب قیمت اختیار کیا جاتا تو چائے کی قیمتوں کے ساتھ ساتھ اس کی قیمت بدلتی جاتی اور تغیر قیمت کے ساتھ شرح ٹکس میں بھی کمی بیشی ہوتی۔ معترضین کا دعویٰ یہ ہے کہ ایک ہی شرح سے ٹکس لگانے میں اوق قسم کی چیزوں پر زیادہ بار پڑتا ہے اور چونکہ اس قسم کی چیزیں زیادہ تر غریب طبقے کے لوگ استعمال کرتے ہیں لہذا ان کے ساتھ ایک طرح سے نا انصافی ہوتی ہے۔ چنانچہ محمول چائے کے خلاف بھی ان کا یہی الزام ہے۔ لیکن بہ حساب قیمت

محمول لگانے میں جو عملی مشکلات پیش آتی ہیں، وہ اس قدر زیادہ ہیں کہ کم از کم چاہئے پر اس طریق کا اطلاق نہ مبنی بر انصاف ہو سکتا ہے اور نہ باعث کفایت۔ اس قسم کی کوشش کا نتیجہ یہ ہوگا کہ مصارف بڑھ جائیں گے، ادا کنندوں کو حیلہ جوئی کی ترغیب ہوگی اور لوگ ادنیٰ قسم کی پائے استعمال کرتے لگیں گے۔ ہیں یہ تسلیم کر لینا چاہیئے کہ کسی ایک ٹکس کے ذریعے سے ہم قانون مساوات کی پابندی نہیں کر سکتے اور جہاں تک برطانوی نظام کا تعلق ہے اس قسم کی جس قدر انفرادی خامیاں اس میں موجود ہیں، بحیثیت مجموعی ان سب کی ایک دوسرے سے تلافی ہو جاتی ہے مثلاً جو لوگ چلے پر نسبت زیادہ ٹکس ادا کرتے ہیں، وہ بلا واسطہ محصولوں کی ادائی سے قطعاً بچ جاتے ہیں۔ البتہ بعض صورتیں ایسی ضرور موجود ہیں جن میں قریب قریب قیمت کے تناسب سے ٹکس وصول کیا جاسکتا ہے مثلاً شراب کی قوت کے لحاظ سے اس کے مختلف مدارج قائم کیے جاتے ہیں اور شراب کی قوت کا اندازہ کرنا نہایت آسان ہے۔ اسی طرح شکر پر اس کی شیرینی کی مقدار کے مطابق ٹکس لگایا جاتا ہے۔

نقل و دولت پر جو ٹکس لگائے جاتے ہیں، وہ درہل افعال یا اعمال پر خاند کیے جاتے ہیں۔ کاروبار اور مبادلے کی آزادی میں ان کی وجہ سے مداخلت ہوتی ہے اور اس لحاظ سے وہ جدوجہد اور ترقی میں مانع ہوتے ہیں۔ بعض حالات میں وہ خاص خدمات کا معاوضہ تصور کیے جاسکتے ہیں، لیکن اکثر و بیشتر وہ اصل کی نقل و حرکت کے ٹکس شمار ہوتے ہیں اور ان کا بار ایک محدود و گز بہت مستعد اور پیدا آور طبقے پر پڑتا ہے۔ ان کی اس بنا پر حمایت کی جاتی ہے کہ ادا کنندوں کو ان کا احساس نہیں ہوتا بلکہ زیادہ تر تخفیفی منافع پر ان کا اثر پڑتا ہے۔ مزید برآں وہ اس قدر گراں نہیں ہوتے کہ ان کی بدولت تجارت میں کوئی قابل لحاظ مداخلت ہو سکے۔ ایک طرف تو ان کا وصول کرنا آسان ہے اور ان کی آمدنی ایسی نہیں ہے کہ لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کر لے اور دوسری طرف ان کا بار صرف خوش حال طبقوں کی مجموعہ دولت پر پڑتا ہے۔ اس طرح گو وہ نظام ٹکس کا کوئی بہت بڑا اور اہم حصہ شمار نہ ہوں، تاہم اگر ان کی مقدار معتدل ہو تو ایک نظام مرکب کے تحت مساوات حاصل کرنے میں ان سے بہت کچھ مدد لی جاسکتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ

دولت کی نقل و حرکت میں یہ ٹکس ضرور مانع ہوتے ہیں اور اس لحاظ سے دولت کی کارکردگی میں ان کی بدولت ضرور مداخلت واقع ہوتی ہے حتیٰ کہ شغل اصل کی صورتوں پر بھی ان کا اثر پڑنا ممکن ہے۔ اب رہا ان ٹکسوں کا تقدیر یہ اس کا انحصار حالات حاضرہ پر ہوتا ہے۔ کبھی خریدار اس کا مورد ہوتا ہے اور کبھی فروشنده اور بعض اوقات دونوں اس میں شریک ہوتے ہیں۔

مصولات اسٹامپ ٹکس کا کوئی خاص شعبہ نہیں ہیں۔ بلکہ رجسٹری کے ذریعے مختلف قسم کی آمدنی حاصل کرنے کا وہ ایک طریقہ ہیں۔ وہ ان دستاویزات اور تسکات پر عائد کیے جاتے ہیں جو بعض خاص کارروائیوں کو قیام دینی جا رہے ہیں ان کے لیے درکار ہوتے ہیں۔ اس قسم کے ٹکس بعض اوقات اپنے آپ وصول ہو جاتے ہیں، بعض اوقات وہ کسی دفترہ کاری میں جمع ہوتے ہیں۔ ٹکس حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ کوئی کام قانون کی نظر میں اس وقت تک قابلِ لحاظ نہیں ہوتا جب تک کہ کسی اسٹامپ کے کاغذ پر اس کام کے واقع ہونے کا حال درج نہ ہو۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کے ٹکسوں میں مالیت کے لحاظ سے مدارج قائم کرنا نہایت آسان ہے۔ محصول اسٹامپ مختلف قسم کے کاموں پر عائد کیے جاتے ہیں، مثلاً فروختِ املاک، وراثتِ جائداد، دستاویزاتِ ہبہ، بیٹے، تصفیہ، جان کے بیمے، مختلف قسم کے معاہدے، راضی نامے، فروختِ تسکات و حصص وغیرہ۔ خاص خاص پیشوں، مثلاً وکالت، ساہوکاری، نقل و حمل وغیرہ میں کام کرنے کے لیے جو لائسنس حاصل کیے جاتے ہیں، ان پر بھی محصول اسٹامپ ادا ہوتے ہیں۔ ان ابتدائی مصارف کا ایک تو یہ اثر پڑتا ہے کہ ان پیشوں میں داخل ہونے والے اشخاص کی تعداد محدود ہو جاتی ہے، دوسرے یہ کہ جو لوگ ان پیشوں کی خدمات سے مستفید ہونا چاہتے ہیں، انہیں نسبتاً زیادہ معاوضہ ادا کرنا پڑتا ہے۔ اس طرح اس ٹکس کا اثر بھی بالآخر خریداروں ہی پر پڑتا ہے۔

محصول اسٹامپ ۱۹۴۷ء میں ہالینڈ سے نقل کیے گئے۔ اٹھارہویں صدی کے دوران میں اور بالخصوص اس زمانے میں جبکہ فرانس سے جنگ چھڑی ہوئی تھی، ان میں بہت زیادہ توسیع کی گئی۔ ۱۸۱۵ء کے بعد کچھ تغیر و تبدل کر کے انہیں

کیجا کیا گیا۔ ۱۸۵۳ء میں مسٹر کلید سٹون نے ان پر نظر ثانی کر کے ان کے طریقوں میں اصلاح کی اور ایک پنشن اسٹامپ والی رسید کا طریق اختیار کیا۔ ۱۸۵۷ء کے قانون اسٹامپ کے ذریعے اس طریقے کی پیچیدگیوں کو رفع کرنے اور اسے سادہ بنانے کی دوبارہ کوشش کی گئی اور اس کا ایک جداگانہ ضابطہ بنا دیا گیا۔ مختلف مخصوصات اسٹامپ سے اب ساٹھ دس میں یونڈ آمدنی حاصل ہوتی ہے اور جن جن کاروبار پر ان معمولات کا اثر پڑتا ہے ان کی ایک نمبی چوڑی فہرست ہے۔ یہ کاروبار چار خزانوں میں تقسیم کیے جاتے ہیں: ۱۔ ہنڈیاں اور پیرامیری ٹوٹ۔ ۲۔ رسائڈ جک اور بنگلوں کے رقبے۔ ۳۔ کاروبار متعلق املاک، مثلاً ذراخت رقبی تصفیہ، پٹے اور رقبی ضمانتیں۔ ۴۔ دولت سے متعلق دیگر ممتلكات اور دستاویزات۔

بعض اوقات اسٹامپ اس لیے بھی استعمال کیے جاتے ہیں کہ ان کی بدولت بعض چیزوں پر ٹیکس لگانا آسان ہو جاتا ہے۔ مثلاً پیٹنٹ دوائیوں اور تاشوں پر جو معمول لگائے جاتے ہیں وہ اسی کی مثالیں ہیں۔ ان کا بار بھی بالآخر خریداروں پر ہی پڑتا ہے۔ چیز کی طلب میں ان کی بدولت رکاوٹ پیدا ہوتی ہے اور اسی وجہ سے اس صنعت کے لیے اصل کم مقدار میں دستیاب ہونے لگتا ہے۔ رسائڈ پر جو ٹیکس لگائے جاتے ہیں، ان کا نقد یہ غالباً رقم پانے والے پر ہوتا ہے جو بہ وقت ادائی آسانی کے ساتھ ٹیکس کا بار اٹھا سکتا ہے۔ مزید برآں ٹیکس خود اس قدر خفیف ہوتا ہے کہ اس کو محسوس کرنا ممکن نہیں۔

جاندا وغیرہ منقولہ (زمین اور مکانات) کی فروخت پر جو ٹیکس لگائے جاتے ہیں ان کے خلاف یہ نکتہ مبینی کی جاتی ہے کہ اس شعبہ دولت کے آزادانہ مبادلے میں ان کی وجہ سے رکاوٹیں پیدا ہوتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ زمین سے فائدہ اٹھانے اور اس کو زیادہ سے زیادہ پیداوار بنانے کی قابلیت ہر شخص میں مساوی نہیں ہوتی۔ جن لوگوں میں یہ قابلیت بدرجہ اتم موجود ہو، اگر زمین ان کے ہاتھوں میں رہے تو نہ صرف اس خاص قطعہ زمین کی ترقی یقینی ہوگی بلکہ بحیثیت مجموعی کل قوم کے لیے بھی یہی مناسب ترین صورت ہوگی۔ مگر ٹیکس بر فروخت جاندا وغیرہ منقولہ اس ترقی میں بہت کچھ مانع ہوتے ہیں۔ ان کے اثر سے زمین ایسے اشخاص کے قبضے میں آسانی

نہیں جاسکتی جو اس کو ترقی دینے کی زیادہ قابلیت رکھتے ہیں۔ بل کا یہ مقولہ تھا کہ یہ ٹکس گویا ایک قسم کا جرمانہ ہے جو فروشنندوں سے وصول کیا جاتا ہے۔ بالعموم لوگ فروریات سے مجبور ہو کر اپنی جائیداد ملحدہ کر دیتے ہیں اور اسی وجہ سے ٹکس کا نقصان برداشت کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ ٹکس بہ انتقال جائیداد کا نقد یہ بلا شکر و شبہ فروشنندہ اور خریدار کی وقتی ضرورت کے لحاظ سے طے پاتا ہے۔ قانون طلب باہمی کے مطابق چیز کی قیمت معین ہوتی ہے اور اشتہار اور وسعت بازار کا بھی اس پر بہت کچھ اثر پڑتا ہے۔ اگر خریدار سے ٹکس وصول کرنے کی کوشش کی جائے گی تو پہلی سی قیمت دینے پر آمادہ نہ ہو گا بلکہ اس کو نسبت کم کرنے کی کوشش کرے گا۔ لہذا گمان غالب یہ ہے کہ معمولی حالات میں ٹکس کا بار خریدار اور فروشنندہ دونوں میں تقسیم ہو جاتا ہے۔ بہر حال یہ ایک ایسا ٹکس ہے جو مجتمعہ دولت پر لگایا جاتا ہے جو خرید و فروخت کی سہولتوں میں مانع ہوتا ہے اور اس وجہ سے کاروبار کی مقدار میں تخفیف کا باعث ہوتا ہے۔ زمین زراعت کے لیے بجائے خام پیداوار کے ہے اور دوسری تمام صنعتوں کے لیے بھی وہ قطعاً ناگزیر ہے۔ لہذا جس طرح دوسرے تمام خام پیداواروں پر ٹکس لگانا نامناسب ہے اسی طرح زمین سے کام لینے پر ٹکس لگانا بھی چنداں پسندیدہ نہیں۔ رجسٹری اور قانونی اخراجات کے لیے جو بہ وقت فروخت لاحق ہوتے ہیں، ٹکس وصول کرنا ضروری ہے۔ نہ صرف اہل معاملہ بلکہ کل قوم کے لیے رجسٹری کا طریق نہایت مفید اور کارآمد ہے۔ اس خدمت کا جو معاوضہ وصول کیا جاتا ہے، وہ درحقیقت ٹکس نہیں ہے بلکہ انتقال جائیداد پر جو محصول اسٹامپ ادا کیے جاتے ہیں، ان کی مقدار اس معاوضہ خدمت سے کہیں زیادہ ہوتی ہے۔

مخصوصات اسٹامپ ۱۹۱۴ء

۳۱۰۰۹۰۹ پونڈ

۵۴۵۳ پونڈ

۱۰۰۵۸۲۲ پونڈ

دستاویزات و دیگر تمسکات

دستاویزات - جرمانے

دست گرداں تمسکات

کپنیوں کے سرمائے کا محصول	۷۰۳۹۸۰ پونڈ
معاہدوں کے نوٹ (ایک جہی سے اوپر)	۳۱۱۸۰۲ پونڈ
قرضے کے سرمائے کا محصول	۲۱۲۱۸ پونڈ
بیرونی سارٹیفکیٹ	۲۸۹۲۸ پونڈ
حصص کے چالان	۱۵۰۱۶۰ پونڈ
ہنڈیاں	۱۰۳۵۸۰۶ پونڈ
انگلستان، آئرستان اور دیہات کے	
بنکوں کے نوٹ اور ہنڈیوں کے	
محصولات کے معاوضے	۱۲۳۳۳۲ پونڈ
لیسنس اور سارٹیفکیٹ	۱۷۵۱۵۴ پونڈ
جان کے بیجے	۱۱۱۲۱۸ پونڈ
بحری بیجے	۱۸۹۶۳۷ پونڈ
رسائڈ رقعے اور دوسرے ایک جہی کے	
اسٹامپ	۲۰۱۶۸۳۰ پونڈ

۹۹۸۳۳۶۳ پونڈ

محصول ریلوے:- یہ ٹکس آمدورفت اور نقل و حمل پر لگایا جاتا ہے۔
 برطانیہ عظمیٰ میں فی میل ایک جہی یا اس سے کم کرایوں پر ٹکس نہیں لیا جاتا، اس سے
 زیادہ مقدار کے کرایوں پر دو شرحوں کے مطابق ٹکس وصول کیا جاتا ہے:- ایک
 ۲ فی صدی، دوسرے ۵ فی صدی۔ اول الذکر شرح شہری آمدورفت کے لیے اور
 آخر الذکر دیہاتی آمدورفت کے لیے مخصوص ہے۔ ۱۹۱۴ء میں اس ٹکس سے
 کل ۲۸۸۳۶۰ پونڈ آمدنی حاصل ہوئی تھی۔ یہ محصول ایک خاص ٹکس ہے جو صرف
 ایک قسم کے خانگی اصل پر عائد کیا جاتا ہے۔ کیونکہ ریلوے کمپنیاں بھی مثل دوسری
 صنعتوں کے محصول آمدنی اور مقامی شرحیں، دونوں ادا کرتی ہیں۔ درحقیقت
 یہ ٹکس اس قدیم محصول کی ایک نشانی ہے جو بہ شرت ۵ فی صدی گٹھڑے کی گاریوں پر
 لگایا جاتا تھا۔ فرض یہ کیا جاتا ہے کہ اس ٹکس کا بار ایک ایسے طبقے پر پڑتا ہے جو

کل آمدورفت اور نقل و حمل کا اجارہ دار ہے اور اسی بنا پر وہ مبنی بر انصاف سمجھا جاتا ہے۔ لیکن یہ ایک ایسا استدلال ہے جس کی تردید خود اسی کے اندر منہم ہے۔ ادنیٰ درجے کے کرایوں کو ادائیگی ٹکس سے خاص طور پر اس لیے مستثنیٰ کیا جاتا ہے کہ غریب مسافروں سے مستفید ہو سکیں کیونکہ مفروضہ یہ ہے کہ اگر ایسا نہ کیا گیا تو ٹکس کا بار غریب مسافروں پر پڑے گا۔ غرض اس ٹکس کا تقد یہ ہر حالت میں یکساں نہیں رہتا اور اس کا ٹھیک پتہ لگانا قطعی ہے۔ لیکن گمان غالب یہ ہے کہ اکثر حالات میں وہ معمولی حصہ داروں پر ماند پڑتا ہے۔

جہاں مختلف ریلوے کمپنیوں میں یاریلوں اور دوسرے ذرائع آمدورفت (مثلاً سمندر، نہریں، ٹریموے وغیرہ) کے درمیان باہمی مسابقت ہوتی ہے، وہاں یہ اجارہ ایک حد تک محدود ہو جاتا ہے کیونکہ کمپنی اس بات کے لیے کوشاں رہتی ہے کہ آمدورفت میں اس کا حصہ کم نہ ہونے پائے۔ ایسی صورت میں اگر وہ محصول کا بار مسافروں پر ڈال دے تو اندیشہ ہے کہ کہیں وہ آمدورفت کے دوسرے ذرائع اختیار نہ کر لیں۔ لیکن جب ریلوے کا کوئی حریف ہی نہ ہو اور کمپنی کو اپنی آمدورفت کا پورا یقین رہے تو ایسی صورت میں وہ شرح کرایہ کا پیمانہ بلند کر سکتی ہے اور اس طرح محصول ریلوے کا بار مسافروں پر منتقل کر سکتی ہے۔ بشرطیکہ کرایہ اس قدر زیادہ نہ ہو جائے کہ ریلوے کی خدمات کا افادہ مختتم اس سے گھٹ جائے اور لوگ سفر کرنے ہی سے باز رہنا پسند کریں۔ آمدورفت اور نقل و حمل پر محصول لگانے کا طریق مالک یورپ میں بہت عام ہے فرانس میں مال کی نقل و حمل اور مسافروں کی آمدورفت دونوں پر محصول ریلوے لگایا جاتا ہے۔ لیکن فرانس کی ریلیں زیادہ تر سرکاری سرمائے سے چلتی ہیں اور سرکار ہی حصہ داروں کے اصل پر سود ادا کرنے کی ذمہ دار ہوتی ہے۔

نقل و حمل پر ٹکس لگانا اصول کفایت کے منافی ہے۔ دوسرے محصولوں کی طرح جو اشیاء پر لگائے جاتے ہیں ان کا بھی یہی اثر ہے کہ قیمتیں بڑھ جاتی ہیں، کاروبار میں رکاوٹیں پیدا ہوتی ہیں اور صرف کم ہو جاتا ہے، ان کی بدولت معاشی مزاحمت پیدا ہو جاتی ہے اور یہ تجارت کے لیے ہر حالت میں

مہارت رساں ہے برطانیہ میں۔ لیوے کی آمد و رفت پر جو محصول لگایا جاتا ہے وہ ایک نہایت
تدبیر طریقہ کی یادگار ہے۔ اس سے نہایت قلیل آمدنی حاصل ہوتی ہے اور کوئی ملٹی اصول کے
مطابق نہیں ہے۔ ان بن شلک نہیں کہ لیوے کسپیوں پر ایک طرح کا امتداد قائم رکھنا حکومت
کے لیے نہایت ضروری ہے۔ لیکن یہ مقصد دوسرے ذرائع سے بھی حاصل
ہو سکتا ہے۔ جہاں تک محصولات کا تعلق ہے، ایک صنعتی اور تجارتی ملک میں
معاشی نقطہ نظر سے وہ مناسب نہیں۔ خیال کیجئے جاسکتے ہیں کہ وہ دولت کی قدرتی
تقسیم میں رکاوٹیں پیدا کرسکتے ہیں اور تجارت کو اس کے قدرتی راستے سے ہٹا کر
ارزاں راستوں پر لگا دیتے ہیں۔ بالخصوص ایسے ملک میں تو وہ خاص طور پر ناہموار
ہیں جو تجارت کے خارجہ کاروبار کی خواہش رکھے یا جو بہاؤ زراعت کے کاروبار میں
مشغول ہو۔ ناچر ہے کہ ایسی صورتیں ہوجیتے آزادانہ نقل و حمل میں مانع یا ملٹی
بند لگا ہی آخر درجات کی طرح، انعام و مرارت کا باعث ہوگی، وہ ملک کے لیے
ضرر رساں اور کاروبار پر زبردنی کے لیے ملک ثابت ہوگی۔

ڈاکٹر خانہ :- یہ بھی آمدنی کا ایک عجیب ذریعہ ہے۔ ۱۹۸۲ء میں اس سے حاصل ہونے والا منافع ۳۰ لاکھ ۴۲ روپے تھا اور اس کے اخراجات ۵۲ لاکھ ۱۱ روپے تھے۔

محمول، ذاک، تار یا ٹیلیفون کی فیس، ان کی نوعیت بھی معمول نقل و حمل کی سی ہے، ان کی شدت حوالہ اضافہ کرنا بھی خلاف مصلحت اور خلاف کفایت ہے، کیونکہ ان کا جہان جہرہ اسلٹ فورہ کٹنے اور کاروبار کو گھٹا دینے کی طرف ہے۔ برطانیہ میں ڈالمنے کے معمول بہت قلیل ہیں، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ حکومت کو ۶۱، ۶۲، ۶۳ پونڈ خالص آمدنی حاصل ہوتی ہے جو لوگ معمول آمدنی کے اس طریقے کے مخالف ہیں، ان کا یہ اعتراض ہے کہ اس کی بدولت مہاسلت پر عکس عائد ہوتا ہے اور یہ ایک بہت ہی ناگوار بات ہے۔ برطانیہ اس کے دوسرے لوگ اس طریقے کی اس بے حمایت کرتے ہیں کہ وہ ایک نہایت سیدھا سادا ذریعہ ہے جس کی مدد سے کثیر مقدار میں آمدنی حاصل کی جاسکتی ہے اور وہ بھی اس طرح کہ نہ کاروبار پر اس کا کوئی قابل لحاظ اثر پڑے۔

اور نہ غیب طبعی اس سے ذرا بھی متاثر ہوگا۔

ڈاکٹرنے کی خالص آمدنی نو بہ طور پر ایکس کے ذریعے کرنا چیداں مناسب نہیں معلوم ہوا کیونکہ ان کی صورت دراصل ایک دفعہ کی ہے۔ ڈاکٹرنے کی خدمت ایک طرح کا ادارہ ہے جس کا اہتمام خود ملک و سرکاری ہے۔ اب ظاہر ہے کہ سرکاری طور پر کاروبار چلانے کے لیے چند شاخوں کی بنیاد پڑے گی۔ ایک تو یہ کہ کاروبار سیدھے سادے اور ان بنیاد پر عمل نہ متغیر ہو۔ دوسرے ان میں نقصان پہنچنے کا خطرہ نہ ہو، تیسرے وہ ان کاروبار میں سے ہوں جن کی کارکردگی انتظام و احد کی بدولت بڑھ جاتی ہے۔ چوتھی کے ساتھ یہ تمام شرائط ڈاکٹرنے کی حالت میں پورے ہوتے ہیں۔ شاید کسی اور سرکاری کاروبار میں اس طرح پورے نہ ہوتے ہوں۔ اس کا اصل مقدار میں کمیہ ہوتا ہے اور زیادہ تر سرکاری عمارات اور ڈاکٹرنے کی کاروباروں پر مشتمل ہوتا ہے اور یہاں تک تا برقی اور ٹیلیفون کا تعلق ہے تار و ٹڈے اور آلات بھی اس میں شامل ہو جاتے ہیں۔ ڈاکٹرنے کا محض یہ کام نہیں ہے کہ خطوں کا غذا پارسل اور تار ایک مقام سے دوسرے مقام تک پہنچا دے بلکہ مختلف اور کام بھی اس کے توسط سے چھوٹے انجام پاتے ہیں مثلاً بند قوتوں اور کتوں پٹیس وصول کرنا۔ سائبر کے ٹکٹ فروخت کرنا چوٹی چوٹی امانتوں کے لیے حکومتی بینک کا کام انجام دینا، قلیل مقدار کے قرضوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا، حکومت کے تسکات فروخت کرنا وغیرہ۔ ان میں سے بعض خدمات زیادہ پیداوار نہیں ہیں بلکہ بینک کے کاروبار میں تو حکومت کو صرف نقصان اٹھانا پڑتا ہے کیونکہ جس شے سے امانت داروں کو سود ادا کیا جاتا ہے، خود حکومت کو اس سے کمتر شرح پر سود ملتا ہے اور بالخصوص جب سسٹم کے اخراجات کا لحاظ کیا جائے تو نقصان بالکل بدیہی ہو جاتا ہے۔ ڈاکٹرنے کی خالص آمدنی کو اس کے متعدد کاروباروں سے کسی ایک کا نتیجہ قرار دینا کچھ نا فہم سا معلوم ہوتا ہے، تاہم یہ تو یقینی ہے کہ اس آمدنی کا کثیر ترین حصہ اس کے اصلی کاروبار یعنی خطوط سانی سے حاصل ہوتا ہے اور اس میں جی ٹی ٹیکس شہری اخلاص کا حصہ بہت زیادہ ہے کیونکہ وہاں دیہاتی اخلاص کے مقابل ڈاکٹرنے کے مصارف

بہت کم ہوتے ہیں۔ بہر حال ان تمام کاروبار سے بحیثیت مجموعی کافی مقدار میں خالص آمدنی حاصل ہوتی ہے۔ خطوط پہنچانے کا معاوضہ تو نہایت قلیل ہوتا ہے۔ لیکن قوم کو اس سے جو فائدہ حاصل ہوتا ہے، وہ بہت کثیر ہے۔ معمول ڈاک میں مزید تخفیف کرنے سے عوام الناس کو جو فائدہ پہنچ سکتا ہے، وہ بہت حقیر اور ناقابل لحاظ ہے۔ اگر باوجود اس کے کچھ بار پڑتا بھی ہے تو وہ اس قدر بھیل جاتا ہے کہ خاص طور پر کسی کو محسوس نہیں ہوتا۔ وہ بالکل اصول مساوات کے مطابق ہے اور مساوت میں اس کی وجہ سے قلعی کوئی رکاوٹ نہیں پیدا ہوتی۔ اگر باوجود ان تمام خوبیوں کے ہم اس مرحلے سے دست کشی کر لیں تو اس کی تکمیل کے لیے ہمیں مجبوراً دوسرے ذرائع اختیار کرنے پڑیں گے۔

یکم جنوری ۱۹۱۹ء سے وٹا ٹف پرانہ سالی کی تقسیم ڈاکخانے کے سپرد کی گئی۔ اور یکم جنوری ۱۹۱۲ء سے قومی ٹیلیفون کمپنی کا نظام بھی صدر ڈاکخانے کے ماتحت کر دیا گیا۔ قانون بیمہ (۱۹۱۱ء) اور جولا ئی ۱۹۱۱ء کی بدولت ان فراہم میں ایک اور اضافہ ہوا۔

تاریقی اور ٹیلیفون، ان دونوں پر ابتدا میں ایک کثیر رقم صرف کی جا چکی ہے، لہذا وہ براہ راست آمدنی کے ذرائع نہیں خیال کیے جاسکتے لیکن قوم کے لیے وہ بے انتہا سہولت کا باعث ہیں۔ ان کی بدولت قوم کو نہ تو پہلی سی محنت و مشقت برداشت کرنی پڑتی ہے اور نہ پہلے کی طرح وقت ضائع کرنا پڑتا ہے سال بھر کے کاروبار کو پیش نظر رکھتے ہوئے ۱۹۱۱ء میں تاریقی میں ۲۲۱۱۷ پونڈ کی کمی واقع ہوئی اور ٹیلیفون سے ۲۳۹۱۱ پونڈ کا نفع حاصل ہوا۔ ان مصارف کا مبنی بر انصاف ہونا اس بات پر منحصر ہے کہ یہ خدمات عوام الناس کے لیے بیکار مفید ہیں اور ان کے افادے کا تخمینہ کرنا ممکن نہیں ہے۔

اب قومی آمدنی کی صرف چند چھوٹی مدوں کا ذکر کرنا باقی ہے جو ٹیکسوں میں شامل نہیں ہیں۔ ان میں سے ایک تو شاہی اراضی ہیں جن سے ہلاکتیں ہزار پونڈ آمدنی حاصل ہوتی ہے۔ یہ زمینیں سرکاری املاک میں شمار ہوتی ہیں اور خاص خاں اغراض کے لیے مخصوص رہتی ہیں۔ قروان ماضیہ میں شاہی آمدنی کا اکثر حصہ

انہی اراضی سے حاصل کیا جاتا تھا، لیکن اوپر بتایا جا چکا ہے کہ بعض بادشاہوں نے بیجا فیاضی اور نامعقول فنون خرچیوں کی وجہ سے اس ذریعہ آمدنی میں تخفیف ہو گئی۔ لیکن اس کے عوض دو سو سال پہلے کر لیے گئے اور یہ ان سے بھی زیادہ پیداوار ثابت ہوئے۔ ولیم ثالث کی تخت نشینی کے بعد اخراجات شاہی کی فراہمی کے لیے ایک نیا طریقہ اختیار کیا گیا، یعنی ہر بادشاہ کی تخت نشینی کے موقع پر اس کے خاندان کی پرورش کے لیے پارلیمنٹ کی جانب سے ایک رقم تعین کر دی جاتی ہے جو انگریزی اصطلاح میں سیول لسٹ (Civil List) کہلاتی ہے۔ مسئلہ میں جب جاریج ثالث تخت نشین ہوا تو شاہی اراضی سے جس قدر آمدنی حاصل ہوتی تھی، اس سے وہ دست بردار ہو گیا۔ اس کے معاوضے میں پارلیمنٹ نے جاریج سوم کے لیے جو سیول لسٹ منظور کی اس میں اضافہ کیا۔ اس کے بعد سے ان اراضی کا انتظام حکومت کے ایک جداگانہ سررشتے کے سپرد ہے جو سرکاری جنگلات اور مالک زاری کی نگرانی کرتا ہے۔

قومی آمدنی کی ایک اور دلچسپ مد نہر سویز کے حصے ہیں۔ ۱۸۵۹ء میں حکومت نے اس کام میں پانچ ملین پونڈ شریک کیے تھے۔ اب ان حصوں کی قیمت ۳۴۹۲۹۰۰ پونڈ ہو گئی ہے اور ۱۹۱۳ء میں ان سے ۲۴۶۳۷۹ پونڈ منافع حاصل ہوا تھا۔ اس کے علاوہ فی جبر یا یونان اور چند ماتحت ممالک کو برطانوی حکومت نے متفرق قرضے دیے تھے، جن سے ۱۹۱۴ء میں ۱۵۷۹۹۷۲ پونڈ حاصل ہوئے۔ اس کے منجملہ ایک حصہ واپسی اہل کی بابت اور بقیہ سود کی بابت تھا۔

۱۹۱۳ء میں متفرق آمدنی کے زیر عنوان ۳۹۲۳ - ۲۳ پونڈ حاصل ہوئے تھے۔ اس میں عدالتوں کی نفیس حقوق ایجا کی رجسٹری کا معاوضہ اور اسٹامپ شامل ہیں۔ منافع دار الضرب کی مقدار ۸۰۰۶ پونڈ تھی۔ انگلستان بینک سے ۲۶ - ۱۸ پونڈ وصول ہوئے تھے جو زیادہ تر اعتباری نوٹوں کی اجرائی کے منافع سے حاصل کیے گئے تھے۔ بقیہ آمدنی نتیجہ ہے حکومت کے مختلف سررشتوں اور دیگر وسائل کا جن میں ۸۲۸ پونڈ

بابت (Conscience Money) اور دس ہزار پونڈ بابت آمدنی جسزیرہ مان
شامل ہیں۔

————— % ~~—————~~ % —————

چھٹی فصل

تعدیہ ٹکس — منتقلی

کس طرح کوئی ٹکس ادا کنندوں میں تقسیم ہوتا ہے اور اس کے کیا کیا مختلف اثرات ہوتے ہیں، تعدیہ ٹکس کا مسئلہ انہی سوالات کی تشبیح پر مشتمل ہے۔

تعدیہ ایک تو حقیقی ہوتا ہے اور دوسرے فوری حقیقی تعدیہ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ٹکس کا بار بالآخر کس شخص پر پڑتا ہے، برخلاف فوری تعدیہ کے جس سے صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ظاہر کون شخص ٹکس ادا کرے گا ہے۔ اگر ٹکس اس قسم کے ہوتے ہیں کہ بالفعل تو وہ کسی ایک شخص سے وصول کر لیے جاتے ہیں لیکن ان کا بار اصل دوسروں پر منتقل ہو جاتا ہے۔ اور یہ انتقال کبھی توجہ سے بلند ہو جاتا ہے اور کبھی وہ بتدریج واقع ہوتا ہے اور مختلف لوگوں کے مفاد اس سے متاثر ہوتے ہیں۔ اشیاء اور اعمال پر جو ٹکس لگائے جاتے ہیں ان میں تعدیہ کی نقل پذیری کم و بیش عام ہوتی ہے۔ ٹکس مختلف طریقوں سے منتقل ہوتے ہیں۔ اور کسی ٹکس کے حقیقی تعدیہ کا پتہ چلانا بسا اوقات سخت پریشانی اور حیرانی کا باعث ہوتا ہے۔ ثنائی مساوات کی

مثلاً کسی ٹکس کے تعدیہ کا ٹیک ٹیک پتہ چلانا ایک نہایت دشوار کام ہے اور یہ دشواری نتیجہ ہے محض حالات کی پیچیدگی کا۔ اسی بنا پر ڈاکٹر لینن نے یہ تجویز پیش کی ہے کہ تعدیہ کا لفظ بالکل ترک کر دیا جائے اور ہم اپنی تمام کوشش صرف ٹکس کے اثرات کی تحقیق تک محدود رکھیں۔ واقعہ یہ ہے کہ ہم اس سے زیادہ کچھ کبھی نہیں کر سکتے۔ اب یہ لفظ تعدیہ جو وہ قدیم سے مروج ہے اور ایک خاص مفہوم کی طرف اشارہ کرنے کے لیے مفید ہے۔

پابندی میں جو مشکلات پیش آتی ہیں ان میں سے ایک یہ عدم متین کی حالت ہے بعض لوگ حیلہ جوئی کر کے ادائیگی سے بچ جاتے ہیں مثلاً وہ اپنی آمدنی کی مقدار غلط بتاتے ہیں یا محمول درآمد سے بچنے کے لیے حقیقہ طور پر مال نکال لے جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی جدید ٹکس کے بار سے بچنے کے لیے لوگ اس چیز کا استعمال ترک کر دیتے ہیں اور اس کا کوئی بدل دریافت کر لیتے ہیں یا پیدائش کے طریقوں میں اصلاح کر کے مصارف پیدائش میں تخفیف کرتے ہیں یا اب تک بوقوت اور خام پیداوار ضائع ہوتی تھی اس کو ہاٹم میں لاکر فائدے کی صورت پیدا کرتے ہیں اور یہ فائدہ بسا اوقات مقدار ٹکس سے بھی بڑھ جاتا ہے لیکن یہ دراصل انتقال ٹکس کی مثال نہیں ہے بلکہ معاشی ترقی کی صورتوں میں سے ایک صورت ہے۔

معاشیات میں "انتقال ٹکس" سے یہ مراد ہے کہ ایک شخص جو بہ ظاہر ٹکس ادا کرتا ہے، وہ دراصل اس کا بار کسی دوسرے شخص پر منتقل کر دے مثلاً محمول درآمد بہ ظاہر اس شخص سے وصول کیا جاتا ہے جو باہر سے مال منگواتا ہے لیکن خور کرنے سے معلوم ہو گا کہ اضافہ قیمت کے ذریعے سے یہ ٹکس بہ آسانی خریداروں پر منتقل کر دیا جاتا ہے یہی حال محمول جنگی کا ہے۔ یہ ظاہر تو شراب بنانے والا اس ٹکس کو ادا کرتا ہے لیکن درحقیقت اس کا بار شراب استعمال کرنے والوں پر پڑتا ہے۔ بعض اوقات محض معاشی اسباب کے اثر سے بھی ٹکس کم و بیش منتقل ہو جاتے ہیں۔ کچھ بار تو چیز بنانے والوں پر عائد ہوتا ہے اور بقیہ تاجروں یا خریداروں پر پڑتا ہے۔ بعض اوقات خریداروں سے ٹکس سے بھی زیادہ مقدار وصول کر لی جاتی ہے کیونکہ چیز بنانے والے ادائیگی میں جو رقم پیشگی دے دیتے ہیں اس پر وہ مثل اپنے دوسرے اصل کے ایک شرح معینہ سے سود وصول کرتے ہیں۔

متعدد ٹکسوں کے متعلق تو یہ اندازہ کر لیا جاتا ہے کہ ان کا بار کس کس پر منتقل ہو گا۔ مثلاً محصولات کروڑ گیری اور جنگی دونوں کے متعلق یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ خاص ان اشیاء کے استعمال کرنے والوں پر عائد ہوں گے تاہم ٹکس وصول کرنے کی سہولت کو پیش نظر رکھ کر مال درآمد منگوانے والوں یا چیز پیدا کرنے والوں پر

یہ محصول نکائے جاتے ہیں لیکن بعض اوقات انتقال ٹکس کا پہلے سے اندازہ کرنا ناممکن ہوتا ہے۔
کبھی تو وہ توقع سے زیادہ ہو جاتا ہے اور کبھی کم اور کبھی ایسے، شخص اس کے مفاد اس سے
متاثر ہوتے ہیں جن پر کسی قسم کا اثر ڈالنا مقصود ہی نہ تھا۔ اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ
اکثر ٹکسوں کی خامی ان کے بالواسطہ اثرات میں مضمر ہے۔ کیونکہ اکثر غیر متعلق لوگ
ان کی سختی کا شکار ہو جاتے ہیں، یا پیدائش دولت پر ان کا مضر اثر پڑتا ہے۔

یہ تو ظاہر ہے کہ جب کسی چیز پر ٹکس لگایا جاتا ہے تو اسی تناسب سے اس کی مولیٰ
قیمت میں اضافہ ہوتا ہے لیکن بعض اوقات ٹکس کی شرح کچھ اس طرح مقرر ہوتی ہے کہ
جو لوگ چیز کی تھوڑی تھوڑی مقدار میں خریدتے ہیں، انہیں نسبتاً زیادہ ٹکس ادا کرنا
پڑتا ہے۔ مارچ ٹیک یا تاہر تو اس قدر قیمت نہ در وصول کرے گا۔ اس سے ادائیگی ٹکس
کے بعد اسے منافع حاصل ہو۔ اس طرح خریدار تو ٹکس سے زیادہ مقدار ادا کرتے ہیں
لیکن خزانہ سرکاری میں صرف ٹکس کی مقدار داخل ہوتی ہے۔ وہ جو مزید خرید کر رہتی
ہے وہ تاجروں یا دوسریائی لوگوں کو بہ طور منافع کے حاصل ہوتی ہے۔ مثلاً فرض کرو کہ
تंबا کو پر ایک مزید ٹکس بحساب ۶ پینس فی پونڈ عائد کیا جاتا ہے، جس کی وجہ سے
قیمت میں فی اونس نصف پینی کا اضافہ ہو جاتا ہے۔ اب یہ جو لوگ وقت واحد میں
تंबا کو ۱۲ اونس سے کم مقدار میں خریدیں گے ان پر ٹکس کا بار بحساب ۶ پینس فی پونڈ
عائد ہوگا۔ یا ممکن ہے کہ کسی مزید ٹکس کے اثر سے چیز کی طلب میں تخفیف واقع ہو
ایسی صورت میں چیز بنانے والا یا اس کو فروخت کرنے والا نقصان اٹھانے پر مجبور
ہوگا، یا تو اسے اپنا کاروبار گھٹانا پڑے گا، یا ٹکس کا کچھ حصہ خود ادا کرنا پڑے گا۔
سب سے زیادہ سیدھی سادی صورت تو یہ ہے کہ جس چیز پر محصول لگایا جاتا ہے
وہ اولاً اس کے بنانے والے یا اس کو باہر سے منگوانے والے سے وصول کیا
جاتا ہے، لیکن بالآخر وہ لازمی طور پر خریدار پر منتقل کر دیا جاتا ہے لیکن ہر صورت میں
ٹھیک طور پر تین کے ساتھ یہ پتہ چلانا کہ ٹکس کا بار کن اشخاص پر پڑتا ہے ناممکن ہے۔
تقدیر ٹکس کا مسئلہ نہایت ہی پیچیدہ ہے اور اس کا قطعی طور پر فیصلہ نہیں کیا جاسکتا
جو کچھ تجزیہ کیا بھی جاتا ہے وہ اس طرح کہ ہر قسم کے ٹکس کی جدا گانہ تحقیق کی جاتی ہے۔
اور گودا اصل ہم مکمل صداقت پر نہیں بلکہ صرف اس کے قریب قریب پہنچتے ہیں، تاہم

یہ ممکن ہے کہ حالاتِ حاضرہ کو پیش نظر رکھ کر ہر قسم کے متعلق ایک ایسا مجرد اصول بنالیا جائے جس سے ہر ایک کے رجحان کا پتہ چل سکے۔

ہر نئے ٹکس کا ایک فوری اثر ہوتا ہے اور ایک آخری۔ فوری اثر کی وجہ سے سابقہ حالات میں تغیر و تبدل واقع ہوتا ہے۔ اور ایک جدید صورتِ حال مستقل طور پر رونما ہونے لگتی ہے۔ اس جدید حالت کی نوعیت اور اس کے مستقل طور پر قائم ہونے کے لیے جو وقت درکار ہوتا ہے، ان دونوں کا مدار مسابقت کی آزادی اور وسعت اور طلب و رسد کی تغیر پذیری پر ہوتا ہے۔ ٹکس کے بعض نظریے محض آخری نتائج کو اہمیت دیتے اور فوری اثرات کو قطعاً نظر انداز کر دیتے ہیں، لیکن یہ طرز عمل کسی طرح مناسب نہیں خیال کیا جاسکتا۔ اس میں شک نہیں کہ آخری نتائج ہی زیادہ اہم ہوتے ہیں، لیکن ٹکس تو ان نتائج کے برآمد ہونے سے بہت پہلے ادا کر دیے جاتے ہیں اور اس ادائیگی ٹکس کے کچھ فوری اثرات ضرور ہوتے ہیں۔ ممکن ہے کہ جب تک جدید حالت مستقل طور پر قائم ہو، ان اثرات کا عمل درآمد مضر ثابت ہو۔ یہ ایک عام قاعدہ ہے کہ ٹکس جہاں ایک مرتبہ عائد ہوتے ہیں، ہمیشہ وہیں جبرے رہنے کی طرف ان کا میلان ہوتا ہے۔ یعنی دوسروں پر انھیں منتقل کرنے کے لیے کچھ مدت درکار ہوتی ہے کیونکہ معاشی قوتوں کے اثرات بسا اوقات بہت دیر میں نمودار ہوتے ہیں۔ ٹکس کے فوری اور آخری اثرات ایک دوسرے سے اکثر بہت کچھ مختلف ہوتے ہیں۔ کبھی تو ٹکس ادا کنندہ سے تاجر پر اور تاجر سے خریدار پر منتقل ہوتا ہے، اس قسم کی نقل پذیری اصطلاح میں (Forward Shifting) کہلاتی ہے۔ بعض اوقات ٹکس کا اثر کسی گذشتہ حال پیدائش یا کسی ذیلی صنعت پر عائد ہوتا ہے اور یہ صورت اصطلاحاً (Backward Shifting) کہلاتی ہے۔ اگر ٹکس کا یہ اثر ہو کہ اس کی بدولت عالمین پیدائش و تقسیم دولت کے باہمی تعلقات سب سب باقی نہ رہیں بلکہ ان کی جدید ترتیب قائم ہو تو یہ انتشار ٹکس کی صورت کہلاتی ہے۔ انہی مختلف حالات کے مشاہدے سے ٹکس کا ایک جدید نظریہ جو نظریہ انتشار

کہلاتا ہے، رو نما ہوا۔ اس نظریے کے حامیوں کا یہ دعویٰ ہے کہ ہر ٹکس خواہ وہ کسی طرح عائد کیا گیا ہو، بالآخر کل سوسائٹی پر مساویانہ تقسیم ہو جاتا ہے اور اس کا باعث وہ مسابقت ہے جو سوسائٹی کے مختلف افراد میں ہمیشہ جاری رہتی ہے۔ اسی کی بدولت حکومت کے تمام ٹکسوں کا بار قوم کے مختلف افراد پر منتشر ہو جاتا ہے اور ہر شخص اپنی اپنی استطاعت کے موافق اس بار کو برداشت کرتا ہے۔

اس مسئلے کے حامی محض بالواسطہ محصولوں کو جو اشیاء پر عائد کیے جاتے ہیں، پیش نظر رکھتے ہیں۔ اور خود ان محصولوں کا انتشار اور اس کے اثرات بیان کرنے میں بھی بہت کچھ مبالغے سے کام لیتے ہیں۔ لیکن ٹکس تو صرف بالواسطہ نہیں ہوتے بلکہ ہر نظام ٹکس میں بلاواسطہ محصول کی بھی ایک کثیر تعداد ہوتی ہے، مثلاً محصول آمدنی، یا محصول جائیداد جو مالک جائیداد کے مرنے پر اس کے ورثاء سے وصول کیا جاتا ہے، یا وہ محصول جو اعمال و افعال پر لگائے جاتے ہیں۔ ان تمام معورتوں میں ٹکس یا تو منتشر ہی نہیں ہوتا یا اگر ہوتا ہے تو بہت کم۔ مزید براں اگر آخری اخراجات ہمیشہ ایک سے ہوتے تو اس بات کی چنداں پروا نہ ہوتی کہ ابتدا میں کس پر ٹکس عائد کیا جاتا ہے مگر یہ البتہ موجودہ اس قسم کی پیروی وائی نہیں اختیار کی جاسکتی جب تک کہ کسی جدید ٹکس کی تجویز پیش ہوتی ہے تو بعض طبقے تو اس کی مخالفت کرتے ہیں اور بعض آسانی کے ساتھ اپنی رنہ آمدنی کا اظہار کر دیتے ہیں۔ مخالفت تو ان طبقوں کی جانب سے ہوتی ہے جو یہ خیال کرتے ہیں کہ جدید ٹکس سے انھیں خاص طور پر نقصان پہنچے گا۔ اور جو لوگ اپنے آپ کو ٹکس کے اثر سے مستثنیٰ سمجھتے ہیں، وہ اسے برداشت کرنے میں کوئی پس و پیش نہیں کرتے محصول آمدنی جو دراصل ایک محدود جماعت سے وصول کیا جاتا ہے، اگر یہ صحیح ہے کہ وہ تمام قوم پر منتشر ہو جاتا ہے تو پھر زیادہ قرین عقل یہ طریقہ ہے کہ وہ تمام جماعتوں سے براہ راست وصول کر لیا جائے۔ اس طرح وہ نقصان نہ ہونے پائے گا جو ٹکس کے منتقل ہونے میں لاحق ہوتا ہے اور مزید براں اس طرح براہ راست مطالبہ کرنے سے ایک اخلاقی فائدہ یہ بھی حاصل ہوگا کہ جو لوگ درحقیقت ٹکس کا بار اٹھاتے ہیں انھیں اس بات کا احساس ہوگا کہ قومی اخراجات میں

فصول خرچی اختیار کرنے سے کیا کیا اثرات رونما ہوتے ہیں۔ لیکن باوجود ان تمام خوبیوں کے محمول آمدنی کو عام طور پر اختیار کرنا ناراضی کا باعث ہو گا کیونکہ خیال یہ کیا جائے گا کہ مزدوروں کے حق میں وہ مبنی بر انصاف نہیں ہے۔ اور دراصل اس محمول کی مقبولیت کا خاص سبب یہ بھی ہے کہ اس کا باقوم کی صرف ایک بہت محدود حمایت پر پڑتا ہے۔

اس لیے کوئی شک نہیں کہ بعض ملکوں کا بابہ بہت زیادہ ہوتا ہے اور بعض ملکوں اور اس بار کو حتیٰ الامکان کم کرنے کے لیے مختلف طریقے اختیار کیے جاتے ہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا اور اگر تمام ملکوں میں رجحان مساوی طور پر مستند ہوتے تو پھر نظام ٹیکس میں مساوات قائم کرنے اور اس غرض سے نئے نئے قانون بنانے میں اب تک جو دماغی قابلیتیں صرف کی گئی ہیں یہ سب بیکار نہ رہیں گی۔

کسی نئی ٹیکس میں یہ تو ممکن نہیں کہ ہر ٹیکس ہر لحاظ سے مکمل ہو۔ بعض ٹیکس تو مطلق منتقل ہی نہیں ہوتے۔ بعض منقسم تو ہوتے ہیں لیکن کسی اصول مساوات کے مطابق نہیں۔ اب یہ تحقیق کرنا ضروری ہے کہ ان کی نقل پذیری کا عمل درآمد کیونکر ہوتا ہے اور ان کے باوجود اسلئے اثرات کیا ہوتے ہیں۔ یہی دراصل مسئلہ حق یہ کا بحث بھی ہے۔ اس قسم کی تحقیقات کا فائدہ یہ ہے کہ ان کی بدولت وہ نقصان رفع ہو جاتا ہے جو عالمی کی حالت میں پہنچ جاتا ہے۔ ورنہ اگر بلا تحقیق و جستجو یہ مجتہد کوئی ٹیکس عائد کر دیا جائے تو ممکن ہے کہ وہ نا انصافی کا باعث ہو۔ اور اس کی بدولت چھوٹی چھوٹی صنعتوں کو نقصان اٹھانا پڑے۔ بعض تو بالکل ناپید ہو جائیں اور بعض مردہ اور بیجان کیونکہ بسا اوقات نہایت قلیل فرق بھی معاشی موت و حیات پر اپنا اثر ڈالنے کے لیے کافی ہوتا ہے لیکن ٹیکس لگانے سے مقصد تو آمدنی حاصل کرنا ہے نہ کہ صنعت و حرفت کا گھونٹ دینا اور جو ٹیکس صنعتوں کی تباہی کا باعث ہوتے ہیں وہ دونوں طرح سے اپنے نصب العین میں ناکام رہتے ہیں۔

تقدیر ٹیکس کے متعلق اس بات کا مطالعہ ضروری ہے کہ صرف اور طلب پر اس کا کیا اثر پڑتا ہے جب کسی چیز پر ٹیکس لگایا جاتا ہے تو عام طور پر یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ قیمت میں شامل کر دیا جائے گا اور اس طرح بالآخر خریداروں سے وصول کر لیا جائے گا۔ گویا یہ فرض کر لیا جاتا ہے کہ قدم قدم پر مسابقت جاری ہے اور

اصل کی نقل پذیری میں کسی قسم کی رکاوٹ نہیں ہے۔ پہلے پہل تو ٹکس کی بدولت چیزیں بنانے والے یا فروشدہ کے کا منافع گھٹ جاتا ہے لیکن بعد ازاں وہ کوشش کرتا ہے کہ اس کے منافع کی معمولی شرح میں تخفیف نہ ہونے پائے۔ اس غرض سے وہ چیز کی قیمت میں اضافہ کر دیتا ہے اور اس طرح سے ٹکس کا بار خریدار پر منتقل کر دیا جاتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ نام طو۔ پر عمل درآمد بالکل ایسا ہی ہے لیکن پھر بھی مسابقت بالکل مکمل نہیں ہوتی بلکہ اس میں متعدد مشکلات مزاحم ہوتی ہیں۔ مزید یہ کہ طلبہ اضافہ قیمت کا اثر بھی ہمیشہ ایک سا نہیں ہوتا بلکہ چیز کی نوعیت کے ساتھ وہ بھی مختلف ہوتا ہے۔

۱۔ جس چیز پر ٹکس لگایا جائے اگر وہ مایحتاج زندگی میں سے ہو یا چیز ہے جو اس کے اخراجات بہت ہی قلیل ہوں تو ایسی صورت میں چیز کے استعمال پر ٹکس کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اس قسم کی چیزوں کی طلب غیر تغیر پذیر ہوتی ہے ان کی پیدائش اور فروخت حسب حال جاری رہتی ہے اور ٹکس کا بار اس چیز کے استعمال کرنے والوں پر پڑتا ہے۔ لیکن چونکہ استعمال کرنے والوں کی آمدنی کا نسبتاً زیادہ حصہ اس چیز کی خریداری میں صرف ہونے لگے گا، لہذا ان کی عام استطاعت خرید میں فرق آجائے گا دوسری چیزوں کے لیے ان کی طلب کم ہو جائے گی اور تخفیف طلب کی وجہ سے ان کی قیمتیں گھٹ جائیں گی۔ اس طرح ٹکس کا اثر ان اشخاص پر منتقل ہو جائے گا جو ان دوسرے اشیاء کے بنانے والے ہوں گے چنانچہ جب کبھی روٹی یا اور اشیاء خوراک کی قیمتیں چڑھ جاتی ہیں تو اس قسم کے نتائج پیدا ہوتے ہیں، عام ازیں کہ اضافہ قیمت کا باعث کوئی ٹکس ہو یا غلے کی قدرتی کمی۔ ضروریات زندگی کی حسب معمول مقدار حاصل کرنے کے لیے بہت سے خاندان اس بات پر مجبور ہوں گے کہ دوسری کم ضروری اشیاء کی خریداری میں تخفیف کر دیں۔ لہذا اس قسم کے ٹکس کا مقصد یہ بہت دور دور تک منتشر ہو جائے گا۔ ایک طرف تو اشیاء خوراک کے خریدار دوسری چیزیں سابقہ مقداروں میں حاصل نہ کر سکیں گے اور دوسری طرف ان چیزوں کی طلب میں تخفیف واقع ہونے سے ان کے پیدا کرنے والوں کو نقصان اٹھانا پڑے گا۔

(ب) لیکن اگر جس چیز پر ٹکس لگایا جائے اس کا کوئی بدل موجود ہو یا وہ
 نایحتاج زندگی میں سے نہ ہو تو ایسی صورت میں اضافہ قیمت کا یہ اثر ہو گا کہ چیز کی
 طلب گھٹ جائے گی، کاروبار میں تخفیف واقع ہوگی اور اس طرح ٹکس کا کچھ
 بار پیدا کرنے والوں پر منتقل ہو جائے گا۔ یہ لوگ یا تو پھر پرانی قیمتوں پر
 لوٹ آئیں گے اور اس طرح ٹکس کا بار خود اٹھائیں گے یا وہ اس بات کی کوشش
 کریں گے کہ برہمی ہوئی قیمتیں برقرار رہیں۔ دونوں صورتوں میں وہ لوگ جو
 نامساعد حالات میں چیز تیار کر رہے تھے اور جنہیں قلیل سے قلیل منافع مل رہا تھا،
 سب سے زیادہ نقصان اٹھائیں گے۔ اور کوئی عجب نہیں کہ میدان مسابقت سے
 وہ بالکل ناپید ہو جائیں اور اس طرح تخفیف استعمال کے ساتھ ساتھ پیدائش میں بھی
 کمی واقع ہو کر طلب و رسد کا توازن قائم ہو جائے۔ جو لوگ اس کشمکش کے بعد
 بچ رہیں گے، چونکہ ان کے کاروبار میں اضافہ ہو جائے گا، لہذا ممکن ہے کہ انہیں نقصان
 نہ اٹھانا پڑے۔ مزید براں پیدائش کے بالعموم بہت سے مدارج ہوتے ہیں۔
 اور قبل اس کے کہ چیز استعمال میں آئے، اس کو متعدد درمیانی مدارج طے کرنا
 پڑتے ہیں۔ اور اگر کسی درجے پر مسابقت مکمل نہ ہو تو کمزور فریق کو نقصان اٹھانا
 پڑے گا۔ لیکن اگر کسی درمیانی شخص (مثلاً مال درآمد کرنے والا یا تاجر) کو اجارہ
 حاصل ہو جائے تو وہ زیادہ آسانی کے ساتھ اپنا بار منتقل کر سکے گا بعض چیزیں
 اس قسم کی ہوتی ہیں کہ وہ ایک دوسرے کی جگہ استعمال کی جاسکتی ہیں۔ جب اس
 قسم کی کسی چیز پر ٹکس لگایا جاتا ہے تو اس کی طلب میں کمی واقع ہوتی ہے اور
 اس کے ساتھ وائی دوسری چیزوں کی طلب اور اس وجہ سے ان کی قیمتوں میں
 اضافہ ہوتا ہے، بالفاظ دیگر ٹکس کا بار اس شعبے کی تمام چیزوں پر منتشر ہو جاتا ہے۔
 (ج) جس چیز پر ٹکس لگایا جاتا ہے، اس کی پیدائش یا تجارت کا اگر کسی
 شخص کو اجارہ حاصل ہو (جیسا کہ ٹرسٹ اور اتحادات کی صورت میں ہوتا ہے)
 اور وہ چیز ضروریات زندگی میں سے نہ ہو تو ایسی صورت میں ٹکس کے اثر سے
 فرونشہ کے کا منافع گھٹ جائے گا، بشرطیکہ سابق میں جو قیمت وصول
 کی جا رہی تھی، وہی خریداروں کے حق میں انتہائی افادے کے مطابق ہو۔

ان حالات میں قیمت مسابقت کے اثر سے معین نہیں ہوتی بلکہ اجارہ دار اُسے معین کرتا ہے۔ اور اس کا نصب العین یہ ہوتا ہے کہ کثیر سے کثیر آمدنی حاصل ہو۔ لہذا اگر اس قیمت کو بڑھانے کی کوشش کی گئی تو طلب کا گھٹنا ناگزیر ہے اور اس طرح اجارہ دار کو دو صورتوں میں سے کوئی ایک صورت منتخب کرنا پڑے گی یا تو اسے ٹکسوں کا یا ر اٹھانا پڑے گا، یا کاروبار کی تخفیف سے جو نقصان لاحق ہو گا، اسے برداشت کرنا پڑے گا۔ ظاہر ہے کہ ان حالات میں اجارہ دار خواہ مخواہ وہی صورت اختیار کرے گا جس کی بدولت اس کو کثیر سے کثیر ناخالص آمدنی حاصل ہو سکے۔ ایک صورت میں اجارہ دار خود ٹکس ادا کرتا ہے اور دوسری صورت میں وہ ان لوگوں سے وصول کیا جاتا ہے جو اعلیٰ قیمتوں کے باوجود اپنی خریداری جاری رکھتے ہیں، لیکن ساتھ ہی اجارہ دار کو بھی تخفیف کاروبار کی وجہ سے کچھ نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ اگر جس چیز پر ٹکس لگایا جائے وہ بہت زیادہ مطلوب ہو تو اجارہ دار اس توقع پر قیمت بڑھا سکتا ہے کہ خریدار شور و شغب مچا کر اس ٹکس کو منسوخ کر لیں گے۔ اگر ٹکس اجارہ دار کے خالص منافع پر لگایا جائے تو اس کی صورت بالکل اس ٹکس کی سی ہو جائے گی جو لگان پر عائد کیا جاتا ہے اور جو قطعاً منتقل نہیں ہو سکتا۔

بعض لوگوں کو نقل و حل، پیدایش یا پیدایش کے کسی ضد ورتی عامل پر کسی نہ کسی شکل میں اس قدر اختیار حاصل ہوتا ہے کہ وہ اس کی بدولت مسابقت کو خارج کر سکتے ہیں۔ ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ اجارہ دار قیمت بڑھا دے گا جس کا نقصان بحیثیت مجموعی قوم پر عائد ہو گا۔ لیکن اگر کوئی ملک کسی چیز کا تہنہ پیدا کرنے والا ہے تو اس کے لازمی یہ معنی نہیں ہیں کہ اُسے قیمت اجارہ مل جائے گی۔ کیونکہ ممکن ہے کہ خود پیدا کرنے والوں کے درمیان اپنی اپنی پیداوار باہر بھیجنے کے لیے مسابقت ہو یا دوسری چیزیں ایسی موجود ہوں جو اس کی جگہ استعمال کی جا سکیں۔ بہر حال اگر لگانے کے لیے یہ اجارے نہایت موزوں ہیں لیکن دقت یہ ہے کہ بسا اوقات قیمت اجارہ کی تشخیص ناممکن ہو جاتی ہے اور اجارے کے نتائج اور صحیح پیش مسابقت کے اثرات میں امتیاز کرنا مشکل ہو جاتا ہے کیونکہ مسابقت کی عدم موجودگی میں یہ بات ناممکن ہے کہ قیمت مسابقت کا ٹھیک اندازہ لگایا جاسکے۔

میں معلوم ہوا کہ انتقال ٹکس کا مگر اس بات پر ہے کہ قیمت پر ٹکس کا کیا اثر پڑتا ہے؟ یہ الفاظ دیگر چیز کی طلب و رسد جو قیمت پر منحصر ہے، ٹکس سے کیونکر متاثر ہوتی ہے۔ اب اس قسم کے تغیرات اور کبھی بیشیوں کی کثیر التعداد صورتیں ممکن ہیں۔ لیکن اصول جو درپیش ہے، وہ بالکل عام ہے اور اضافہ قیمت کی تمام صورتوں پر مساوی حیثیت سے اس کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ اضافہ خواہ اشیاء کی قیمتوں میں ہو یا اجرتوں میں یا منافع میں، یہ اصول سب پر یکساں منطبق ہوتا ہے۔ اضافہ قیمت کے خاص اسباب کو اس میں ذرا بھی دخل نہیں ہے۔ اب چونکہ ٹکس بھی منجملہ ان اسباب کے ایک سبب ہے، لہذا اس کا عملدرآمد بھی اسی طرح ہوتا ہے جس طرح کہ اضافہ مصارف کے دوسرے اسباب کا۔

جہاں تک خالص مسئلہ قدر کا تعلق ہے، یہ فرض کر لیا جاتا ہے کہ مسابقت بالکل مکمل ہے۔ لیکن دراصل نقل پذیری میں متعدد بندشیں اور کثیر التعداد موافقات موجود ہوتے ہیں جن کی وجہ سے کسی خاص ٹکس کے حقیقی بار کا پتہ نہیں لگایا جاسکتا۔ اس کے علاوہ بہت سی مخالفت قوتوں کا عملدرآمد بھی جاری رہتا ہے جس کی بدولت یہ مسئلہ اور بھی زیادہ پیچیدہ ہو جاتا ہے۔ مثال کے طور پر فرض کیجئے کہ جس وقت روٹی پر ٹکس لگایا جاتا ہے، اتفاق سے اس سال غلے کی فصل نہایت کامیاب ثابت ہوتی ہے۔ اب ایک طرف تو ٹکس کا یہ اثر ہونا چاہیئے کہ روٹی کی قیمت میں اضافہ ہو اور دوسری طرف فصل کی کامیابی کی بدولت اس میں تخفیف ہونی چاہیئے، لیکن ہوتا دراصل یہ ہے کہ ٹکس کا اثر نمودار ہوتا ہے اور نہ کامیابی فصل کا، بلکہ دونوں ایک دوسرے کے اثر سے رُکے رہتے ہیں۔

کسی ٹکس کے عملدرآمد پر اس کے رقبے یا اس کی عمومیت کا بھی اثر پڑتا ہے۔ اگر چاہئے یا تباً کو کے محمول کی طرح ٹکس عام ہو تو اس کا اثر معمول کے مطابق ہوگا، یعنی اس کی بدولت چیز کی قیمت میں اضافہ ہوگا لیکن اگر ٹکس کا رقبہ نسبتاً چھوٹا ہو یا اگر وہ ایک قلیل جماعت پر عائد کیا جاتا ہو تو اس کا بار بے قاعدہ طریقے پر منقسم ہوگا، مثلاً اگر مقامی شہریں ایک علاقے میں زیادہ اور اس کے قریب دوسرے

علاقے میں کم ہوں تو بہت ممکن ہے کہ اول الذکر علاقے کے کچھ لوگ آخر الذکر علاقے میں منتقل ہو جائیں۔ اس طرح ٹکس کا یہ اثر ہو گا کہ زیادہ ٹکس والے علاقے میں بعض انہی کا لگان تو قطعاً بند ہو جائے گا اور بقیہ کے لگانوں میں تخفیف واقع ہوگی۔ اسی طرح کسی احتیاج کو پورا کرنے والی متعدد اشیاء میں سے اگر صرف کسی ایک پر لگان لگایا جائے تو بھی یہی نتیجہ برآمد ہو گا، مثلاً شیش، منقہ اور انجیر پائے، ٹافی اور کوکو، سیوتی، اونی اور کٹانی کیڑے۔ اسی طرح نقل و حمل کے متعدد ذرائع اور پیدایش کے مختلف طریقوں میں سے صرف کسی ایک پر ٹکس لگایا جائے تو بالکل ہی کیفیت نمودار ہوگی۔ ان تمام صورتوں میں ٹکس کا ایک جزو تو اس خاص چیز کے بنانے والے یا اس خاص طریقے کو اختیار کرنے والے پر پڑے گا۔ چونکہ اس طرح کی تمام چیزیں اور اس قسم کے تمام طریقے ایک دوسرے کے حریف ہوتے ہیں لہذا جب کسی ایک کی قیمت میں اضافہ ہوتا ہے تو لوگ اسے چھوڑ کر اسی قسم کی دوسری چیز میں استعمال اور اسی طرح کے دوسرے طریقے اختیار کرنے لگتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ اس خاص صنعت کو نامساعد حالات میں کام چلانا پڑتا ہے۔ لوگ اپنا اصل اس میں لگانا نہیں پسند کرتے بلکہ جو اصل پہلے سے لگا ہوا ہے اس میں بھی تخفیف ہونی شروع ہوتی ہے اور اس طرح کاروبار کی وسعت پہلے سے کم ہو جاتی اور رسد کی مقدار نسبتاً گھٹ جاتی ہے۔ تخفیف رسد کی وجہ سے قیمتیں پھر کچھ سنبھلنے لگتی ہیں اور بتدریج ایک جدید معیار قائم ہو جاتا ہے جس کے بعد ٹکس کا بار خریداروں پر پڑتا ہے۔ ان حالات میں تفصیلی طور پر درجہ بدرجہ نقد یہ لگانا ممکن نہیں۔ البتہ اس قدر ضرور کہا جاسکتا ہے کہ غور سے یہ نقد زیادہ تر چیز کے بنانے یا فروخت کرنے والے پر پڑتا ہے اور آخری نقد یہ استعمال کرنے والوں پر عائد ہوتا ہے۔

جن صنعتوں کا اصل تخصیص یافتہ اور غیر نقل پذیر ہوتا ہے، ان کے حق میں جدید ٹکس کا اثر بسا اوقات تباہ کن ثابت ہوتا ہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ ٹکس کی وجہ سے قیمتیں چڑھ جاتی ہیں اور طلب میں تخفیف واقع ہوتی ہے۔ اب جن صنعتوں میں اصل قائم کی مقدار بہت زیادہ ہوتی ہے، تخفیف طلب کی وجہ سے ان کا پورا اصل کام میں نہیں لگایا جاسکتا اور اگر لگایا جائے تو اس سے حسب سابق

منافعہ نہیں حاصل ہو سکتا۔ ایسی صورت میں کارخانہ داروں کے لیے سوائے اس کے کوئی چارہ کار نہیں کہ یا تو اپنے کاروبار میں تخفیف کر دیں اور اس طرح اپنی مشینوں کو بیکار پڑی پڑی ضائع ہونے دیں یا اگر اس میں زیادہ نقصان پہنچے گا اندیشہ ہو تو ٹکس کا بار اٹھانے پر آمادہ ہو جائیں، یہاں تک کہ کچھ مدت بعد اس صنعت میں اصل کی مقدار خود بخود کم ہو جائے۔ اس واسطے کہ جوں جوں اصل قائم پُرانا ہو کر بیکار ہوتا جائے گا، اس کی جگہ نیا اصل نہیں لگایا جائے گا بلکہ جو صنعتیں زیادہ نفع بخش نظر آئیں گی، انھی میں لوگ اپنا اصل لگاتے جائیں گے۔ اس تمام عملدرآمد کا نتیجہ یہ ہوگا کہ بتدریج اس صنعت میں طلب و رسد کا ایک نیا توازن قائم ہو جائے گا۔ تاہم عارضی طور پر نہ صرف اس صنعت کو بلکہ ان صنعتوں کو بھی جو اس کے لیے مشنری تیار کرتے ہیں، سخت نقصان اٹھانا پڑے گا۔

انتقال ٹکس کی مختلف صورتوں کی جو کیفیت اور پیش کی گئی ہے اس سے مندرجہ ذیل رجحانات کا پتہ چلتا ہے۔

(۱) جہاں تک خاص مایحتاج زندگی کا تعلق ہے، ان کی طلب غیر تغیر پذیر ہوتی ہے۔ لہذا جدید ٹکس قیمت میں شامل ہو جائے گا، اور خریدار اس کی ادائی کا بار پڑے گا۔ اس کے علاوہ اس کی عام قوت خرید میں تخفیف واقع ہونے سے بعض بالواسطہ نتائج بھی رونما ہوں گے۔

۱۱۳

(۲) جہاں تک معمولی ضروریات راحت کا تعلق ہے، ان کی طلب بہت زیادہ تغیر پذیر ہوتی ہے۔ قیمت کے ذرا چڑھ جانے سے بڑے بڑے اثرات پیدا ہوتے ہیں اور طلب میں بہت بھاری تخفیف واقع ہوتی ہے۔ ایسی حالت میں گمان غالب یہ ہے کہ جدید ٹکس کا بار ابتداء کارخانہ دار، تاجر اور خریدار میں منقسم ہو جائے گا۔ لیکن بالآخر جب طلب و رسد میں نیا توازن قائم ہو جائے گا تو ٹکس زیادہ تر خریدار ادا کریں گے۔ جس چیز کے متعدد بدل موجود ہوں یا جہاں ذیلی اور تقسیمی اشیا کا سوال درپیش ہو تو ایسی چیز پر ٹکس لگانے سے اس کی قیمت بڑھ جاتی اور طلب کم ہو جاتی ہے اور اس کی تکمیل کے لیے دوسری چیزوں کی طلب میں اضافہ اور قیمتوں میں بھی قدرے زیادتی ہو جاتی ہے۔

(۳) جہاں تک تعیش یا اجارے کا تعلق ہے پہلے ہی سے چیز کی قیمت اعلیٰ ترین افادے کے مطابق ہوتی ہے۔ اب اس میں ٹکسوں کا اور اضافہ کیا جائے تو لازمی طلب گھٹ جائے گی اور چیز بنانے والے یا اجارہ دار کو غائب ٹکس ادا کرنا پڑے گا۔

(۴) اگر مصارف پیدایش ہر جگہ مساوی نہیں بلکہ مختلف ہوں تو جو کارخانہ دار پیدایش کی حد مختتم پر ہوں گے اور جو بلا منافہ کام چلا رہے ہوں گے انھیں ٹکس کی وجہ سے اپنا کاروبار ترک کرنا پڑے گا۔ اب جو بہتر کارخانہ دار بچ رہیں گے اگر وہ ٹکس ادا کرنے پر آمادہ ہو جائیں تو سابقہ طلب کو بہ تمام و کمال پورا کر سکیں گے۔ اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ کارخانہ دار کی تعداد تو گھٹ جائے گی لیکن ہر کارخانہ بہ نسبت سابق زیادہ پیداوار تیار کرے گا۔ ممکن ہے کہ اس طرح قانون تکلیف حاصل کا عمل درآمد جاری ہو کر اس نقصان کی بتدریج تلافی ہو جاوے جو ٹکس کی بدولت لاحق ہوا تھا۔

(۵) اگر چیز کی قیمت کا مقابلہ کرتے ہوئے ٹکس کی مقدار بہت تھوڑی ہو تو ممکن ہے کہ قانون تساہل اس ٹکس کو خریدار پر منتقل ہونے سے روک دے۔ انتقال ٹکس کے دوران میں تجارت کو ممکن ہے کہ اس قدر نقصان پہنچے گا اندیشہ ہو کہ اس سے منافعوں کسی قدر تخفیف ہونا زیادہ گوارا ہو۔ قاعدہ ہے کہ چھوٹے چھوٹے ٹکس جہاں ایک مرتبہ عائد ہوتے ہیں اکثر وہیں برقرار رہتے ہیں۔

(۶) اگر جس چیز پر ٹکس لگایا جائے وہ دیر پا ہو اور اس سے متعدد مرتبہ کام لیا جاسکتا ہو (جیسے کہ مشین کی حالت ہے) اور اگر ٹکس کی مقدار بھی قابل لحاظ ہو تو ایسی صورت میں طلب گھٹ جائے گی اور جو صنعتیں اس چیز کے بنانے سے متعلق ہوں گی انھیں ضرر پہنچے گا جس ٹکس کا اثر اصل قائم پر پڑتا ہے اور اصل میں نقل پذیری کم ہوتی ہے وہ مشکل سے منتقل ہوتا ہے اور اگر ہوتا بھی ہے تو بہت دیر میں وہ اس وقت تک اپنی جگہ پر برقرار رہتا ہے جب تک کہ پرانا اصل فرسودہ ہو کر بیکار ہو جائے اور اس طرح بتدریج اس صنعت کی وسعت خود بخود کم ہو جائے۔ اس کے بعد ٹکس کا بار خریدار پر پڑنے لگتا ہے۔

(۷) ٹکسوں میں بار بار تغیر و تبدل نہ ہونا چاہیے۔ گو ابتدا میں ہر جدید ٹکس کی وجہ سے کچھ نہ کچھ رد و بدل واقع ہوتا ہے۔ تاہم کچھ عرصے بعد معمولی حالات

دوبارہ مستقل طور پر قائم ہو جاتے ہیں۔ لوگ ٹکس کے عادی ہو جاتے ہیں اور انھیں اس کا بار نہیں محسوس ہوتا لیکن یہ بات ہر حال میں صحیح نہیں ہو سکتی۔ محض استعمال یا عادت کی وجہ سے کوئی نا انصافانہ بار مبنی بر اوصاف نہیں ہو سکتا۔ بلکہ بعض حالات میں وہ اور زیادہ شدید ہو جاتا ہے۔

مزدوروں کی اجرت پر جو ٹکس لگایا جاتا ہے اس کے تعدیے کا حال معلوم کرنے کے لیے یہ پتہ لگانا ضروری ہے کہ ان کے معیار زندگی پر اس کا کیا اثر پڑتا ہے۔ یہ معیار جگہ جگہ بدلتا رہتا ہے اور خود ایک ہی مقام کے مختلف افراد کے معیار بھی جدا گانہ ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ جوں جوں ایک زمانے سے دوسرے زمانے میں حالات متغیر ہوتے جاتے ہیں، معیار زندگی بھی ایک حالت پر نہیں قائم رہتا بلکہ اس میں بھی ساتھ ساتھ تبدیلیاں نمودار ہوتی جاتی ہیں۔ جہاں تک ان مزدوروں کا تعلق ہے جن کی اجرتیں بالکل تحد کفایت تک پہنچ چکی ہیں ٹکس کا منتقل ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ ہمارے مفروضے کے مطابق ان کی اجرتوں میں مزید تخفیف کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ آدم اسمتھ کا خیال تھا کہ ایسی صورتوں میں ٹکسوں کے اثر سے مزدوروں کی تعداد گھٹ جاتی ہے اور اس طرح ٹکس کا اثر بالآخر یا تو آجر کے منافع پر پڑتا ہے یا اعلیٰ قیمتوں کی شکل میں خریداروں پر عائد ہوتا ہے۔ لیکن ان ٹکسوں کی نوعیت جی کچھ ایسی ہوتی ہے کہ وہ بہت دیر میں منتقل ہوتے ہیں۔

اگر اجرت پر ٹکس لگانے سے مزدوروں کا معیار زندگی گھٹ جائے تو اس کی وجہ سے ان کی کارکردگی پر برا اثر پڑے گا اور ان کے کام کی حسب سابق قدر نہ ہوگی۔ لہذا اس کا آخری نتیجہ یہ ہو گا کہ ٹکس کا کم از کم ایک حصہ ضروریات و اجرت پر عائد ہو گا یا باقی کل قوم کو اس کا بار اٹھانا پڑے گا۔ اعلیٰ معیار کے باہر مزدوروں کی اجرت پر جو ٹکس لگائے جاتے ہیں ان کا حرکت کرنا نسبتہ زیادہ دشوار ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ جب مزدور کی مہارت اجارے کے درجے پر پہنچ جاتی ہے تو ٹکس کا بار تمام و کمال مزدور ہی پر پڑتا ہے۔ جہاں تک اعلیٰ پیشے والے اور اعلیٰ درجے کے مہارت یافتہ مزدوروں کا تعلق ہے ان کی اجرتوں میں ایک جز مثل لگان کا شامل ہوتا ہے جس پر ٹکس کا بار عائد ہو سکتا ہے۔ چنانچہ جس قدر کسی پیشے میں

اجارے کی نوعیت زیادہ ہوتی ہے (عام ازیں کہ وہ اجارہ قدرت کا کوئی عطیہ ہو یا کسی استحقاق کا نتیجہ) اسی قدر اس میں لگان کا جز زیادہ ہوتا جاتا ہے۔ ان صورتوں میں مسابقت کام اور ہنگامہ کے لیے ہوتی ہے نہ کہ براہ راست اجرت کے لیے۔ یہ سٹی، ڈاکٹری، مصوری، کلیسانی ملازمت اور سیول سر ویس ان کی نمایاں مثالیں ہیں۔ اور یہی حال اعلیٰ درجے کے باہرست پیشوں کا ہے۔ ان صورتوں میں ٹکس براہ راست منتقل نہیں ہو سکتا، البتہ ان پیشوں میں داخل ہونے والے اشخاص کی تعداد اس کی بدولت محدود ہو جاتی ہے بن پیشوں کی اجرتوں میں لگان کا جز کمتر شامل ہوتا ہے اور اجرت کا معیار مسابقت کے اثر اور طلب و رسد کے توسط سے قرار پاتا ہے، ان میں یہ بات زیادہ ممکن ہے کہ ٹکس کا کچھ بار اعلیٰ قیمتوں کی شکل میں کل قوم پر عائد ہو۔ اصول تو ان میں بھی وہی ہے جو چیزوں کی حالت میں کام کرتا ہے لیکن جہاں تک محنت کا تعلق ہے، معاشی قوتوں کے عکس رکھ میں تصادم زیادہ ہوتا ہے۔ کیونکہ ایک تو محنت میں نقل پذیری کم ہوتی ہے، دوسرے تبدیلِ پیشہ یا نقل مقام میں اخراجات لاحق ہوتے ہیں اور تیسرے انتظار کشی بہت دشوار ہوتی ہے۔ ان تمام اسباب کا نتیجہ یہ ہے کہ محنت کی طلب و رسد میں اس قدر جلد توازن نہیں قائم کیا جاسکتا جس قدر کہ اشیاء کی حالت میں ممکن ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ ٹکس بہت دیر میں منتقل ہوتا ہے اور یہ نقل پذیری غیر یقینی ہوتی ہے۔ عام منافع پر ٹکس لگانا گویا اصل پر ٹکس لگانا ہے۔ ایسا ٹکس براہ راست منتقل نہیں ہو سکتا لیکن یہ تو ظاہر ہے کہ ہر شخص کا منافع مساوی نہیں ہوتا بلکہ ان میں زبردست اختلاف ہوتا ہے لہذا ممکن ہے کہ زیادہ منافع کمانے والے آجرتو ٹکس کو برداشت کر لیں لیکن جو آجرت کم حیثیت ہوں وہ اس کی بدولت میدانِ مسابقت سے بالکل ناپید ہو جائیں۔ اس کے علاوہ دولت پس انداز کرنے والوں کی متہیں پست ہو جائیں گی، شغلِ اصل سے لوگ احتراز کریں گے اور بہتر منافع کی تلاش میں اپنا اصل دوسرے مقامات میں منتقل کر دیں گے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ قیمتیں چڑھ جائیں گی اور کاروبار میں تخفیف واقع ہوگی۔ اس طرح ٹکس کا کچھ حصہ تو تیرا دیوں پر منتقل ہو جائے گا اور کچھ مزدوری پیشہ طبقے پر کیونکہ تخفیف کاروبار کی وجہ سے

آخر اند کر کی اجرتوں میں لازمی کمی واقع ہوگی۔

لیکن آج کل پس اندازی محض شرح سود پر نہیں منحصر ہوتی بلکہ دوسرے اسباب بھی اس پر اپنا اثر ڈالتے ہیں۔ گزشتہ نصف صدی کی تاریخ یہ بتاتی ہے کہ شرح سود کی تخفیف کے ساتھ ساتھ پس اندازی میں اضافہ ہوتا گیا ہے۔ لہذا یہ بات غلاف قیاس معلوم ہوتی ہے کہ کاروبار یا عام قیمتوں پر ٹکس کا بہت زیادہ اثر پڑے۔ تاہم اس میں شک نہیں کہ اصل پر ٹکس لگانا معاشی نقطہ نظر سے مفید اور خلافت انصاف ہے۔ کیونکہ اس کی وجہ سے ان لوگوں کو ایک بیجا منراہلگنتی پڑتی ہے جو کفایت شعاری سے اپنی زندگی بسر کرتے ہیں۔ لیکن اگر عام طور پر یہ ٹکس لگا دیا جائے تو اس کے منتقل ہونے کا زیادہ امکان نہیں رہتا۔ البتہ خاص خاص صنعتوں کے منافع پر جو ٹکس لگائے جاتے ہیں، وہ ضرور منتقل ہو جاتے ہیں۔ لوگ ان صنعتوں میں اصل لگانا ترک کر دیتے ہیں اور ان صنعتوں کو ترجیح دینے لگتے ہیں جن پر اس طرح ٹکس کا بار نہیں ہوتا۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ٹکس ادا کرنے والی صنعتوں میں اشیاء کی قیمتیں چڑھ جاتی ہیں حتیٰ کہ ان کا منافع دوبارہ عام سطح پر پہنچ جاتا ہے اور ان میں اصل لگانے کے لیے لوگوں کو پھر ترغیب ہونے لگتی ہے۔

جو ٹکس حاصل زائد پر لگائے جاتے ہیں وہ منتقل نہیں ہوتے۔ چنانچہ معاشی لگان پر عام از میں کہ وہ زرعی ہو یا راضی، جس قدر ٹکس لگائے جاتے ہیں وہ اپنی جگہ پر برقرار رہتے ہیں۔ منافع یا اجرت میں مثل لگان کا جو جز شامل ہوتا ہے اس کا بھی یہی حال ہے جن قوتوں کے اثر سے وہ منتقل ہوتا بھی ہے وہ حاصل زائد پیدا کرنے والوں کی ہمتوں کو پست کر کے صرف بالواسطہ طور پر اپنا اثر دکھلاتی ہیں۔ جہاں تک زرعی زمین کا تعلق ہے، اصول یہ ہے کہ لگان کا شت ختم کے اثر سے معین ہوتا ہے۔ اختتامی زمینوں سے جس قدر پیداوار حاصل ہوتی ہے وہ سب کی سب مصادر پیدایش کے مساوی اور قیمت میں شامل ہوتی ہے۔ اس حالت میں لگان دستیاب ہی نہیں ہوتا جس پر ٹکس لگایا جاسکے۔ لیکن اس سے اعلیٰ درجے کی زمینوں پر لگان حاصل ہوتا ہے اور اس پر جو ٹکس لگایا جاتا ہے وہ منتقل نہیں ہو سکتا۔ لگان چونکہ قیمت میں نہیں شامل ہوتا اس لیے قیمت ٹکس سے متاثر نہیں ہو سکتی۔ اور اس طرح لگان پر جو ٹکس عائد کیا جاتا ہے اس کا بار لگان پانے والے پر ہی ہوتا ہے۔

شہر کی زمینوں سے جو لگان حاصل ہوتا ہے اس پر بھی اسی استدلال کا اطلاق ہو سکتا ہے شہروں میں بعض زمینیں تو اس قدر قابل قدر ہوتی ہیں کہ ان کے مالک ایک طرے کے قدرتی اجارہ دار سمجھے جاتے ہیں اور ان کو اپنی اراضی سے جو آمدنی حاصل ہوتی ہے وہ بالکل اجارے کی آمدنی سے مشابہ ہوتی ہے۔ ان اراضی کے لگان پر جو ٹیکس لگائے جاتے ہیں وہ دراصل حاصل نامزد ہر عائد ہوتے ہیں اور اسی لیے دو دروازوں پر نہیں منتقل ہو سکتے۔ سیلن بمیں زمینیں ایسی بھی ہوتی ہیں جن سے کمترین ارضی لگان حاصل ہوتا ہے اور اس لگان پر جو ٹیکس لگائے جاتے ہیں، ان کا کرایہ دار پر منتقل ہونا ممکن ہے کیونکہ کئی عمارتی زمین ایسی نہیں ہوتی جس سے کچھ نہ کچھ مکان حاصل نہ ہوتا ہو جیسا کہ پہلے ہی میں بیان کیا گیا ہے۔ مابقت کا عمل درآمد مکمل نہ ہونے سے یہ اصول خواہ وہ مجرورہ لگتے ہی صحیح ہوں، اپنی اصلی حالت پر نہیں باقی رہتے بلکہ ہر انفرادی صورت کے مختلف حالات کے لحاظ سے ان میں تغیر و تبدل واقع ہوتا ہے اور ان کی حیثیت محض چند رجحانات کی سی ہو جاتی ہے۔

یہ ضروری نہیں کہ زمین کا لگان ہر حالت میں خالص حاصل نامزد ہی ہو بلکہ اسات زمین کی اصلاح کی غرض سے اس پر اصل صرف کیا جاتا ہے اور بعض اوقات زمین پر صرف دسترس حاصل کرنے کے لیے روپیہ خرچ کرنا پڑتا ہے۔ ان صورتوں میں مکان میں اصل کا سود بھی شامل ہوتا ہے۔ لیکن اس کو اصل غیر ملکیت سے علیحدہ کرنا ضرور ہوتا ہے۔ لہذا اس قسم کے لگان پر جو ٹیکس لگائے جاتے ہیں وہ لگان اور سود دونوں پر عائد ہوتے ہیں۔ اگر لگان پر ٹیکس لگانے کا نتیجہ یہ ہو کہ لوگ اصلاح راضی پر روپیہ خرچ کرنا ترک کر دیں تو ایسی صورت میں قیمت میں اضافہ ہو کر ٹیکس کا کچھ بڑا۔ خریداروں پر منتقل ہو جائے گا، غذا کی ضروری مقدار حاصل کرنے کے لیے اس قسم کی زمینوں پر کاشت کرنا پڑے گا کاشت کی صداقتی ہونے سے قانون تقییل حاصل کا عمل درآمد شروع ہو جائے گا۔ اور اس طرح مصارف پیدائش میں اضافہ ہو جائے گا۔ معلوم ہوا کہ اصلاح اراضی کی بدولت جو لگان حاصل ہوتا ہے اس پر ٹیکس لگانا گویا اس اصل پر ٹیکس لگانا ہے جو زمین پر صرف کیا جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہو گا کہ کچھ لوگ اس طور پر اصل صرف کرنا چھوڑ دیں گے اس کی وجہ سے قیمتیں

چڑھ جائیں گی اور اس حد تک ٹکس خریداروں پر عائد ہوگا۔

یہی استدلال منافع کے اس حصے پر بھی منطبق ہو سکتا ہے جو لگان سے مضابہ ہوتا ہے۔ منافع کا یہ حصہ نتیجہ ہوتا ہے اعلیٰ درجے کی انتظامی مہارت کا جو ہر شخص میں مساوی طور پر نہیں پائی جاتی۔ اگر ٹکس منافع کے اس حصے پر عائد ہو جو آجر کی مخصوص انتظامی قابلیت کا نتیجہ ہے اور جس سے دوسرے آجر بالعموم محروم رہتے ہیں تو ایسی صورت میں وہ منتقل نہیں ہوگا لیکن جن آجروں کو اس قسم کا کوئی مخصوص منافع نہیں میسر ہوتا، اگر ٹکس کا اثر ان تک پہنچ جائے تو ممکن ہے کہ انھیں اپنا کاروبار ہی ترک کر دینا پڑے۔ لہذا منافع پر جو ٹکس لگائے جاتے ہیں، ان کا اثر مختلف آجروں پر مختلف ہوتا ہے اور بسا اوقات ان کا بار دوسرے طبقوں پر بھی منتقل ہو جاتا ہے۔ اگر محصول مکان عام طور پر جاری کر دیا جائے تو وہ اصل کی ایک خاص شکل پر ٹکس لگانا ہوگا اور مکانات کی رسید پر اس کا اثر پڑے گا۔ اگر مالک مکان اس کی کرایہ مکان کے ساتھ شامل کر دے یا کرایہ دار سے اس کو وصول کرے تو اس کی وجہ سے مکانات کی طلب گھٹے گی اور ان کی تعمیر پر اس کا برا اثر پڑے گا۔ اگر مکانات کی رسید ناکافی ہو تو لگان عارضی طور پر بڑھا دیا جاسکتا ہے یہاں تک کہ طلب در سدیں دوبارہ توازن قائم ہو جائے۔ جو ٹکس اصل کی خاص شکلوں پر لگائے جاتے ہیں، ان کا رجحان ہی یہ ہوتا ہے کہ لوگ ان شکلوں پر روپیہ خرچ کرنا کم کر دیتے ہیں اور بالآخر جب منافع اپنی معمولی حالت پر پہنچ جاتا ہے تو ٹکس کا بار خریداروں پر منتقل ہو جاتا ہے جیسا کہ ہم چائے اور تبا کوئی حالت میں دیکھ چکے ہیں۔ غرض مکانات بھی عام استعمال کی چیزیں ہیں لہذا ان پر جو ٹکس لگائے جاتے ہیں، وہ آخر میں چل کر زیادہ تر مکان استعمال کرنے والوں پر عائد ہوتے ہیں۔ اس قسم کے ٹکس کی ایک موزوں مثال انگلستان کا محصول تبا۔ منسلک ہے۔

جب کسی شخص کو وراثت میں کوئی جائیداد ملتی ہے تو اس پر ٹکس لگایا جاتا ہے۔ یہ ایک ایسا ٹکس ہے جو ایک خاص قسم کے اصل پر اس کی منتقلی کے وقت لگایا جاتا ہے۔ وہ منتقل نہیں ہو سکتا بلکہ نئے مالک جائیداد پر عائد ہوتا ہے۔ لیکن اگر اس کی وجہ سے پس اندازی میں تخفیف واقع ہو تو اصل پر اس کے بالواسطہ اثرات ضرور پڑتے ہیں۔

۱۱۹ شخصی جائیداد پر بھی ٹکس لگائے جاتے ہیں۔ اگر یہ جائیداد اصل پیداوار نہیں ہے تو یہ ٹکس دوسروں پر نہیں منتقل ہو سکتے ہیں۔ یہ وہ چیزیں ہیں جو مالک اپنی ذاتی لطف و مسرت کی خاطر استعمال کرتا ہے، مثلاً تصاویر، زیورات، گاڑیاں جو بغرض تفریح استعمال ہوتی ہیں اور اسی قسم کی بے شمار دوسری چیزیں جن کی خرید و فروخت پر سبابت کا کوئی اثر نہیں پڑتا اور نہ وہ بطور اصل کے استعمال کی جاتی ہیں۔ لہذا ان پر جس قدر ٹکس لگائے جاتے ہیں ان کا بار استعمال کرنے والوں پر ہی برقرار رہتا ہے۔ وہ ایک قسم کا محصولِ تعیش ہے جو زیادہ تر بطور ایک بلا واسطہ ٹکس کے لگایا جاتا ہے۔ بند و قوں، کتوں اور زرہ بکتر کے امتیازی نشانات پر جو محصول لگائے جاتے ہیں، وہ اس کی چند مثالیں ہیں جن چیزوں پر اس طرح ٹکس لگایا جاتا ہے، اس کا ایک بالواسطہ اثر بھی ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ اس کی بدولت ان چیزوں کی طلب کم ہو جاتی ہے اور متعلقہ صنعتوں کو ابتداء میں نقصان پہنچتا ہے۔ لیکن کچھ عرصے بعد جب معمولی حالات دوبارہ مستقل طور پر قائم ہو جاتے ہیں تو استعمال کرنے والوں کو بھی ٹکس ادا کرنا پڑتا ہے۔ ان ٹکسوں کا بار صرف ایک محدود طبقے پر عائد ہوتا ہے اور یہ لوگ بالعموم اس قسم کے ہوتے ہیں کہ انھیں اپنے آرام اور تعیش کے مقابلے میں ٹکس کی پینداں پر وا نہیں ہوتی۔ لہذا ان چیزوں کی طلب میں تخیل پذیری بہت کم ہوتی ہے۔ ان میں سے بعض چیزیں ایسی بھی ہوتی ہیں جو کاروباری اغراض کے لیے استعمال کی جاتی ہیں، مثلاً طبیعوں، ڈاکٹروں کی گاڑیاں۔ ایسی صورت میں وہ اصل کا ایک جز بن جاتی ہیں۔ ٹکس کی وجہ سے ان کی خدمات کے معاوضے پر برا اثر پڑتا ہے اور اس لیے آخر میں بالواسطہ طور پر ان خدمات کے حاصل کرنے والوں پر ٹکس کا اثر منتقل ہو جاتا ہے۔

املاک کے بعض خاص محصول مثلاً محصول زمین، جب پہلی مرتبہ عائد کیے جاتے ہیں تو ان کا بار مالک جائیداد پر پڑتا ہے جو شخص اس قسم کے املاک خریدے گا، ٹکس کی وجہ سے وہ نسبتاً کم قیمت ادا کرے گا۔ لہذا املاک کی مالیت گھٹنے سے فرونشده نقصان اٹھانا پڑے گا۔ اس کے بعد خواہ کتنی ہی مرتبہ جائیداد فروخت ہو، نہ فرونشده نقصان اٹھائے گا اور نہ خریدار کیونکہ ٹکس کے اثر سے جائیداد کی مالیت میں پہلے ہی تخفیف ہو چکی ہے۔

۱۹۰۹ء کے موازنے میں زمین پر محصول لگانے کے اصول اور طریقے، دونوں میں

چند اہم تبدیلیاں کی گئی ہیں۔ زمین کی مالیت کے محصول :- یہ محصول چار قسم کے ہیں اور ان کا مدار زمین کی اس مالیت پر ہے جو خاص موقع محل کی وجہ سے اس کو حاصل ہو جاتی ہے۔ ۳۰ اپریل ۱۹۰۹ء کو مختلف زمینوں کی مالیت کا اندازہ کر کے اسی کو معیار بنا لیا گیا ہے۔ اور آئندہ زرعی زمینوں کے علاوہ باقی جس قدر اراضی سے اضافہ غیر کمکتب حاصل ہوگا، ان سب پر اسی معیار کا اطلاق ہوگا۔

(۱۱) (الف)

(۱) محصول عام بحساب اضافہ قدر :- یہ محصول اس وقت واجب الادا ہوتا ہے جب مالک زمین فروخت کر کے یا جدید پٹے کے ذریعے سے جس کی مدت زائد از چودہ سال ہو، اضافہ قدر سے مستفید ہوتا ہے یا جب وہ مر جاتا ہے جہاں تک شخصیتوں کا تعلق ہے وہ تو کبھی مرتے نہیں، لہذا ان سے نہ صرف فروخت یا تجدید پٹے کے موقعوں پر یہ محصول وصول کیا جاتا ہے بلکہ ہر پندرہ سال بعد ان سے یہ محصول واجب الادا ہو جاتا ہے۔ ہر پانچ پونڈ کے اضافہ قدر پر ایک پونڈ محصول لگایا جاتا ہے اور وہ بذریعہ اسٹامپ ادا کیا جاتا ہے۔ مستثنیات :- (۱) زرعی زمین جس کی قدر محض زراعت کی وجہ سے ہو (ب) چھوٹے چھوٹے زرعی کھیت جن کی وسعت (۵۰) ایکڑ سے زائد نہ ہو، جن کو خود مالک زمین کاشت کرتا ہو اور جن کی قدر فی ایکڑ ۷ پونڈ سے زائد نہ ہو (ج) چھوٹے چھوٹے سکوتی مواقع جہاں خود ان کے مالک رہتے بستے ہوں، یا جو ۵۰ سال کے ٹھیکے پر دے دیے گئے ہوں بشرطیکہ ان کی سالانہ قدر اگر وہ لندن میں واقع ہوں تو ۴ پونڈ سے زائد نہ ہو، اگر دوسرے شہروں میں جن کی آبادی پچاس ہزار ہو واقع ہوں تو ۲ پونڈ سے زائد نہ ہو اور ان کے علاوہ دوسرے حالات میں ۱۶ پونڈ سے زائد نہ ہو۔

(۲) محصول بازگشت :- یہ محصول ٹھیکہ دینے والے کو اقساط پٹے کے موقع پر ادا کرنا پڑتا ہے۔ ہر ۱۰ پونڈ کے منافع پر وہ بہ شرح ایک پونڈ ادا کیا جاتا ہے۔ زرعی زمین اس ٹیکس کی ادائیگی سے مستثنیٰ ہے نیز ایسے پٹے جن کی مدت ۲۱ سال سے کم ہو، اور اس ٹیکس کی بازگشت جو تاریخ خرید سے ۴۰ سال کے اندر واقع ہوئی ہو

بشرطیکہ خریداری ۳۰ اپریل ۱۹۰۹ء کے قبل ہوئی ہو۔ معدنیات کے پٹے بھی اس محصول سے مستثنیٰ ہیں، نیز وہ الاوش جو موجودہ پٹوں کے اختتام مدت سے قبل تجدید ہونے پر ادا کیے جاتے ہیں۔

(۳) محصول زمین افتادہ :- جو زمین غیر زرمی ہو جس کی مالیت فی ایکڑ

۵۰ پونڈ سے زائد ہو جس پر نہ کوئی عمارت بنائی گئی ہو اور نہ جو کسی صنعت کے لیے استعمال کی جاتی ہو، ایسی زمین کے موقع محل کی مالیت پر یہ محصول لگایا جاتا ہے۔ محصول یا تو مالک زمین کو، یا اگر بنا پڑتا ہے یا پٹے دار کو۔ لیکن اس آخری صورت میں شرط یہ ہے کہ پٹے کی مدت پچاس سال ہو اور شرح کرایہ فی پونڈ نصف پیسہ سالانہ ہو یعنی اگر کسی زمین کے موقع محل کی مالیت ایک پونڈ ہے تو ہر سال اس سے نصف پیسہ بطور کرائے کے وصول کی جاتی ہو۔ موقع محل کی مالیت کا تین پانچویں سال زمین کی بازاری قیمت کا اندازہ کرنے کے بعد کیا جاتا ہے۔ زمین کی بازاری قیمت کا اندازہ کرنے میں ان عمارات کا لحاظ نہیں کیا جاتا جو اس پر تسمیر کی گئی ہوں جو اراضی عوام الناس کے استعمال کے لیے سیر و تفریح اور چمن بندی کی غرض سے مخصوص کر دی جائیں، وہ بھی اس ٹیکس کی ادائی سے مستثنیٰ ہیں۔ نیز ایسے چھوٹے چھوٹے قطعات جن کے موقع محل کی مالیت پانسو پونڈ سے کم ہو اور جن پر ان کے مالک خود قابض ہوں اور خود ہی ان کی کاشت بھی کرتے ہوں۔

(۴) محصول حقوق معدن :- جن لوگوں کو معدنیات نکالنے کے

حقوق حاصل ہوتے ہیں، انہیں معاوضے میں مالکان زمین کو کچھ لگان ادا کرنا پڑتا ہے۔ محصول بالا اسی قسم کے لگان پر عائد کیا جاتا ہے (پکینی مٹی، ریت، چاک، پونے کا پتھر اور سنگریزے اس سے مستثنیٰ ہیں) شرح محصول بحساب لگان پانچ فی صدی ہے اور بادشاہ کو ہر سال اس طور پر ادا کیا جاتا ہے گویا کہ وہ قرضہ نے مستثنیات :- وہ زمین جو مقامی حکام کی ملک ہو، وہ جو کسی کا ذخیرہ کے لیے استعمال کی جاتی ہو اور وہ جو ریلوں، نہروں، بندرگاہوں اور آب رسانی کی کمپنیوں یا اسی طرح کی دوسری قانونی کمپنیوں کے استعمال میں ہو، بشرطیکہ اس سے وہی کام لیا جاتا ہو جس کے لیے وہ مخصوص کر دی گئی ہے۔

ساتویں فصل

اعتبار عامہ۔ قومی قرضے

قرض عامہ اگرچہ جدید کی ایک اختراع ہے تاہم ترقی یافتہ اقوام میں وہ اس قدر عام اور اس کی مقدار اس قدر کثیر ہو گئی ہے کہ اب لوگ اسے ترقی تہذیب کی ایک نشانی سمجھنے لگے ہیں۔ یورپ کے قدیم ممالک، نئی دنیا کی نو عمر جمہوری حکومتیں، برطانوی نوآبادیات اور ہندوستان، ان سبھوں نے اپنے اوپر اس قسم کی ذمہ داریوں کو عائد کر لیا ہے۔ قرض عامہ کا طریق نتیجہ ہے گزشتہ دو صدی کی معاشی ترقیات اور زر کے طریقوں کا کاروبار میں اعمتبار کا روز افزوں استعمال، بینک کا طریق، صنعت و حرفت اور تجارت کو اعلیٰ پیمانے پر چلانے کے لیے مشترک سرمایہ دار کپنیوں کے ذریعے اصل کی چھوٹی چھوٹی مقداروں سے استفادہ، عام لوگوں کی پس انداز شدہ رقموں کو جمع کر کے ان سے کام لینے کی بے شمار سہولتیں، ان سب کے مجموعی اثر سے قرض کے لین دین کی ایک ایسی مشین قائم ہو گئی ہے جو ملک کی معاشی حالت کے لیے نہایت اہم ہے۔ اعلیٰ درجے کا تنظیم یافتہ نظام بینک، زر کا بازار اور صرافہ، ان سب کا ساتھ ساتھ نشوونما ہوا ہے اور ان کی بدولت تقریباً ہر طبقہ قرضے اور شغل اصل کے کاروبار سے آشنا ہو گیا ہے۔ ایسی صورت میں یہ ایک ناگزیر بات تھی کہ اخراجات عامہ پر بھی اس مشین اور ان طریقوں کا اطلاق کیا جائے۔ چنانچہ برسی قومیں اور چھوٹی ریاستیں نوآبادیات، بلدیات اور شخصیتیں، سب کے سب قرض گروں کے زمرے میں داخل ہو گئے اور اب تو حالت یہ ہو گئی ہے کہ کوئی غیر معمولی کام قرضہ عامہ کے

توسط بغیر چل ہی نہیں سکتا۔

نگس کی طرح قرض عامہ بھی دو شعبوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے :- ایک شاہی و دوسرے مقامی۔ مرکزی اور مقامی دونوں قسم کی حکومتیں اپنے اپنے کاروبار کے لیے قرضہ لیتی ہیں۔ اور صرف ان میں جو تمسکات فروخت ہوتے ہیں ان کا فی صدی بہت بڑا حصہ مرکزی حکومتوں اور شخصوں کے تمسکات پر مشتمل ہوتا ہے۔ اسلئے ان میں تمام دنیا کے قومی قرضوں کا تخمینہ سات ارب اسی کروڑ پونڈ سے بھی زائد کیا گیا تھا۔ اس میں فرانس کا قرضہ بقدر ایک ہزار پندرہ ملین پونڈ تھا، برطانیہ عظمیٰ کا قرضہ مارچ ۱۹۱۳ء میں بقدر ۲۹۰۷۶۹ پونڈ تھا، ریاستہائے متحدہ امریکہ کے قرضے کی مقدار دوسو بارہ ملین پونڈ ہے۔ جرمنی کا قرضہ دوسو پچاس ملین پونڈ، روس کا زائد از نو سو پینتالیس ملین پونڈ ہے۔ آسٹریلیا نے بقدر ۱۰۷۱ ملین پونڈ، نیوزی لینڈ نے بقدر ۸ کروڑ ۴ لاکھ پونڈ، کناڈا نے ۶۸ ملین پونڈ، ہندوستان نے ۳۰ ملین پونڈ قرضے حاصل کیے ہیں۔

برطانیہ عظمیٰ میں مقامی قرضوں میں بھی بہ سرعت اضافہ ہو رہا ہے۔ دارالسلطنت (مجلس مصلح اور مختلف مقامی حکومتوں) نے ۱۹۱۱ء میں ۳۰-۱۲۲۰ پونڈ قرض لیے تھے۔ اور انگلستان اور ویلز کی جملہ مقامی حکومتوں کے مجموعی قرضوں کی مقدار سال مذکور کے اختتام پر ۵۶۲۶۳۰۰۴ پونڈ تھی۔

قدیم زمانے میں ہر ملک کچھ نہ کچھ سیم زر پس انداز کرتی تھی تاکہ وقت ضرورت کام آسکے۔ قرون وسطیٰ میں دلفینوں کا طریق عام طور پر رائج تھا۔ بلکہ بعض قومیں (مثلاً روس اور جرمنی) تو اب بھی اس طریقے پر عمل پیرا ہوتی ہیں اور سونے چاندی کی انٹیں اور سکہ جمع کرتی ہیں۔ طریق اعتبار کے نشوونما سے پہلے انھی اندوختوں سے جنگ نے مصارف پورے ہوتے تھے، انھی پر قوم کے استحکام کا انحصار ہوتا تھا اور انھی کے ذریعہ ہر قوم اپنی محافظت کرتی اور اپنے دشمنوں پر حملہ آور ہوتی تھی۔ انگلستان کے قدیم بادشاہ یہودیوں، لہا رڈوں اور دوسرے غیر ملکی بنک داروں سے غائبی طور پر قرض حاصل کرتے تھے یا جب کبھی کوئی فوری اور شدید ضرورت لاحق ہوتی تو اس کو بوجہ ادا کرنے کے لیے رعایا سے بہر قرض وصول کرتے تھے ہنری ہفتم نے بہت کچھ دولت بطور اندوختہ

جمع کی تھی، لیکن اس کا لڑکا بہت فضول خرچ نکلا اور اس نے وہ تمام دولت لٹا دی۔
خاندان اسٹوارٹ کے بادشاہ سناروں اور بینک داروں سے قرض لیا کرتے تھے
لیکن جب چارلس ثانی نے اپنے قرضوں کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تو شاہی اعتبار
بالکل برباد ہو گیا اور برطانوی بادشاہوں کی قرض گیری کا سلسلہ بالکل منقطع ہو گیا۔
اس کے بعد ہالینڈ کی تقلید کر کے حکومت کے اعتبار پر قرض نکالنے کا طریقہ اختیار
لیا گیا۔ چنانچہ انقلاب انگلستان کے بعد ہی فوراً اس طریقے کا آغاز ہوا۔

اند وختہ جمع کرنے کا طریق متعدد بددستوں کا تابع ہے اور اس کی خرابیاں
بالکل بدیہی ہیں۔ زمانہ امن میں یہ تمام ذخیرے غیر پیدا آور حالت میں بیکار پڑے
رہتے ہیں اور ان کی حفاظت مصارف کثیر کا باعث ہوتی ہے۔ اور جب ان کے
استعمال کا موقع آپہنچتا ہے تو وہ بہت جلد ختم ہو جاتے ہیں۔ ایک ایسی چیز جو مصارف کثیر
کے بعد میسر ہوتی ہے اس طریق کی بدولت ملک و قوم کی خدمت انجام دینے سے
باز رکھی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ زر کی قدر بڑھ جانے سے قیمتوں پر بھی برا اثر پڑتا ہے۔
دوسرے یہ کہ جب اس قسم کے ذخیرے ایک مقام پر جمع رہتے ہیں تو دشمن کو جوید
ترغیب ہوتی ہے کہ انھیں حاصل کر لے اور ان کی مدد سے کامیابی کے ساتھ اپنے
فریق کا مقابلہ کرے۔ عظیم معاشیات نے واضح کر دیا ہے کہ زر کے لیے بہترین بات
یہ ہے کہ وہ ہمیشہ عوام الناس کے صرف میں آتا اور استعمال ہوتا رہے۔ یہی وہ
طریقہ ہے جس کی بدولت اس میں مزید اضافہ ہو سکتا ہے۔ اگر حکومت کو ضرورت
ہو تو وہ اس کو ٹکس یا قرضے کی شکل میں رعایا سے نکال کر سکتی ہے۔ اسی اثناء میں اس
دولت سے ملک کے اندر پیدا آور کاروبار چلانے میں مدد ملی جاسکتی ہے۔ ملک میں
جس قدر کثرت کے ساتھ اس قسم کے کاروبار جاری ہوں گے اسی قدر ہال ملک کی
دولت مند ہی میں اضافہ ہو گا اور وہ اس قابل ہوں گے کہ وقت ضرورت سرکاری
اخراجات کے لیے بہ آسانی کثیر مقدار میں قرضہ فراہم کر سکیں۔ ظاہر ہے کہ
منظومات خالص اند وختہ کرنے سے یہ فوائد نہیں حاصل ہو سکتے۔ کسی قوم کی
حقیقی قوت کا اندازہ کرنے کے لیے حکومت کے ذخائر و زر کو نہیں دیکھنا چاہیئے
بلکہ یہ معلوم کرنا چاہیئے کہ افراد قوم میں ٹکس ادا کرنے اور قرضہ فراہم کرنے کی کس حد تک

استقامت موجود ہے۔ یہ الفاظ دیگر صحیح قوت میں ہیں۔ رعایا کی آمدنی اور رعایا کی دولت پر۔ اور اس کی ترقی کی بہترین صورت یہ ہے کہ اس کو خود رسایا کی ذاتی جدوجہد پر چھوڑ دیا جائے نہ کہ حکومت ذخیرے جمع کرنے کی کوشش کرے۔

صنعت و حرفت کی غیر معمولی توسیع زمانہ موجودہ کی ایک اہم خصوصیت ہے۔ اسی توسیع کی بدولت متعدد حالات ایسے پیدا ہو گئے ہیں جو طریقہ قرض گیری کے نشوونما اور قومی قرضوں کے اضافے کا باعث ہوئے ہیں۔ اس قسم کے قرضے قوم کی دولت اور صنعت پر گویا ایک طرح کا رہن ہیں جس کی نہایت میں ملک کے ٹکس اور اس کی آئندہ آمدنی شامل ہے۔ بعض اوقات ان قرضوں کے سود کی ادائیگی کے لیے خاص خاص ٹکس علیحدہ کر دیے جاتے ہیں۔ اور بعض اوقات ملک کی عام آمدنی پر اس سود کا بار رہتا ہے۔

قومی ترغی نہ زیادہ تر جنگوں کا نتیجہ ہیں اور ہر بڑی جنگ کی بدولت ان میں ضرور کچھ نہ کچھ اضافہ ہوا ہے۔ برطانوی قرضے کی تاریخ سے اس واقعے کی ایک اچھی مثال دستیاب ہوتی ہے۔ ۱۶۸۹ء کے انقلاب سے ایک ملین پونڈ قرضہ عارضی کے ساتھ اس کی ابتدا ہوئی۔ فرانس کے ساتھ جنگ جاری رکھنے کے لیے سرمائے کی جو ضرورت لاحق ہوئی تو ۱۶۹۴ء میں بارہ لاکھ پونڈ کے انسل سے انگلستان بینک کی بنیاد ڈالی گئی اور یہ رقم حکومت کو ۸ فی صدی شرح سود پر قرض دے دی گئی۔ چند سال بعد پارلیمنٹ ثانی کا انکار شدہ قرضہ دوبارہ تسلیم کر لیا گیا اور اس کی مقدار ۲۶۴۲۶ پونڈ یعنی اصلی رقم کی نصف بمقرر کی گئی اور اس رقم کی ادائیگی حکومت کے ذمے قرار پائی۔ جنگ کی وجہ سے رقم کے مزید مطالبات جاری رہے اور قرضے میں برابر اضافہ ہوتا گیا حتیٰ کہ ۱۶۹۷ء میں صلح رسویک کے موقع پر اس کی مقدار ۱۵۰۰۰۰ پونڈ تک پہنچ چکی تھی۔

۱۶۹۸ء میں ۱۶۴۰۰۰ پونڈ تک گئی۔

۱۷۰۱ء میں ۱۶۴۰۰۰ پونڈ تک گئی۔

۱۷۰۳ء میں ۱۶۴۰۰۰ پونڈ تک گئی۔

۱۷۰۵ء میں ۱۶۴۰۰۰ پونڈ تک گئی۔

۱۷۰۷ء میں ۱۶۴۰۰۰ پونڈ تک گئی۔

۱۸۰۲ء میں صلح وینس کے موقع پر جبکہ فرانس کے ساتھ جنگ ملتوی ہو گئی تھی قرضہ بہ قدر ۳۷۵۰۰۰ پونڈ تھا۔

۱۸۰۶ء میں جنگ وائٹ کو کے بعد صلح پیرس کے وقت ملازمی اور عارضی دونوں قرضوں کی مقدار ۸۰۶۰۰۰ پونڈ تھی۔

۱۸۱۵ء میں جنگ کریسیا سے قبل قرضے کی مقدار گھٹ کر ۸۰۸۰۰۰ پونڈ ہو گئی تھی۔

۱۸۱۵ء میں جنگ کریسیا اور غنہ واپسی کے بعد اس کی مقدار ۸۳۸۹۱۸۰۰۰ پونڈ تک بڑھ گئی۔

۱۸۱۹ء میں وہ گھٹ کر ۶۲۷۵۶۲۰۰۰ پونڈ ہو گئی۔

۱۹۰۳ء میں جنگ جنوبی افریقہ کے بعد اس میں پھر اضافہ ہوا اور وہ ۷۶۲۸۷۷۰۰۰ پونڈ تک پہنچ گئی۔

۱۹۱۴ء کو پہلے عالمی جنگوں اور عثمانی مالیاتوں کی ذمہ داری کو ملا کر ۱۹۱۰ء ۵۰۷۵۰۰۰ پونڈ قرضہ تھا۔

۱۹۱۴ء کو مجموعی قرضہ ۶۲۹۷۷۰۰۰ پونڈ تھا۔

فرانس کے قرضے کی مقدار ایک صدی کے اندر ۹۶۹۷۷۰۰۰ پونڈ تک

پہنچ گئی جس کا تین چوتھائی حصہ صرف جنگ کا نتیجہ ہے۔ رقبہ بیاتین سو ملین پونڈ سرکاری

سرمایہ (فرانس کی ریونیو میں لگا ہے) ایک جنگ فرانس و جرمنی ہی کی بدولت قرضے کی مقدار میں

بہت زیادہ اضافہ ہو گیا۔ غرض دنیا کے موجودہ قرضوں میں اسی قرضے کا

نمبر سب سے بڑھا ہوا ہے اور اس کی بدولت سالانہ ۳۸۳۵۰۰۰ پونڈ محض سود کی

ادائیگی دینی پڑتی ہے۔ اس کے برعکس ہندوستان، اسٹریلیا اور کناڈا کے

قرضے زیادہ تر پیداوار اور اخراجات کے لیے حاصل کیے گئے ہیں اور وہ ان ممالک کے لیے

نفع بخش ثابت ہوتے ہیں بشرطیکہ وہ مناسب طریقے پر صرف کیے جائیں جبرینی کا

قرضہ جی زیادہ تر پیداوار ہی ہے اور اس کا مصروف بڑی بڑی ریونیو اور دوسرے اعلیٰ عامہ کی

شکل میں نظر آتا ہے۔ شخصوں کے قرضے اکثر کارہائے عامہ یا سرکاری کاروبار کی غرض سے

حاصل کیے جاتے ہیں جن میں سے بعض سے آمدنی حاصل ہوتی ہے۔

قرضے یا تو جبری ہوتے ہیں یا اختیاری۔ جبری قرضے گویا ایک قسم کے ٹیکس ہیں

جو ایک محدود جماعت سے وصول کیے جاتے ہیں اور جن کی ادائیگی اس جماعت پر

لازم ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے وہ بنی برائتات نہیں ہو سکتے۔ بعض قدیم

انگریز بادشاہوں کے طریقوں پر نظر ڈالنے سے ہمیں اس قسم کے قرضوں کی

بہت سی مثالیں دستیاب ہوتی ہیں۔ انگلستان میں خاندان اسٹوارٹ کے

بادشاہوں تک بھی یہ طریقہ جاری تھا۔ ۱۷۹۳ء میں فرانس نے بھی چند مالی تجاویز

اختیار کیں جنہیں جبہ قرضوں میں شمار کرنا مناسب ہے بعض اوقات ذرا ہی سرمایہ کے لیے حکومتیں اپنی رعایا کے حب الوطنی کے جذبات کو برا بیگفتہ کرتی ہیں چنانچہ فرانس نے ۱۸۲۸ء میں اور جرمنی نے ۱۸۷۸ء میں اسی ترکیب پر عمل کیا۔ لیکن اس قسم کی تجاوز زیادہ کامیاب نہیں ہو سکتیں اور عوام سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ حکومت کی زیادہ پر صبر و بردباری کا کافی سرمایہ فراہم کر دیں گے موجودہ زمانے میں جبہ قرضوں کی ایک نئی شکل نمودار ہوئی ہے جو ہر حکومت کسی قوی مصیبت کے وقت اختیار کرتی ہے۔ ظاہر ہے کہ ان موقعوں پر حکومت کی ضروریات نہایت شدید اور اہم ہوتی ہیں نیکس لنگار یا قرضہ لے کر سرمایہ فراہم کرنے میں عموماً بہت دیر لگتی ہے اور پھر بھی یہ یقین نہیں ہوتا کہ حسب ضرورت رقم حاصل ہو جائے گی۔ لہذا حکومت اپنی ضروریات پورا کرنے کے لیے غیر بدل پذیر زر کا غدی کثیر مقدار میں بنا رہی کر دیتی ہے۔ چنانچہ برطانیہ عظمیٰ نے ۱۸۷۹ء سے لے کر ۱۸۸۲ء تک اس ترکیب سے سرمایہ فراہم کیا تھا۔ فرانس میں انقلاب عظیم کے موقع پر یہی صورت اختیار کی گئی تھی اور ریاستہائے متحدہ امریکہ میں خانہ جنگی کے زمانے میں اسی تجویز پر عمل درآمد کیا گیا تھا۔ نتیجہ اس کا یہ ہوتا ہے کہ حکومت کو تو اجرائی زر کا غدی کے ہر مقدار ایک بلا سودی قرضہ حاصل ہو جاتا ہے لیکن قوم کو گراں قیمتوں کی شکل میں جو اضافہ مقدار زر کا لازمی نتیجہ ہے سخت معاشی نقصان برداشت کرنا پڑتا ہے۔ قیمتوں میں ایک عام تغیر اور تجارت خارجہ میں سخت مزاحمت واقع ہوتی ہے اور قرضداری کو پورا کرنے کے لیے سونا ملک سے باہر چلا جاتا ہے۔ لیکن غیر بدل پذیر کا غدی کی اجرائی نہیں ختم نہیں ہوتی بلکہ وہ مزید اجرائیوں کا باعث ہوتی ہے۔ اس طرح زر کی مقدار حد متناسب سے تجاوز کر جاتی ہے اور اس کی قدر میں فوراً تخفیف ہو جاتی ہے اور ہر اضافے کے ساتھ یہ تخفیف اور بھی زیادہ ہو جاتی ہے۔ قوم کے لیے بحیثیت مجموعی یہ ایک سخت بد قسمتی کی بات ہے کیونکہ اس حالت میں کل قوم کا اعتبار متزلزل ہو جاتا ہے تجارت قمار بازی کی شکل اختیار کر لیتی ہے، تجارتی بھران نمودار ہوتا ہے اور ملک کی مالی حالت اور تجارت میں سخت انحطاط پیدا ہوتا ہے۔ قرض دینے والے طبقوں کو خواہ مخواہ نقصان اٹھانا پڑتا ہے اور جہاں تک حکومت کا تعلق ہے اس کے تمام کس اتارے ہوئے

زیر کاغذی کی شکل میں وصول ہوتے ہیں۔ لیکن جب قرض کی ادائیگی کا وقت آپہنچتا ہے تو حکومت کو زیر کاغذی کے معاوضے میں اس کی پوری مالیت جو ناصبیہ پر تحریر ہوتی ہے ادا کرنا پڑتی ہے اور اگر حکومت اس نقصان سے بچنے کی کوشش کرے تو اس کے اعتبار اور آئندہ قرضہ حاصل کرنے کی قابلیت کو سخت صدمہ پہنچنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ غرض معاشی حیثیت سے یہ ایک سخت تباہ کن طریقہ ہے کہ متواتر اسامیہ فائدہ حاصل کرنے کے لیے بڑے بڑے مالی ہمنستی اور معاشرتی خطرات کا سامنا کیا جائے۔ تاہم یہ ایک واقعہ ہے کہ اکثر بڑی بڑی سلطنتوں نے قومی مصیبتوں کے وقت زیر کاغذی کی اجرائی سے مدد لی ہے۔

اختیار ہی قرضوں کی متعدد قسمیں ہیں۔

(۱) قرضہ مدامی۔ یہ قرضہ عامہ کی وہ شکل ہے جس میں حکومت سالانہ سود کی ادائیگی کی تو ذمہ دار ہوتی ہے لیکن یہ وعدہ نہیں کرتی کہ کسی مدت معینہ کے اندر اصل بچا ادا کر دے گی۔ گویا اس کی شکل دراصل ایک مدامی سالانہ کی سی ہو جاتی ہے۔ قرض خواہوں کو یہ اختیار ہوتا ہے کہ وہ صرفے کے توسط سے اپنے حصے فروخت کر دیں اور حالات حاضرہ کے لحاظ سے بازار میں ان کی جو کچھ قیمت ملے وصول کر لیں۔ دوسری طرف حکومت کو بھی یہ حق حاصل ہوتا ہے کہ قرض خواہوں کو رقم واپس کر کے سبکدوشی حاصل کر لے بشرطیکہ اس نے یہ وعدہ نہ کیا ہو کہ ایک خاص مدت معینہ سے پیشتر رقم مقروضہ واپس نہ کرے گی یا جی کبھی خزانے میں گنجائش نکل آئے تو کھلے بازار میں اپنے تسکات خرید کر مقدار قرضہ میں تخفیف کرتی جانے اور اس طرح پورے طور پر سبکدوش ہو جانے۔ قرضہ عامہ کی یہی سب سے سہل ترین صورت ہے اور برطانیہ عظمیٰ کے بڑے بڑے قرضے اب اسی طرح حاصل کیے جاتے ہیں۔ یہ قرضے اسی لیے مدامی کہلاتے ہیں کہ ملک کی آمدنی پر ان کے سود کا ہر مدامی ہوتا ہے۔ انگریزی قرضے کا ایک اور اصطلاحی نام "کاسل" ہے جو لفظ consolidate سے مشتق ہے اور اس کے معنی ہیں یکجا کرنا یا اکٹھا کرنا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ متعدد انگریزی قرضے جو مختلف شرحوں پر حاصل کیے گئے تھے، سلسلہ میں ایک دوسرے کے ساتھ ضم کر دیے گئے اور

ان سب کی ایک ہی شرت یعنی ۳ فی صدی مقرر کی گئی۔ اس کے بعد بھی کئی مرتبہ مختلف قرضوں کو یکجا کر کے اسی طرح ان سب کو ایک ہی شکل میں بدل دیا گیا۔

۱۹۱۵ء میں برطانیہ کے مدامی قرضے کی مقدار ۷۸۷۲۔۷۸۷۶ پونڈ تھی۔

مدامی قرضے کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اہل ملک کو اپنی ذمہ داریوں سے آگاہی ہوتی ہے، وہ پابندی کے ساتھ سود ادا کرنے کا مناسب انتظام کر سکتے ہیں اور قرضے کی مقدار میں تخفیف کرنے اور اس سے بتدریج سبکدوشی حاصل کرنے کے لیے خاص خاص تجاویز اختیار کر سکتے ہیں۔

قرضہ عارضی۔ اس میں وہ تمام قرضے شامل ہوتے ہیں جو وقتی اغراض کے لیے حاصل کیے جاتے اور معینہ تاریخوں پر واجب الادا ہوتے ہیں۔ ان قرضوں کا مقصد اصلی یہ ہے کہ خزانہ سرکاری کو اپنی ضروریات پورا کرنے میں سہولت ہو اور ملکوں کے ذریعے سے سرمایہ جمع ہونے تک انتظار نہ کرنا پڑے۔ ان ضروریات کے لاحق ہونے کی وجہ یہ ہے کہ سرکار کو مختلف قسم کے خدمات حاصل کرنے پڑتے ہیں، سرکاری اغراض کے لیے طرح طرح کا سامان خریدنا پڑتا ہے اور بسا اوقات مقامی حکومتوں کو قرضے عطا کرنے کی ضرورت لاحق ہوتی ہے۔

بعض اوقات ان کے توسط سے سرکار کو اپنے محصل وقت مقررہ سے پہلے وصول ہو جاتے ہیں۔ عارضی قرضہ بالعموم خزانے کی ہنڈیوں کی شکل میں حاصل کیا جاتا ہے۔ عام طور پر ان کی مدت بہت قلیل یعنی تین، چھ، بارہ ماہ یا بعض اوقات اس سے بھی کچھ زیادہ ہوتی ہے۔ شرح سود غیر معین اور بالعموم ادنیٰ ہوتی ہے۔ ۱۹۱۴ء کو تیرہ لاکھ پونڈ کی خزانے کی ہنڈیاں نافذ تھیں۔ اس قسم کی ہنڈیوں کی طلب بہت زیادہ ہوتی ہے کیونکہ جو اصلدار اپنا سرمایہ عند الطلب رکھنا چاہیں ان کے لیے وہ باعث سہولت ہیں۔ وہ قابل بیع و شریعت ہوتی ہیں۔ ہر شخص انہیں پیش کر کے رقم حاصل کر سکتا ہے۔ دوسرے کے ہاتھ منتقل کرنے کے لیے کوئی باضابطہ کارروائی کی ضرورت نہیں بلکہ محض اس کے حوالے کر دینا کافی ہے۔ حتیٰ کہ وہ ادائیگیں میں بھی پیش کی جاسکتی ہیں۔ یہ ایک سلسلہ اصول ہے کہ عارضی قرضے کی مقدار حتیٰ الوسع کم سے کم ہو۔ اور اگر ایسے

حالات پیدا ہو جائیں جن کی بدولت اس کی عارضی نوعیت باقی نہ رہے تو ضروری ہے کہ اس کا کچھ حصہ مدامی قرضے سے بدل دیا جائے بعض اوقات ایسی ضروریات پیش آتی ہیں کہ عارضی قرضہ غیر معمولی طور پر بڑھ جاتا ہے اور اس کی مدت میں توسیع کرنا ضروری نہ ہوتا ہے مثلاً جنگِ فرانس و جرمنی کے موقع پر اس قسم کی ضرورت پیش آئی تھی۔ نیز ۱۸۸۹ء میں جبکہ برطانوی کانسٹنٹنل مخصوص طور پر تبدیل کیے گئے تھے۔ عارضی قرضہ تسکِ خزانہ کی شکل میں بھی حاصل کیا جاتا ہے۔ یہ تسکات اس وقت جاری کیے جاتے ہیں جبکہ کسی خاص خدمت کی انجام دہی کے لیے حکومت کو سرمائے کی ضرورت لاحق ہوتی ہے۔ ان کی شرح سود اور مدت واپسی دونوں معین ہوتے ہیں۔ ۳۱ مارچ ۱۹۱۴ء کو اس قسم کے تسکات کی مقدار ۲ کروڑ پانچ لاکھ پونڈ تھی جو ۱۹۱۵ء میں واجب الادا تھے۔ مسٹر گلڈسٹون نے ۱۹۱۵ء میں اس قسم کے تسکات پہلی مرتبہ جاری کیے تھے۔

اختتام پذیر سالیاں۔ ایک طرح کا ذخیرہ ادائیگی میں جس کا مقصد یہ ہے کہ مدامی قرضے کو عارضی قرضے کی شکل میں بدل دیا جائے۔ مدامی قرضے کا کچھ حصہ سربستہ مالیت کی شکل میں تبدیل کر دیا جاتا ہے اور اس طرح ایک مدت معین کے اندر اصل اور سود دونوں خود بخود ادا ہو جاتے ہیں۔ ۱۹۱۴ء کے تخمینے کے مطابق برطانیہ کے اختتام پذیر سالیانوں کی سربستہ مالیت ۲۹۵۵۲۱۹ پونڈ تھی۔ ان سالیانوں کا ایک بڑا حصہ ڈاک خانے والے سیونگ بینک اور چانٹری کے سرمایوں پر مشتمل ہے۔ کسٹرن قرضہ قومی نے ان سرمایوں سے کانسٹنٹنل خرید لیے اور بعد ازاں انھیں اختتام پذیر سالیانوں کی شکل میں تبدیل کر دیا جو تقریباً بیس سال کی مدت میں ختم ہو جاتے ہیں۔ سیونگ بینک اور چانٹری کی جائیدادوں کو اب جو رقمیں ہر سال ادا کی جاتی ہیں وہ دو اجزا پر مشتمل ہوتی ہیں۔ ایک تسکات کا سود دوسرے اصل کی کچھ مقدار جو اس طرح معین کی جاتی ہے کہ سالیانے کی مدت ختم ہونے تک وہ کاروبار میں مشغول ہو ہو کر اصلی تسک کے مساوی ہو جاتی ہے۔

۱۲۸

رعایا پر بحیثیت مجموعی ان سالیانوں کا یہ اثر پڑتا ہے کہ جب تک وہ

جاری رہتے ہیں، انہیں زیادہ ٹکس ادا کرنا پڑتا ہے اور جب ان کی مدت ختم ہو جاتی ہے تو قومی قرضے کا ایک بڑا حصہ وقت واحد میں مٹ جاتا ہے۔ ۱۸۸۹ء میں مسٹر کلید سٹون نے اختتام پذیر سالوں کے اصول کو قلمی طور پر اختیار کیا۔ ۱۸۸۹ء میں اس کی تجدید کی گئی اور اب تو وہ تخفیف قرضہ کا ایک مسلمہ طریقہ سمجھا جاتا ہے۔

سرکاری قرضے یا تو اندرونی ہوتے ہیں، یعنی باشندگان ملک خود ہی تمام و کمال انہیں مہیا کر دیتے ہیں یا بیرونی، یعنی وہ کلیتہً کسی نہ کسی غیر ملک سے حاصل کیے جاتے ہیں، یا وہ نہ محض اندرونی ہوتے ہیں نہ بیرونی بلکہ اہل ملک اور اغیار دونوں ان کی فراہمی میں ساتھ ساتھ شریک ہوتے ہیں۔ جہاں تک برطانوی قرضے کا تعلق ہے وہ زیادہ تر اندرونی ہے۔ سرکاری قرضوں فی دو سوڑیں ہو سکتی ہیں :- (۱) ایک تو یہ کہ جو اندوختہ صنعت و حرفت کے کام نہیں آ رہے ہیں وہ اس قرضے کی فراہمی میں کام آئیں اور اس طرح جو دولت ملک کے اندر یا باہر کسی نہ کسی تخمینہ کار و بار میں صرف ہوتی، اس سے حکومت کے اخراجات کے لیے استفادہ کیا جائے۔ ایسی صورت میں سرکاری قرضوں کی بدولت اس اصل میں کمی نہ ہونے پائے گی، جو ملک کی صنعتوں کے کام آ رہا ہے (۲) دوسری صورت یہ ہے کہ جو دولت اب تک خائنی طور پر پیدا اور کار و بار میں لگائی جا رہی تھی، وہ سرکاری قرضوں کی فراہمی میں لگ جائے۔ ایسی صورت میں اگر سرکاری خسرج پیدا اور اخراجات کے لیے نہ ہو تو ملک کے صنعتی اصل میں لازمی تخفیف ہوگی۔

۱۴۵

جن صورتوں میں سرکاری قرضے کی بدولت ملک کے وسائل پر بجا بار پڑنے کا قریب ہو وہاں بیرون ملک سے قرضہ حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ غریب ملک اور نو عمر نوآبادیات، دولت مند ممالک سے قرضہ حاصل کرتے اور ان کے زائد از ضرورت اندوختوں سے مستفید ہوتے ہیں۔ اگر قرض لینے والا ملک ان اندوختوں کو ایسے کار و بار میں لگانے جن کی بدولت اس کے وسائل میں ترقی ہو تو اس حالت میں قرضے کی بدولت دنیا کے مجموعی اصل میں اضافہ ہوگا۔ گواس پر سود ادا کرنا پڑے گا لیکن بہ مقابل منافع کے وہ بہت قلیل ہوگا۔ غرض قرضے کی

رقموں کو معاشی کاروبار میں لگانے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ایک طرف تو قرض لینے والے ملک کی ترقی اور نشوونما میں مدد ملے گی اور دوسری طرف قرض دینے والا ملک بھی سود حاصل کر کے زیادہ دولت مند بن جائے گا۔ مزید برآں اس کی بدولت بین الاقوامی تجارت میں توسیع ہوگی اور اس توسیع سے قرض گیر اور قرض دہندہ دونوں ملک مستفید ہوں گے۔ ہندوستان اور آسٹریلیا کے صنعتی نشوونما میں برطانوی اصل سے بہت بڑی مدد ملی ہے ان ملکوں نے جس قدر معاشی ترقی کی ہے، وہ اس بات کا پتہ ہی ثبوت ہے کہ کیونکر بیرونی قرضوں کے نتائج قرض گیر اور قرض دہندہ دونوں ملکوں کے حق میں نفع بخش ہوتے ہیں۔

برطانوی نوآبادیات کے قرضے زیادہ تر پیداوار اور اغراض کے لیے حاصل کیے گئے ہیں۔ ان کی ۷۰ فی صد کس، ریشم، پنبہ، گنا، اور نئے آب پاشی اور متعینہ ۷۰ فی صد پیداوار کے لیے عامہ اقامہ دیتے گئے ہیں۔ اس طرح ان ممالک کی رفتار ترقی تیز ہو گئی اور بہت جلد تہذیب و تمدن کے ایک اعلیٰ درجے پر پہنچ گئے۔ باوجود اس کے یہ بات ذہن نہیں کر لینی چاہیے کہ ان قرض حاصل کرنا بہت آسان ہو جانے والا اس کی ۷۰ فی صد وقت کی مطلق کوئی پابندی نہ ہے تو اندیشہ ہے کہ بعض ملکوں میں افعال نازیباں پیدا ہو جائیں۔ اور ایسی تجارتی دیر پر یہ نتیجہ بھی نکلا کہ اس وقت ثابت ہوئی ہے کہ قرض لینے والے ملکوں میں قرض لینے والے ملکوں میں اس طرح جلد ترقی کرنے میں جو سرمایہ ہے آپ کو بیماری بھاری لمسوں کے بوجھ سے نالیا ہے اور بہت سی نئی نئی جوہری صنعتیں اس طرح مل کی بدولت دیوالیہ اور ادائی قرضہ سے انکار کرنے پر مجبور ہو گئیں۔ اس لیے جس سے ان کا قومی اعتبار تباہ ہو گیا اور ان کی خوش حالی میں ایک زبردست رکاوٹ پیدا ہو گئی۔

قومی قرض کی یہ سی کے مناسب و نامناسب جوئے کے متعلق کوئی عام اصول نہیں بنائے جاسکتے۔ اس سلسلے کا مدار تو ہر ملک کے مخصوص حالات پر ہوتا ہے۔ ہر ملک قرض حاصل کرنے کا کوئی خاص طریقہ اختیار کرتا ہے اور ادائی قرض کی کوئی مخصوص صورت تجویز کرتا ہے۔ کوئی ایک طریقہ اور کوئی ایک تجویز تمام ممالک کے لیے یکساں مفید نہیں ہو سکتی۔

قرض گیر ہی کی مخالفت میں یہ دلیل پیش کی جاتی ہے کہ اگر قرض حاصل کیا جائے تو جو سود بہہ تو جنگ کے مصارف محدود ہو جائیں گے اور رعایا میں ادائیگی کس کی اس قدر استطاعت ہوتی ہے اس سے نہیں نہ سنے پاتے۔ لوگ فوراً جنگ کرنے پر مستعد نہیں ہو سکتے اور اگر جنگ چھڑ جائے تو اس کو بہت عرصے تک نہیں جاری رکھ سکتے۔ برخلاف اس کے جب قرض گیری کی سیدھی سادی ترکیب موجود ہوتی ہے تو بار بار زیادہ تر آئندہ آنے والی نسلوں پر پڑتا ہے تو پھر جنگ چھڑنے میں کچھ دیر میں لگتی اور نہ پھڑسنے کے بعد وہ جلد ختم ہوتی ہے۔ مزید برآں یہ بات سراسر خلاف انصاف سمجھی جاتی ہے کہ کوئی نسل اپنے غیر پیداوار اور اثراجات کا بار آئندہ آنے والی نسلوں پر ڈال دے۔ خواہ یہ کہ آئندہ نسلوں کو بھی اپنی خاص خاص مشکلات کا سامنا کرنا پڑے۔ اسے کما اور اپنے خاص خاص بوجھ اٹھانے پڑیں گے۔ ایسی صورت میں یہ بات فوج ملی اور حب الوطنی دونوں کے خلاف ہے کہ ان کے لیے وراثت میں ایک ایسا فائدہ چھوڑا جائے جو موجودہ نسل کی ناقابل انتہائی یا حریص و طمع کا نتیجہ ہو۔ موردی قرضوں کے بارے میں خاندانوں کو استقامت نصیب ہوتی ہے اور نہ قرضوں کو۔

یہ استدلال اس قدر قطعی ہے کہ اس کی رو سے کوئی قوم آئندہ نسلوں پر مدامی قرضوں کا بار نہ دے اسی وقت ڈال سکتی ہے جبکہ قومی وجود و خطے میں ہر بات کی مدد کے لیے لڑنا ضروری ہو یا جنگ بالکل ناکریر ہو۔ اگر کسی قوم پر بڑا وقت آلیا ہو یا کوئی بڑا اصول تو بنایا گیا جائے والا بدولت سے ملک کا مستقبل عینہ ہمیشہ اسے بہت بڑا دے والا ہو تو ایسی صورت میں مناسب یہ ہے کہ ان مصارف کا بار اٹھانے میں آئندہ نسلیں ہی شریک ہوں۔ کیونکہ وہ لڑائیوں کی مصیبتوں میں حصہ نہیں لے سکتیں۔ بڑا بڑا ملک سے کسی لڑائی کا بار اٹھاتے اٹھانے ایک حد ایسی پہنچ جانے کہ مزید قرضیں نہ ہائے لیے ناقابل برداشت ہو بلکہ شاید ملک کی معاشی استقامت کے لیے مہلک ہو۔ ایسی صورت میں قرض گیری کے سوا کوئی اور پارہ کار نہیں ہے بلکہ ان سختیوں کو نہ بھرنے جو مسلک و اصل عقلمندی پر مبنی ہے وہ یہ ہے کہ جس نسل اپنے زمانے کے اثراجات کی خود ہی کوئی سبیل کرے۔ مخصوص جو معاملات مدامی شغل انمل کے ساتھ نہیں ہوتے، بالفاظ دیگر جن سے آئندہ کوئی آمدنی حاصل ہونے کا تعلق نہیں ہوتا، ان کے لیے

جس قدر یہ بایں شعبہ ہو وہ بہ نسل کو خود ہی مہیا کرنا چاہیے۔ آدم آستہ اور ڈیوڈ ہوم نے اپنے اپنے زمانے میں قومی ترقی کو برصغیر ہوا دیکھ کر سخت دہشت کا اظہار کیا تھا۔ ان دونوں کا یہ خیال تھا کہ قرضے کی روز افزونی ایک قسم کا شلوان بہنے جو قومی دیوالیہ حالات کا نشانہ لگتا ہے۔ لیکن اس سے چند سال بعد مکالمے اسی صورت حال کو قرضہ المیزان دیکھتا ہے۔ قوم کی ہمدردی کار و زرافوں اضافہ اور معیار زندگی کی عام ترقی سے وہ خوش ہوتا ہے۔ اور اس قسم کی پیش گوئیوں کا مضحکہ اڑاتا ہے۔ وہ اس بات کا وہم ہے کہ یہ تقابل قرضہ دہی کے قوم کے مسائل میں بہت زیادہ ترقی پہنچی ہے اور قرضہ دہی کا بارش السعفیقتہ لگتا رہا ہے۔ معوی کے اس خیال سے لگ غلط فہمی میں مبتلا ہوا ہے۔ اور یہ رائے قائم کر لی کہ برطانیہ کی قومی ترقی کا حقیقی سبب اس کا قومی قرضہ نہ لگایا دھرتے ہے۔ آپ اس دیکھ کر ایک ایسا مہربانہ پسیدہ کر دیا ہے جو زیادہ دوا کے قدریہ ہے۔ قرضہ نہ لگنے کے یہ رائے سراسر نرل اور بے بنیاد ہے۔ اصل صورت اسی وقت اضافہ دوا کے کا بادشہ ہو سکتا ہے جبکہ وہ مناسب طور پر استعمال کیا جائے۔ اسی طرح قرضہ بھی نہ صرف اسی حالت میں مفید ہو سکتا ہے جبکہ اس کا مقصد کسی ایسے ملک کے لیے پیداوار و اصل مہیا کرنا ہو جو نوعہ اور ہونا ہو، جہاں محنت کی افراط ہو اور ذخیرہ زمین کی کوئی قلت نہ ہو، غرض جہاں سوائے نہ مانے کے وہ سرے تمام ذرائع ترقی موجود ہوں۔ اس کے علاوہ ہر صورت میں جس طرح خالی قرضہ رضمدار پر ہو بدھوتا ہے۔ اسی طرح قومی قرضہ بھی ملک و قوم پر محض ایک قسم کا باہ ہے۔ مثال کے طور پر برطانوی قوم کو لیجئے جو بہ سال تقریباً میں ملین پونڈ ٹیکس محض اس غرض سے ادا کرتی ہے کہ ایک صدی قبل جنگ آزادی کے لیے جو قرضہ لیا گیا تھا اس کا سود ادا کرے۔ ظاہر ہے کہ اس طرح ٹیکس وصول کرنا قوم کے حق میں مفید نہیں کہا جاسکتا۔ سود حاصل کرنے والے خود برطانیہ ہی کے باشندے ہوں اور گو وہ اپنا سانحہ ملک ہی میں خرچ کرتے ہوں۔ غرض ہم لامحالہ اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ یہیں چند ایسی تجاویز اختیار کرنی چاہئیں جن کی بدولت قومی قرضے میں تخفیف ہو حتیٰ کہ رفتہ رفتہ وہ بالکل معدوم ہو جائے۔ یہ سچی بات ہے جو اس قوم کی خوش حالی میں اضافہ ہوتا ہے۔ قرضہ کا باہ نسبتاً بٹکا ہوتا جاتا ہے۔ مزید برآں اس کے حالات کا

مقابلہ کرتے ہوئے جبکہ ملک کی کل آبادی ایک کروڑ پچاس لاکھ اور اس کے وسائل نسبتاً بہت کم تھے، موجودہ زمانہ میں نہ صرف آبادی بڑھ کر پچاس لاکھ تک پہنچ گئی ہے بلکہ قومی آمدنی میں بھی مادیاتی کا اضافہ ہوا ہے۔ انعام ہو گیا ہے۔ یہاں تو قرضے بار بار پہلے سے کہیں زیادہ اضافہ ہوئے ہیں اور دوسری طرف خزانہ بار اٹھانے کی استطاعت میں بھی ترقی ہوئی ہے۔ نتیجہ اس کا یہ ہے کہ قرضے کی سنگینی بہت کم محسوس ہوتی ہے۔ لیکن ملک کی یہ ترقی اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ قومی قرضے میں بلکہ رول ٹوال اضافہ ہونے لگا ہے بلکہ ان حالات میں جو طرز عمل دراصل زمین عقل ہے وہ یہ ہے کہ قومی وسائل کی مقدار میں تخفیف کی جائے۔ برطانیہ مملکت میں اضافہ دولت کا لحاظ کرتے ہوئے تخفیف دینے کی رفتار بہت سست رہی ہے۔

تخفیف قرضہ کی مخالفت میں ایک اور دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ حکومت کے ان تسکات کی بدولت شغل اسل کی جو ہولناکیاں مہم میں وہ ناپید ہو جائیں گی۔ مثلاً امانتوں کی رقموں کے لیے اور بنکوں، بیمہ کمپنیوں، ٹرانسپورٹ کے لیے سروسز کے محض غلامیوں کے لیے قومی قرضے کے تسکات بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ لیکن اس طرح تسکات کا مہیا کرنا نہ حکومت کے فائز میں داخل ہے نہ اس کے فائدہ مند ہے۔ اس انتظام کی چنداں ضرورت۔ ان اغراض کے لیے تو اور بھی بے شمار اور زیادہ ذرائع موجود ہیں مثلاً تسکات، خزانہ، تخفیف، ان کے تسکات، نوادریات، کرپس، سٹیمپوں کے نمائندگی، تسکات اور ذخیرہ وغیرہ۔ اور جوں جوں بلدیات کے کاروبار میں توسیع، مختلف نوآبادیوں میں ترقی اور آبادی میں اضافہ ہوتا جائے گا ان ذرائع میں اضافہ تو وسیع ہوتا جائے گی۔

قومی قرضہ دو طرح سے حاصل کیا جاتا ہے۔ (۱) یا تو براہ راست پینڈے کی درخواست کی جاتی ہے اب، یا کسی بینک، دار سے یا کسی دوسری دکان کی کسی جماعت سے گفت و شنید کی جاتی ہے۔ آخری طریقہ عام طور پر یہ دینی قرضوں کی صورت میں اختیار کیا جاتا ہے۔ جہاں ملک شہر سود کا تعلق ہے حکومت کا اعتبار بازار کی حقیقی حالت کا اندازہ موجودہ شرح سود جس پر لین دین ہو رہا ہو وقت بہرائی کے

۱۳۳

محمول حالات ادائی قرضہ کے شرائط ان تمام باتوں پر اس کا انحصار ہوتا ہے۔ قرضے یا تو کسی مقررہ قیمت پر دیے جاتے ہیں یا ایک کمترین حد معین کردی جاتی ہے اور جو بھی سب سے زیادہ قیمت دینے پر آمادہ ہو، اسی کو قرضہ دیا جاتا ہے۔ ایک اور لحاظ سے قرضے تین قسم کے ہوتے ہیں: ۱۔ قرضہ مساوات، ۲۔ قرضہ تحت مساوات اور ۳۔ قرضہ فوق مساوات۔ بعض اوقات جب کوئی حکومت قرض لینا چاہتی ہے تو اسے مناسب شرح سود پر قرضہ حاصل کرنے میں بڑی دقتیں پیش آتی ہیں۔ ایسی صورت میں جانے اس کے کہ اعلیٰ شرح سے سود ادا کرے وہ اس بات کو پسند کرتی ہے کہ قرضے کی بابت جس قدر رقم درحقیقت وصول کی جائے اس سے زیادہ مقدار کا کاغذ لکھ دے۔ اس طریقے سے آنے والی نسلوں پر زیادہ بار پڑتا ہے اور تبدیل قرضہ سے آئندہ مستفید ہونے کا کوئی موقع نہیں باقی رہتا۔ مثلاً پٹ نے ۳۳ کروڑ ۴۴ لاکھ پونڈ کے تسکات ادائی ادائی شرحوں کے ساتھ جاری کیے تھے لیکن حکومت کو دراصل جو رقم اس قرضے سے حاصل ہوئی اس کی مقدار ۲۰ کروڑ پونڈ تھی۔ اسی طرح سن ۱۹۱۵ء کا روسی قرضہ جو ڈانس میں حاصل کیا گیا تھا اس کی شرح سود ۵ فی صدی تھی۔ لیکن شرط یہ تھی کہ قرض بحساب ۹ فی صدی دیا جائے گا اور پانچ سال بعد پورے سود کی ادائی لازمی ہوگی۔ اسی کے ساتھ ایک مزید شرط یہ شامل کردی گئی تھی کہ قرضے کا ایک بڑا حصہ ڈانسیسی مال و اسباب کی شکل میں حاصل کیا جائے۔ مذکورہ بالا دونوں صورتوں میں قرض لینے والی حکومتوں کو دراصل جو رقم وصول ہوئی تھی اس سے کہیں زیادہ واپس کرنے کا انھوں نے معاہدہ کیا تھا۔ یہی محض اس قرضے کے فی الحال اعلیٰ شرح پر انھیں سود ادا کرنا پڑے۔ برخلاف اس کے اگر قرضہ مساوات پر یا تحت مساوات ہوتا اور شرح سود نسبتہ اعلیٰ ہوتی تو قرض کہ ملک پر فوری بار تو نسبتہ زیادہ ہوتا لیکن جب نازک وقت گزر جاتا اور سنبھلنے کے لیے کچھ مہلت مل جاتی تو قرض کیر ملک کی خوش حالی لوٹ آتی اس کا اعتبار دوبارہ قائم ہو جاتا اور اس کے تسکات کی قیمتیں پڑے جاتیں۔ اس وقت حکومت پر آنے والے قرضے کو ایک جدید ادائی شرح والے قرضے کی شکل میں بدل دیتی، یعنی وہ یا تو ادائی شرح پر قرض لیکر اس کے ذریعے سے قدیم اعلیٰ شرح والا قرضہ ادا کر دیتی یا قدیم قرضہ خود ہی ادائی شرح پر۔ ہر نامند ہو جاتے۔ یہ آخری طریقہ ہی دراصل

زیادہ عام ہے۔ کیونکہ قرض خواہ مرد و جہ شرح سود کو پیش نظر رکھتے ہوئے محسوس کرتے ہیں کہ حکومت کے تسکات کی مالیت بڑھ گئی ہے اور اس لیے وہ جدید ادنیٰ شرح قبول کر لیتے ہیں۔ طریقہ بدل پذیری پر غور آمد کی متعدد مثالیں موجود ہیں۔ انگلستان میں اس کا آغاز ۱۷۹۰ء میں ہوا۔ لیکن بلحاظ مقدار کے سب سے بڑی بدل پذیری وہ ہے جو ستمبر ۱۸۸۵ء کے ہاتھوں ۱۸۸۵ء میں واقع ہوئی۔ ان تسکات کی مقدار ۵۸ ملین پونڈ تھی اور ۳ فی صدی ان پر شرح سود تھی۔ بدل پذیری کے ذریعے سے اس شرح میں پہلے ۱۴ سال کے لیے ۳۳ فی صدی تک اور بعد ازاں ۲۱ فی صدی تک تخفیف کر دی گئی۔ جس زمانے میں اس تجویز پر عمل کیا جا رہا تھا وہ امن و خوش حالی کا زمانہ تھا، حکومت کا اعتبار بڑا ہوا تھا اور سود کی معمولی شرح میں اس قدر تخفیف ہو گئی تھی، اور یہ تخفیف اس قدر طویل مدت سے جاری تھی کہ عام طور پر لوگ خیال کرنے لگے کہ اس ادنیٰ اسطرح سے وہ اب کبھی نہیں بڑھے گی۔

مختلف ممالک میں قرضے کا کس قدر بار ہے اس کا ٹھیک پتہ لگانا ممکن نہیں ہے۔ بعض اوقات قرضے کی مجموعی مقدار کو ملک کی جملہ آبادی پر تقسیم کر کے یہ معلوم کیا جاتا ہے کہ فی کس قرضے کی مقدار کیا ہے۔ بعض اوقات محض شرح سود اور پیش نظر رکھا جاتا ہے۔ لیکن ان میں سے کوئی طریقہ قومی قرضے کے حقیقی بار کا صحیح معیار نہیں بن سکتا۔ مختلف ممالک میں مختلف شرحوں سے قرضے حاصل کیا ہو، لیکن قرضے کا بار اور اس کی سختی محض شرح سود پر منحصر نہیں ہے بلکہ اور بھی متعدد باتوں پر اس کا انحصار ہے مثلاً آبادی کی کثرت، رعایا کی خوش حالی، ان کا معیار زندگی، ان میں کسب معیشت کی استطاعت اور ملک کے قومی وسائل، غرض اس قسم کے بے شمار عاملین کو پیش نظر رکھنا ضروری ہوتا ہے تاکہ قرضہ قومی کے بار کا صحیح اندازہ کیا جاسکے۔ اس کے علاوہ پیداوار اور غریب پیداوار اور قرضوں میں امتیاز کرنا بھی نہایت ضروری ہے۔ برطانیہ عظمیٰ کے قرضے کی مقدار بلحاظ آمدنی فی کس ۵۸ پونڈ ہے۔ (۱۴۱۱) ہندوستان کی فی کس ۱۸ شلنگ۔ لیکن برطانیہ عظمیٰ میں بمقابلہ ہندوستان کے آمدنی کا اوسط کئی گنا زیادہ ہے۔ برخلاف اس کے ہندوستانی قرضے کا بہت بڑا حصہ تو پیداوار کا مال (لیوں اور آب پاشی) میں لگا ہے۔ لیکن

بھلائی کے قومی ترے کا کوئی حصہ ایسا نہیں ہے جو ذریعہ آمدنی کہلا یا جاسکے۔ اسی طرح
نیز یونین کے قرضے کی مقدار بلحاظ آبادی کی کس ۳۵ چوتھ ہے، لیکن اس کا بہت بڑا
حصہ پیداوار ہے۔ تاہم ایک ایسی بیوقوف آبادی کے لیے خواہ اس کی قدرتی سہولتوں
کتنی ہی زیادہ ہو، قرضے کی اس قدر کثیر مقدار سراسر فضول خرچی نہیں تو نامہ ازیشیت
فرد ہے۔

تخفیف قرضہ کے طریقے بعض ممالک نے اپنے قرضوں کو
گننانے کے لیے نہایت شدید طریقے اختیار کیے ہیں۔ یا تو انھوں نے ادائی قرضہ سے
قطعا انکار کر پایا سو کو زبردستی گننا دیا۔ عام طور پر یہ حرکت اس وقت سرزد
ہوتی ہے جبکہ حکومت نے اپنے ورے کی فضول خرچی اور اسراف سے کام لیا ہو،
یا ملک میں کوئی بڑا انقلاب رونما ہوا ہو، یا کسی تباہ کن جنگ میں اسے شریک ہونا
پڑا ہو۔ مثلاً وہ ہے کہ جو حکومت ادائی قرضہ سے انکار کر دے، اس کے خلاف کوئی
پارہ کا نہیں ہے، بجز اس کے کہ اس پر حملہ کر کے اس کے کچھ علاقے پر قبضہ کر لیا
جائے۔ ادائی قرضہ سے انکار کر دینا نہ صرف اخلاقی نقطہ نظر سے مینوب ہے بلکہ
قوم کے وسائل و اخلاق کے دیوالیہ کی وہ ایک نشانی ہے۔ اس کی بدولت
ترقی میں رکاوٹ اور تجارت میں مداخلت پیدا ہو جاتی ہیں اور آئندہ کے لیے
قومی اعتبار و مفود ہو جاتا ہے۔ مختصر یہ کہ جس قدر وہ خلاف ایمانہ داری ہے اسی قدر
خلاف مصلحت بھی ہے۔

قرض گننانے کا ایک اور طریقہ جو بہت پہلے اختیار کیا گیا تھا، یہ ہے کہ
اخراجات مختلفہ کے بعد اتفاقاً جو کچھ آمدنی بچی رہتی ہے اس سے ایک قسم کا فیوڈائی
بنالیا جاتا ہے۔ لیکن وایک بہت شست رفتار اور نامانی طریقہ ہے کچھ حکم رسال
آمدنی کا کچھ رہنا ضروری نہیں ہے بلکہ بعض اوقات اخراجات زائد اور آمدنی کم
ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں تخفیف قرض کے لیے کوئی حین مقدار ہر سال نہیں
ظنہ کی جا سکتی۔

بھلائی کا علمہ راکہ یہ ہے کہ سالانہ موازنے میں ایک حین رقم اس قرض سے
ظنہ کر دی جاتی ہے کہ اس سے قرض کا سودا واکیا ہائے اور بقیہ کم فیوڈائی

ہو ادنیٰ اصل کے لیے قائم کیا گیا ہے، شریک کی جائے حاکمیت سے یہ طریقہ باقاعدہ طور پر اختیار کیا گیا ہے۔ اس وقت جو رقم اس فرض سے مخصوص کی گئی تھی اس کی مقدار ۱۸ لکھین پونڈ تھی۔ لیکن بعد کے وزراء کے مالیات نے غیر معمولی اخراجات کے بہانے سے بہت غیر واطمندہ انداز پر اس ابتدائی رقم میں تخفیف پونے دی تھی کہ متعدد درجہ جو رقم ادائیگی کے لیے طلبہ کی جاتی تھی اس کو قطعاً ملتوی کر دیا۔

۱۸۷۱ء میں پتہ پڑا جو غیر ادائیگی قائم کیا تھا وہ محض ایک مالیاتی مخالفت تھا۔ کہا جاتا ہے کہ ڈاکٹر پر آکس نامی کوئی شخص تھا جس کے تخمینوں پر اس ذریعہ کی بنیاد تھی ماحول یہ تھا کہ حکومت ہر سال ایک لکھ پونڈ طلبہ کو دے اور ایک مجلس کشنراں کے ذریعے سے اس رقم سے اپنے تسکات آپ خریدے۔ اس طرح سود مرکب کے حساب سے یہ رقم جمع ہوتی رہے تھی کہ اس سے قرضے کی کچھ مقدار یکشت ادا ہو سکے۔ اسی وقت یہ بھی طے کیا گیا کہ آئندہ جس قدر قرضے حاصل کیے جائیں ان کے ساتھ ہی اس قسم کا ایک غیر ادائیگی بھی قائم کر دیا جائے تاکہ ادائیگی کا مناسب انتظام ہو جائے۔ اس تجویز کی پیروی کی ایک زمانے تک محض یہی تھی کہ ۱۸۷۹ء میں لوگوں نے صاف طور پر سمجھ لیا کہ اس طریق پر عمل کرنا گویا ایک دیب سے رو پیہ کمال کر دوسری میں ڈال دینا ہے۔ ذیادہ کار ڈوٹے اس مخالفت کی جواب قلمی کھولی اور ۱۸۷۹ء میں یہ غیر ادائیگی بالآخر منسوخ کر دیا گیا۔

کسی زمانے میں یہ اصل بہت زیادہ مقبول تھا کہ ادائیگی قرضہ کے لیے خاص خاص ٹیکس طلبہ کو دے جائیں۔ بلکہ ۱۸۷۱ء میں واپس لے لی گئی تھی اور آئینی کو سالیانوں کی ادائیگی کے لیے محض کر دیا جب کچھ زمانہ اور گزرا تو یہ تجویز پیش ہوئی کہ مصالحت بہت تخفیف قرضہ کے لیے مخصوص کر دے جائیں۔ چنانچہ سر گلڈ سٹون اس تجویز کے بڑے حامی تھے۔ ایک اور تجویز یہ پیش کی جاتی ہے کہ مصالحت زمین کو کچھ معاوضہ لیکر آئندہ کے لیے منسوخ کر دیا جائے اور معاوضہ میں جو سرمایہ حاصل ہو اسے تخفیف قرضہ کے کام میں لایا جائے۔ لیکن اب تک ان دونوں میں سے کوئی تجویز منظور نہیں کی گئی۔ ظاہر ہے کہ اگر قرضے میں درحقیقت تخفیف کرنا منظور ہے تو کوئی باقاعدہ اور مستقل طریقہ اختیار کرنا ضروری ہے۔ قرضے میں طرح کسی مندرجہ شخص کے حق میں

بڑا ہے اس لیے ایک قوم کے لیے بھی وہ ناپسندیدہ ہے۔ اور گو قوم کی دولتندی میں اضافہ ہونے سے اس کا بار اٹھانا زیادہ آسان ہو جاتا ہے، تاہم قرضہ کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کو ہر قرار دینے کی خاص طور پر کوشش کی جائے۔ قوم کو اس بات پر متنبہ ہونا چاہیے کہ ہر سال قرضے کی ایک مین مقدار پابندی کے ساتھ ادا ہوتی رہے اور غرض مالی کے زمانے میں قرضہ اس طور پر بڑی بڑی نہیں اس غرض کے لیے منظور کی جاتی چاہئیں۔ ہر ملک قرضے میں کچھ نہ کچھ اضافے کی باعث ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر جنوبی افریقہ کی جنگ ہی کو سمجھیں جس کی بدولت مین پونڈ کا اضافہ ہو گیا۔ تخفیف قرضہ میں کچھ مدت کے لیے رکاوٹ پیدا ہو گئی اور ساتھی تین سال کی تخفیف ملا مطلقہ ہو گئی۔ اس قسم کی مجبوریوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ بات اور بھی ضروری معلوم ہوتی ہے کہ امن کے زمانے میں تخفیف قرضہ کا کوئی باقاعہ انتظام کیا جائے۔

بعض حاشیہ بین کا یہ خیال ہے کہ جب تک ملک میں کوئی نامناسب ٹکس باقی ہے، اس وقت تک یہ مقابل قرض ادا کرنے کے ٹکس منسوخ کر دینا زیادہ بہتر ہے۔ اس کے متعلق یہ کہا جاسکتا ہے کہ اگر ٹکس بہت زیادہ گراں ہے تو بغیر تخفیف اخراجات کے کسی مقصد کے لیے بھی مزید ٹکس مائل کرنا دشوار ہو گا۔ ایسی صورت میں طریق ٹکس کی اصلاح نہایت ضروری ہے۔ اگر وہ غلات افسانے سے تو اس کو ٹکس کے مقررہ اصول و قوانین کے مطابق بنانا چاہیے، لیکن یہ ایک بالکل ہدایت گاہ سادہ ہے اور ٹکس کی فرض و حمایت یا اس کی مقدار سے اس کو کوئی تعلق نہیں۔ بہر حال یہ تو ظاہر ہے کہ قرضے کا وجود ہی ٹکس کی ضرورت ثابت کرنے کے لیے کافی ہے کیونکہ اگر ٹکس نہ لگایا جائے تو پھر سود کیوں کر ادا کیا جائے۔ بر غلاف اس کے جب کبھی کسی سوخت پر قرضے کی مقدار کٹنے کی تو امانی سود کے لیے آئندہ ٹکس لگانے کی ضرورت نہیں بھی کسی واقع ہوگی۔ چنانچہ انتظام پرور سالیانوں کا طریقہ جس کی اوپر تشریح کی جا چکی ہے، ایک طرح کی خاص کوشش ہے جو ایک مدت تک جاری رہتی ہے اور جس کا مقصد ہوتا ہے کہ قرضہ قومی کا ایک حصہ بنیاد ہو جائے۔ بعض لوگوں کی یہ توجہ کہ عام طور پر چھ کر کے قرضے کو دیا جائے

قسط قابل لحاظ نہیں ہے۔ گویا اس کے یہ معنی ہوں گے کہ یا تو تمام قوم چندہ دے سکتی ہیں
شریک ہو جو ایک نامکن سی بات ہے یا صرف صاحب مالک لوگوں پر اس کا بوجھ ہمار
پڑے جو ذمہ صرف ملاقات احصاف بلکہ ناقابل عمل بھی ہے کیونکہ اکثر لوگوں کو اس باعق
ضرورت ہوگی کہ قومی قرضہ کی بابت اپنا حصہ ادا کرنے کے لیے مالی طور پر اپنی شرحوں
کے ساتھ قرض حاصل کریں۔

طریق تبدیل جو اوپر بیان کیا جا چکا ہے، تخفیف قرضہ کی ایک نہایت موثر
ترکیب ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ شروع سود کی تخفیف کے ساتھ قرض کی مقدار متعارفہ میں
اضافہ نہ ہو، یا قرض خواہوں کو ادنیٰ شرح سود قبول کرنے پر آمادہ کرنے کے لیے
انعامات وغیرہ عطا کرنا نہ پڑیں۔ خود حکومت کا مقبایہ و بازار زر کے حالات ہی
ایسے ہوں کہ ان کی بدولت ادنیٰ شرح پر تبدیل ممکن ہو سکے اس طرح سود میں
کمی واقع ہونے سے جو فائدہ ہاتھ لگے گا وہ وغیرہ ادائی میں شامل ہو کر تخفیف مال کے
کام آ سکے گا۔ ظاہر ہے کہ یہاں ذمیرہ ادائی سے مراد ایک ایسا ذمیرہ ادائی ہے
جس میں ہر سال ایک معینہ رقم قرض کے اغراض کے لیے شریک کی جاتی ہے۔
مقامی قرضے۔ بدلیات کی عظیم اہمیتان توسیع کی وہ ہے ایک جدید قسم کا
قومی قرضہ۔ نمودار ہوا ہے۔ یہ مدد اصل مجموعہ ہے بہت سے سرکاری قرضوں کا جو مقامی
اغراض کے لیے حاصل کیے جاتے ہیں۔ حکومت کے قانون قرضہ ہائے مقامی کے
بعد سے ان قرضوں میں نہایت سرعت کے ساتھ عرق ہوئی۔ کیونکہ اس قانون کی
بدولت مقامی حکومتیں کئے بازار میں قرض حاصل کر سکی جہاں قرض نہیں ملتا۔
سلطنت متحدہ کے اندر ان قرضوں کی مقدار ۱۹۲۶-۲۷ء ۵۶۲۶۳۰۰ پونڈ سے زیادہ
تھی اس میں سے ۱۳۲۰۰۰۰ پونڈ سے بھی کچھ زیادہ رقم دارالسلطنت کے
قرضوں کی بابت تھی۔ سلطانہ میں سلطنت متحدہ کے اندر مقامی اغراض کے لیے
جو سہا پہا اٹھایا گیا اس کی مجموعی مقدار ۱۱۵۱۱۹۳۲ پونڈ تھی۔ اس میں سے
تقریباً ۲۰۰۰۰۰ پونڈ قرضے کے ذریعے سے حاصل کیے گئے تھے۔ سلطانہ سے
پارلیمنٹ و مائٹنٹاس اس طور پر قانون منظور کر کے شاہی قرضوں سے مقامی
حکومتوں کی امداد کرتی ہے۔ مقامی قرضوں کی ادائی میں پہلے بڑی دیر لگتی تھی

حتیٰ کہ بعض اوقات ایک ایک قرضے کی ادائیگی میں سو سو سال گزر جاتے تھے۔ لیکن محمدؐ سے مقامی قرضے مجلس حکومت مقامی کے مقرر کردہ ضوابط کے تحت حاصل کیے جاتے ہیں جن کی رو سے یہ بات نہایت ضروری ہے کہ جب کبھی کوئی قرضہ حاصل کیا جائے تو ساتھ ہی ایک ذخیہ ادائیگی بھی قائم کیا جائے تاکہ ایک مناسب مدت یعنی بالعموم میں سال کے اندر قرضہ ادا ہو جائے۔ نزار نے شاہی نے جس قدر قرضے مقامی اراضی کے لیے حاصل کیے تھے، ۱۸۹۹ء میں انہیں قومی قرضے سے ٹھنڈ کر کے تسکات قرضہ ہائے مقامی کی شکل میں بدل دیا گیا۔ شخصوں کے تسکات کا اعتبار بہت بلند ہوتا ہے اور اب وہ قانون سرمایہ امانت میں شامل ہیں۔ شرح سود (۳) اور ۲ ۱/۲ فی صدی کے درمیان بدلتی رہتی ہے۔

مقامی قرضے کا بہت بڑا حصہ شہری ہے اور بلدیات کی جدوجہد کا نتیجہ ہے۔ اس کی تقریباً نصف مقدار پیداوار کاموں میں لگائی گئی ہے، مثلاً آب رسانی، گیس اور برقی روشنی کی فراہمی، بندرگاہیں، گھاٹ، پینے، ٹریم وغیرہ۔ ان میں سے ہر ایک ذریعہ آمدنی ہے بلکہ بعض صورتوں میں ان سے منافع بھی حاصل ہوتا ہے۔ جب کبھی کوئی کمی واقع ہوتی ہے تو مقامی شرحوں سے اس کی تکمیل کی جاتی ہے۔ مقامی قرضے کا ایک اور بڑا حصہ نتیجہ ہے چند ایسے کاموں کا جو گورنریٹ آمدنی نہیں تاہم سوسائٹی کے لیے نہایت ضروری اور براہ راست نفع بخش ہیں مثلاً مدارس، شفاخانے، پائل خانے، محتاجوں کے کارخانے، دفاتر عامہ، حمام، کتب خانے اور آگ بجھانے کے انتظامات۔ بقیہ حصہ افادہ یا صحت عامہ کے دوسرے کاموں میں مرن ہوتا ہے۔ جیسے کہ موریائیں، سڑکیں، چمن، پل، کھلے میدان، کم میثیت دستکاروں کے لیے مکانات وغیرہ۔

قرض گیری کے طریقے سے سرمایہ حاصل کرنا چونکہ بہت آسان ہو گیا ہے، لہذا ترقیات عامہ پر وہ پہلے ترجیح کرتے کہ بہت زیادہ ترقیبہ ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ اس طریق سے حیا فائدہ اٹھایا جاتا ہے اور جس سرعت سے قرضوں میں اضافہ ہو رہا ہے وہ نہایت خوفناک ہے۔ اندیشہ دراصل یہ ہے کہ اس کے تحت غفلت غری بہت آسان ہو جاتی ہے۔ اور چونکہ اس کا بار مستقبل پر عائد ہوتا ہے لہذا

حکام متعلقہ کا جہان کم و بیش یحییٰ نوعیت کے کاموں پر روپیہ خرچ کرنے کی طرف ہوتا ہے۔ ان میں سے بعض کاروبار صنعتی ہوتے ہیں جن میں خانگی اصل اور خانگی خطرات پر چھوڑ دینا اور ان پر صرف حسب ضرورت سرکاری نگرانی قاعدا رکھنا زیادہ مناسب ہوتا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ اصل و سود کی ادائیگی کی خاطر بعض مقامات پر نہایت بھاری جو جس سائدہ کر دئے گئے ہیں جو ان کی تنگی میں مانع ہوتے ہیں اور جب ان کی منتیں دوسرے مقامات کی منتوں سے جہاں تنگے بھاری گیس نہیں لیے جاتے۔ سابقہ کئی ہیں تو وہ گھائے میں رہتی ہیں۔

قرض لینے کے طریقے کو بہت احتیاط کے ساتھ عمل میں لانے کی ضرورت ہے۔ اس میں غلٹ نہیں کہ رفاہ عام کے مناسب کام جو دیر پا قسم کے ہوں ان کے خرچ کو اتنی مدت پر پیلا دینا جو ان سے پورا پورا فائدہ حاصل کرنے کے لیے درکار ہو ایک بالکل متقول بات ہے لیکن ساتھ ہی اس مدت کو بہت احتیاط کے ساتھ محدود کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ خرچ کے لئے نئے مطالبے ہمیشہ پیدا ہوتے رہتے ہیں اور ہر سال کوئی نئی احتیاجات محسوس ہوتی رہتی ہیں اور اس کا پانی ترقی سے نئے نئے مطالبات پورے کرنا پڑتے ہیں۔

شہروں کے ہر کی طرح سود اور واپسی قرض کا بار بھی خاص کمکانات وغیرہ میں سب سے والوں پر پڑتا ہے اور کچھ حصہ زمین کے مالکوں پر بھی۔ بھاری گیس نکالنے سے ممکن ہے کہ بعض شہروں میں اور کرنے والے جو مقام تبدیل کر سکتے ہیں وہاں سے نکل جاتے ہیں اور سارا بار ان لوگوں پر پڑ جائے جن میں نقل مقام کی قابلیت ہے۔ مدد سے زیادہ جلدی نہ کرنے کا اصول بلدیات پر بھی اسی طرح صادق آتا ہے جس طرح کم عمر خواتین پر کیونکہ دونوں ترقیات کے لیے بے چین رہتے ہیں۔ اگر قرض لینے کا اختیار اقتدار کے ساتھ عمل میں لایا جائے اور اسیے ترین احصاءات اخراجات پورا کرنے کے لیے استعمال کیا جائے تو وہ جلد جلد ترقی کرنے کا ایک ذریعہ بن سکتا ہے لیکن اگر وہ ضرورت سے زائد چھینی قسم کے کاموں کے لیے روپیہ حاصل کرنے کی غرض سے استعمال کیا گیا تو پھر اندیشہ ہے کہ اس طائفے کے وسائل پر جزا بھاری مالی بار پڑ جائے اور اس طرح اس کی ساری دولت کا خاتمہ ہو جائے جو بہ صورت دیگر اس کی ترقی اور نشوونما کا باعث بن سکتی۔

آٹھویں فصل

مالیات کے بعض دوسرے نظام

کسی گذشتہ باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ٹیکس میں ایک سلاہجہ نہیں ہے، بلکہ ہر ملک کا نظام اس کے تاریخی ارتقاء اور موجودہ حالات کے مطابق ہوتا ہے۔ ٹیکس کے عملی انتظامات کا انحصار بہت کچھ مقامی حالات اور امکانات پر ہے جن کی بدولت متعدد ایسے واقعات نمایاں ہوتے ہیں جو اس خاص حالت کے لیے کم و بیش مخصوص ہوتے ہیں بنیادی اصول تو نہیں متغیر ہوتے اور نہ ٹیکس کے قدیم معیاری قوانین سے بے رنجی کی جاتی ہے بلکہ ان کا اطلاق خاص خاص اسباب کے تحت ہوتا ہے جن کا عملدرآمد ہر حالت میں یکساں نہیں ہوتا۔

ہندوستان اور فارس میں ٹیکس کے جو نظام قائم ہیں، ذیل میں ہم ان کا ایک مختصر خاکہ پیش کرتے ہیں جس سے مذکور بالا بیان کی کافی تصدیق ہو جائے گی۔ ہندوستان ایک ایسا ملک ہے جو وسعت میں تقریباً نصف یورپ کے سادہ ہے۔ دینی ریاستوں کو شامل کر کے اس کا کل رقبہ ۱۸ لاکھ تین ہزار مربع میل پر پھیلا ہوا ہے اور باشندوں کی تعداد ۳ کروڑ ۵۰ لاکھ ہے جس میں سے تقریباً ۲ لاکھ پچاس ہزار یورپائی ہیں۔ بقیہ تمام بہت سی اقوام کا مجموعہ ہے جو مختلف زبانیں بولتی ہیں، ایک اور اہم خصوصیت میں لایا دیکھنا ضروری ہے یہ ہے کہ ملک کی دو تہائی آبادی کا مدار محض زراعت پر ہے اور بمقابلہ یورپ کے ان کا معیار زندگی بلاشبہ بہت اونچی ہے جہاں تک ان کے کسب معیشت، طریق زندگی اور مبالغہ کا تعلق ہے،

۱۳۲-۱۳۳

قدیم رسم و رواج، مذاہن و مذاہن اور روایات کا ان پر بہت زیادہ اثر ہے۔

۱۹۱۶ء میں ہندوستان کے داخل و خارج سب ذیل تھے۔

داخل	خارج	خالص
۸۴۳۱۳۰۰۰ پونڈ	۵۵۹۶۱۰۰۰ پونڈ	
۸۵۹۰۲۰۰۰ پونڈ	۷۱۴۳۰۰۰ پونڈ	

خام اور خالص اعداد میں جو فرق نظر آتا ہے اس کا سبب یہ ہے کہ حکومت ہند ملک کی ترقی کی خاطر پیداوار اور کاموں میں 'آب پاشی' نہ نہیں دیتی ہے۔ یہ ہر سال بہت بڑی رقم صرف کرتی ہے اور ان کاموں کی وجہ سے تجارتی اور اخراجات لاحق ہوتے ہیں، وہ سب خام آمدنی اور خرچ کے تحت نظر آتے ہیں بھلائی فیلڈ میں اس قسم کے کاروبار خانگی اصل سے چلائے جاتے ہیں۔ لیکن ہندوستان میں اصل اور کاروباری قابلیت کی بہت قلت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لوگوں میں ترقی کی اُمنگ پیدا کرنے اور ملک کے معاشی حالات کو سدھارنے کی ذمہ داری ملک کے حکمرانوں پر عائد ہوتی ہے۔ لہذا مناسب یہ ہے کہ اس قسم کے ضروری اور نفع بخش کاروبار کی بابت جس قدر آمدنی اور اخراجات ہوتے ہیں نیز وہ جو انیون کی کاشت اور تیاری سے متعلق ہیں منہا کر دیے جائیں۔ اس کے بعد جس داخل و خارج کے جو اعداد دستیاب ہوتے ہیں ان سے ہندوستان کی مالی حالت کا صحیح اندازہ ہو سکتا ہے۔

داخل خالص ۱۹۱۶-۱۵ء

ملک زاری	۲۱۲۶۰۰۰۰ پونڈ
جنگلات	۲۰۶۵۰۰۰ پونڈ
انیون	۷۶۶۰۰۰ پونڈ
کھس۔	۲۳۰۹۱۰۰۰ پونڈ
نک	۳۳۷۳۰۰۰ پونڈ
اسٹیمپ	۵۳۷۷۰۰۰ پونڈ

۸۴۹۸۰۰۰ پونڈ	آبکاری
۴۲۰۰۰ پونڈ	صوبہ دانی شہید
۵۷۲۰۰۰ پونڈ	کردگیہ
۲۰۹۰۰۰ پونڈ	مکتول آمدنی
۵۱۸۰۰۰ پونڈ	رجسٹری

۲۵۶۱۸۰۰۰ پونڈ

تجارتی کاروبار۔

۶۳۸۰۰۰ پونڈ	ڈاک، تار
۴۰۷۵۰۰ پونڈ	ریلوے کی آمدنی
۱۰۵۸۰۰۰ پونڈ	آب پاشی

۵۷۷۱۰۰۰ پونڈ

متفرق۔

۳۰۳۰۰۰ پونڈ	دیس ریاستوں کے خراج
۸۷۰۰۰ پونڈ	مبادلہ دارالضرب وغیرہ

۴۹۱۰۰۰ پونڈ

جملہ مدخل خالص:-

۵۵۹۶۱۰۰۰ پونڈ

محتاج خالص ۱۹۱۶-۱۵

۹۳۰۰۰ پونڈ	خدمات قرضہ
۲۲۲۶۱۰۰۰ پونڈ	فوج، بحریہ اور فوجی کام
۶۶۹۸۰۰۰ پونڈ	تفصیل آمدنی

۲۶۹۵۹۰۰۰ پونڈ

نقدات دیوانی

۱۰۰۰۰۰۰ پونڈ

امداد قوط

۱۳۱۰۰۰ پونڈ

موجودہ داری فاضلات

۱۳۳۰۰۰ پونڈ

—————

۱۳۲ سند۔ بڑے بالا اعداد سے ظاہر ہے کہ زمین آمدنی کا محاسن ذریعہ ہے اس سے تقریباً ۴۰ فی صدی خالص آمدنی حاصل ہوتی ہے۔ مختلف قسم کے محسوسوں سے ۲۵۶۹۲۰۰۰ پونڈ یا ۴۰ فی صدی آمدنی دستیاب ہوتی ہے۔ اور باقی تمام ذرائع سے ۶۲۵۲۰۰۰ پونڈ یا ۱۳ فی صدی آمدنی کا ایک بڑا حصہ اُن پیداوار یا تجارتی قسم کے کاروبار کا نتیجہ ہے جنہیں خود حکومت چلاتی ہے۔ تقریباً تمام زمینیں اب حکومت کی ملک ہوتی ہیں۔ اور آئندہ جب بڑی بڑی زمینوں کی خریدی مکمل ہو جائے گی تو اس ذریعے سے کثیر آمدنی حاصل ہونے کا قیہ ہے۔ لیکن اس کے لیے ابھی تقریباً پچاس سال کی مدت درکار ہے۔

خرچ عام کرد و عموماً انوں میں منقسم ہے۔ فوجی ۲۲۲۶۱۰۰۰ پونڈ اور دیوانی ۲۶۹۵۹۰۰۰ پونڈ۔ ملک کی وسعت اور کثیر آبادی کا لحاظ کرتے ہوئے فوجی اخراجات بہت زیادہ نہیں ہیں۔ اور جہاں تک دیوانی اخراجات کا تعلق ہے ان میں وہ بے شمار کاروبار شامل ہیں جو حکومت کی غیر معمولی جدوجہد کا نتیجہ ہیں۔ گزشتہ پچاس سال کے دوران میں ہندوستان نے زبردست ترقی کی ہے۔ اور پچاس کا بارہوا دستیابی قوم پرہس قدر ضعیف ہے، غالباً کسی اور مہذب قوم پر نہیں۔ پچاس کا اوسطی کس مرتبہ شنگ اپن ہے۔ اور انگریزی فی کس مزید اعلیٰ شنگ اپن کا باعث ہے۔

ملک، انیون، کروڑگیری، خرچ، ریلوے وغیرہ سے جس قدر آمدنی حاصل ہوتی ہے، وہ شاہی اخراجات کے لیے مخصوص ہے اور زمین اسلامپہ آبکشی چنگی، بنگلیس، شہر، محمول وغیرہ سے جو آمدنی حاصل ہوتی ہے وہ شاہی اور

موجودہ ای حکومتوں کے درمیان تقسیم ہو جاتی ہے۔

زمین ہندوستان میں آمدنی کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ لگان یا ٹیکس کی شکل میں اس سے ۲۱۲۶۰۰۰ پونڈ آمدنی حاصل ہوتی ہے۔ درحقیقت یہ رقم ٹیکس نہیں بلکہ لاقی جاسکتی بلکہ وہ زمین کا لگان ہے جو کاشتکار میرکار کو ادا کرتے ہیں۔ زمانہ قدیم سے حکومت ہی زمین کی اصلی مالک تسلیم کی جاتی ہے اور ملک کے بہت بڑے حصے پر وہی زمیندار بھی ہے۔ برطانوی علاقے کی توسیع کے ساتھ ساتھ اس آمدنی کی تمام مقدار میں اضافہ ہوتا گیا۔ اس کے علاوہ رقبہ کاشت بھی وقتاً فوقتاً وسیع ہوتا گیا۔ یا تو بیٹا زمینیں قابل کاشت بناتی ہیں یا جو قطعات اب تک کم و بیش ویران پڑے ہوئے تھے ان میں ذرائع آب پاشی مہیا کیے گئے۔ اس طرح بھی زمین کی آمدنی بڑھتی گئی۔ لیکن اس اضافے کے ساتھ ساتھ لگان کی تخفیفیں میں عام طور پر تخفیف ہوتی گئی چنانچہ زمین کی مجموعی پیداوار کا ان صدی حصہ حکومت کو بلور لگان کے متا ہے۔ لگان کے علاوہ زمین پر کچھ مقامی ٹیکس بھی لگائے جاتے ہیں جن سے مٹروں کی مرمت اور مدارس، شفاخانوں وغیرہ کے اخراجات چلائے جاتے ہیں۔ بلدیات کی آمدنی زیادہ تر آکڑاے اور زمین، مسانات، گاڑیوں اور جانوروں کے محاسل سے حاصل کی جاتی ہے۔ جنگلات کا کام حکومت ہند نہایت خوبی کے ساتھ انجام دیتی ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ ملک کو ایک نہایت قیمتی جائیداد حاصل ہو گئی ہے جس کا رقبہ ۲۴۰۰۰ مربع میل سے بھی زائد ہے سرکار کے اس کاروبار کی بدولت رعایا کو ایک ضرورت کی چیز دستیاب ہو جاتی ہے اور بہت سے مزدور روٹی سے لگ جاتے ہیں۔ ورنہ اس سے پہلے حالت یہ تھی کہ بے اعتنائی کے ہاتھوں جنگل کے جنگل تباہ ہو رہے تھے اور ایسی اہم ضرورت کی چیز ملک سے ناپاب ہوتی جا رہی تھی۔ ۱۹۱۰-۱۱ء میں جنگلات سے ۲۰۶۵۰۰ پونڈ اضافی آمدنی حاصل ہوئی تھی۔

ایسٹون حکومت کا ایک ابارہ ہے۔ برطانوی ہند کے صوبہ ہند اور وسط ہند کی دیسی زمینوں میں اس کی کاشت ہو سکتی ہے۔ اس کی فروخت

کے لیے محصول ادا کرنا اور لینس حاصل کرنا پڑتا ہے۔ اور خوشحاش کی کاشت کے لیے بھی لینس حاصل کر کے کی ضرورت ہے۔ برطانیہ کے علاقے سے جو پیداوار حاصل ہوتی ہے، حکومت کے گماشتے اُسے مقررہ قیمتوں پر خرید لیتے ہیں۔ حکومت کے کارخانوں میں انیون تیار کی جاتی ہے اور کلکتے میں بذریعہ ہرن فروخت کر دی جاتی ہے۔ دوسرے ملکوں کی محصولات انیون جب برطانیہ کے علاقے میں داخل ہوتی ہے تو اس پر محصول مقرر کیا جاتا ہے۔ ۱۹۱۶ء میں خالص آمدنی ۶۶۰۰۰ پونڈ تھی۔ چھٹے انیون کا خالص ۱۸۶۰۰ پونڈ تھا۔ گنت و شنید کے بعد بتدریج یہ تجارت رولی گئی تھی تھی کہ ۱۹۱۶ء میں وہ قلعاً سو قوت ہو گئی۔

محصول آمدنی سے ۱۹۱۶ء میں جو خالص رقم باقی رہی اس کی مقدار ۲۰۹۰۰۰ پونڈ تھی۔ کم سے کم آمدنی جس پر آج کل یہ محصول لگایا جاتا ہے، وہ ایک ہزار روپیہ ہے۔ ۲۰۰۰ روپیہ سکم آمدنیوں پر شرح ۲ فی صدی ہے۔ ۲۰۰۰ روپیہ اور اس سے زائد پر ۲ ۱/۲ فی صدی ہے۔ گویا ادنیٰ شرح کے مطابق انکم ٹیکس فی پونڈ ۵ پنس اور اعلیٰ شرح کے مطابق فی پونڈ ۶ پنس ہے۔ جن اشخاص کی آمدنی ۵۰۰۰ روپیہ ہو ان سے ایک ناؤڈ ٹیکس بھی وصول کیا جاتا ہے جس کی شرح فی پونڈ ۳ شلنگ ۳ پنس اور ۳ شلنگ ۹ پنس کے درمیان ہوتی ہے۔ انکم ٹیکس کا اثر زیادہ تر بڑے بڑے زمیندار، تھانہ، جہدہ داران، سرکاری اور ملکی پیشہ والوں پر پڑتا ہے۔

محصول ٹیکس بجز اس ضمیمہ محصول کے جو سوئی چیزوں پر لگایا جاتا ہے، محصول ٹیکس ہی ایک ایسا محصول ہے جس کا بار رعایا پر پڑتا ہے۔ ۱۹۱۶ء میں اس محصول سے ۳۰۰۰۰ پونڈ آمدنی حاصل ہوئی تھی۔ ٹیکس کی کچھ مقدار تو باہر سے دیا جاتا ہے اور کچھ مقامی طور پر گاؤں سے اور بدھو وغیرہ حاصل کیا جاتا ہے۔ ۱۹۱۶ء میں اس پر جو محصول کر ڈیگری یا محصول بجلی لگایا جاتا تھا، اس کی شرح فی من (۸۰ پونڈ) ایک روپیہ تھی۔ اگر ٹیکس کے سالانہ صرف کا اوسط لگایا جائے تو اس حساب سے شرح محصول فی من ۳ پنس ہوتی ہے۔ بسا اوقات یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ زراعت پیشہ طبقے پر یہ ٹیکس بہت کم ہے۔

نہیں حقیقت یہ ہے کہ اگر اصول نیک کو ترک کر دیں تو پھر بد شکل کوئی ایسا محصول دستیاب ہو سکتا ہے جس کا نقد یہی عام ہو، جو بہت کم ہوا بار بھی نہ ہو اور جس کی ادائیگی سے گریز بھی کیا جاسکے۔

مجموعہ سالانہ... ۵۳ پونڈ آمدنی حاصل ہوتی ہے۔ اس گھس کا بار فائدہ مندرجہ ذیل کے دو حصے پر فرماتا ہے۔ اس میں سے تقریباً دو تہائی حصہ سرکاری مالکوں کی نہیں پیشکش ہے جو ان سے مستفید ہونے والے اشخاص سے وصول کی جاتی ہے۔ بقیہ ایک تہائی آمدنی ان سالانہ سے حاصل ہوتی ہے جو تجارتی کاروبار میں جہاں روپیہ کالین دینی ہوتا ہے استعمال کیے جاتے ہیں۔

محلِ حسی جو زیادہ تر نشہ آور چیزوں پر لکائے جاتے ہیں۔۔۔ ۸۴۹ء
 آمدنی کا باعث تھے۔ ہندوستانیوں میں شاذ و نادر ہی ایسے اشخاص نظر آئیں گے
 جو سکرات کے استعمال میں متدال سے تجاوز کر جاتے ہوں۔ بلکہ ایک کثیر تعداد تو
 ان میں ایسے اشخاص ملے گی جو نہ ہی اسباب کی بنا پر ان چیزوں سے قطعی اجتناب
 کرتے ہیں۔ تمباکو لک کی ایک عام پیداوار ہے جو ایسے جلد نے پھاگائی جاتی ہے،
 ہندوؤں میں اس پر موصول ہوئی نہیں دکھایا جاتا۔

محصل کر ڈیگی ہے۔۔۔۔۔ ۵۷۰ پونہ غاغن آفاق حاصل ہوتی ہے۔ یہ زیادہ تر
سوتلی شیاؤں یا ندی، علی کا تیل، اشراب اور شکر سے وصول کیے جاتے ہیں۔ ~~۵۷۱~~
ایک مام حصول نکایا جاتا ہے جس کا اثر کثیر التعداد اشیا پر پڑتا ہے۔ ان میں ایک بڑی
تعداد ایسی ہے جن سے بہت قلیل آفاق حاصل ہوتی ہے۔ نہانہ سابق میں محاصل در آمد
۱۰ صوبہ بہت سی چیزوں پر لگائے جاتے تھے بلکہ ان کی شرح بھی اب سے بہت زیادہ
جستہ ہوتی تھی۔ ~~۵۷۲~~ مالی سبک کی اصلاح کا آغاز ہوا جو ~~۵۷۳~~ تک جاری رہی
اور جس کا میلان تجارت آزادی طرقت تھا۔ چنانچہ سال ۱۸۷۰ خراجہ کر میں صرف شک
شراب، ~~۵۷۴~~ اور زوریات جنگ کے محصول مافی رہ گئے تھے۔ بعد ازاں انہی کے
ساتھ سنی کے تیل کا محصول بھی شامل کر دیا گیا۔ یہ زیادہ تر روس اور یہاں سہائے متحدہ
اور یک سے حاصل کیا جاتا تھا۔ محاصل برآمدہ پہلے کثیر تعداد میں موجود تھے لیکن اب صرف
چاندل کی برآمد کا محصول باقی رہ گیا ہے۔ چاندل زیادہ تر برامیں لگایا جاتا ہے۔

فی ہندو ویٹ ۳۰۰۰۰۰۰۰ پونڈ آدنی حاصل ہوتی ہے۔
 ۱۸۸۶ء اور ۱۸۹۶ء کے درمیان میں قدر مکن ہو سکتا تھا، ہندوستان میں
 تجارت آزاد پر عملدرآمد جاری رہا، لیکن ۱۸۹۶ء میں جب روپے کی قدر گھٹ گئی اور
 اس کی وجہ سے بہت سی مشکلات رونما ہوئیں تو دو سال آدنی میں توسیع کرنے کی
 ضرورت لاحق ہوئی۔ اسی بنا پر یہ تجویز منظور کی گئی کہ آدنی کی اغراض کے لیے ایک عام
 محصول درآمد بہ شرح ۵ فی صدی مائد کیا جائے۔ ان محاصل کا مقصد ملکی صنعتوں کی
 تائید نہیں بلکہ محض آدنی حاصل کرنا تھا، چنانچہ اسی بنا پر ملک کے اندر جو سوتی مشیناں
 ہوتی تھیں، ان پر انسی شرح سے محصول چٹنگی مائد کیا گیا۔ اس محصول کے لیے صرف
 سوتی اشیاء منتخب کرنے کی وجہ یہ تھی کہ ہندوستان کی دیسی صنعتوں میں صرف یہ ایک
 ایسی صنعت تھی جو بیرونی ممالک سے مسابقت کر سکتی تھی۔ اس کے بعد فوراً ہی سوتی
 مصنوعات پر جو محصول کر ڈر گیا، اور محصول چٹنگی لگائے جاتے تھے، ان دونوں میں
 تخفیف کی گئی اور ان کی شرح ۲۰ فی صدی بحساب قیمت قرار پائی۔ وہ بے اور غلامی
 درآمد پر ایک فی صدی محصول لگایا جاتا ہے اور مشنری تو زیادہ تر بلا محصول ملک میں
 داخل ہوتی ہے۔

ڈاک اور تار کی خدمات ہندوستان میں نہایت ہی غریبی کے ساتھ افہام
 دی جاتی ہیں اور ساتھ ہی وہ ارزوں بھی ہیں۔ ۱۹۱۶ء میں آدنی ۳۰ لاکھ ۸۰ ہزار پونڈ
 اور مرقی ۳۰ لاکھ ۵۰ ہزار پونڈ تھا۔ سرمایہ خرچ شدہ کی مقدار ۵۰ لاکھ پونڈ تھی، ان خدمات
 کی وجہ سے ہندوستان پہ کوئی بار نہیں پڑتا اور ان سے بہت قلیل آدنی حاصل
 ہوتی ہے۔ دستاویزات کی رجسٹری کی بابت جو تجویزیں آدنی حاصل ہوتی ہیں وہ بطور
 معاوضہ خدمت کے ہے اور اس کا بار ایک محدود طبقے پر مائد ہوتا ہے۔

ریلویں ہندوستان میں ۱۸۳۳ء میل کے رقبے پر چلی چکی ہیں۔ یہ برطانوی
 اصل کی مدد سے جاری کی گئی تھیں اور اب وہ سرکاری ملک ہیں اور سرکار ہی ان کا
 انتظام کرتی ہے۔ ۱۸۹۹ء تک ان کی آدنی اتنی نہیں ہوتی تھی کہ اس سے ان کے
 اخراجات ٹل سکیں۔ لیکن اب ان کی بدولت محاصل آدنی حاصل ہوتے ہیں جس کی
 مقدار ۱۹۱۶ء میں ۴۰ لاکھ ۵۰ ہزار پونڈ تھی۔ واضح رہے کہ یہ مقدار وہ ہے جو

مصارف بکار و بار اصل کا سود اور ادائیگی قرض کی مدد کی نہیں مہیا کرنے کے بعد بچ رہی تھی۔ کل سرمایہ جو ریوں کی قریب میں لایا گیا ہے اس کی مقدار ۳۹۱۵۱۵۰۰ پونڈ ہے۔

آب پاشی نہ فارم سے فارم بٹے آب پاشی پر بہت بڑی رقمیں دین کی ہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ تقریباً ۲ کروڑ ۵۰ لاکھ ایکڑ زمین ناشکارہ کی لیے حاصل ہو چکی ہے۔ اور اس طرح لاکھوں زراعت پیشہ اسی میں روزی کمانے کے قابل ہو گئے ہیں جس سے آب پاشی سے جو خاص آمدنی حاصل ہوتی اس کی مدد سے سرمایہ بڑھتا رہتا ہے (۱۵۰۰۰۰۰۰ پونڈ) کے لئے لگاتار سے... ان کی مدد کی غرض سے یہ رقمیں لگائی جاتی ہیں۔ ان کی مالیت نہ ہی غرضی شدہ پر... ان کی مدد سے ہی زیادہ ہے۔

جمنہ وستان کا قرضہ مارچ ۱۹۱۵ء میں ۲ کروڑ ۳۵ لاکھ ۲۵ ہزار پونڈ تھا اور حکومت کی دوسری ذمہ داریوں (سیولنگ بنک، سرورس فنڈ وغیرہ) کی مقدار ۳ کروڑ ۲۹ لاکھ ۲۵ ہزار پونڈ تھی۔ اس میں سے حکومت نے ۵ کروڑ ۳۸ لاکھ ۲۵ ہزار پونڈ ریوں کی قریب میں اور ۳ کروڑ ۳ لاکھ ۴۴ ہزار پونڈ فارم بٹے آب پاشی پر خرچ کیے ہیں۔ یہ مصارف نہ صرف ملک کے نشوونما کا باعث ہوئے ہیں بلکہ ان کی بدولت ملک کے لیے حصول منافع کی ایک صورت مل آئی ہے اور آمدنی کا ایک مددگار ذریعہ پیدا ہو گیا ہے۔ مزید برآں حکومت نے نقد قیمت ادا کر کے یا سامانوں کے ذریعے سے نوٹ میں خریدیں جن پر کمپنیوں کے ۱۰ کروڑ ۸۰ لاکھ ۹۲ ہزار پونڈ خرچ ہو چکے تھے۔ ۱۳۹ دس ریاستوں، بند راجاؤں، محکوموں، شخصوں اور کاشتکاروں وغیرہ کو جو قرضے دیئے گئے ہیں ان کی مقدار ایک کروڑ ۵۰ لاکھ ۵۰ ہزار پونڈ اور ریوں کے قرضوں کی مقدار ۵۰ لاکھ ۵۰ ہزار پونڈ ہے۔ سرمایہ ذخیرہ طلباء و اعلیٰ مدارس میں ہے اور نقد قرضوں کی مقدار ۲ کروڑ ۵۰ لاکھ ۱۰ ہزار پونڈ ہے۔ غرض جس قدر سرمایہ ان مختلف صورتوں میں مشغول ہے وہ مجموعی طور پر قرضے کی مقدار سے کچھ زیادہ ہی ہے اور ان سے جس قدر منافع حاصل ہوتا ہے وہ قرضے کا سود ادا کرنے کے لیے کافی ہے۔ وہاں کوئی بے فنڈ (یعنی ماضی) قرضہ نہیں ہے۔ یورپین ممالک کے بڑے بڑے جنگی قرضوں، نیز ان کے بے انتہا جنگی و انتظامی اخراجات کا مقابلہ کرتے ہوئے یہ کہنا زیادہ ہے کہ منہ وستان کے مالیات بنایت قابل ملاحظہ

حالت میں ہیں۔

ہندوستان کے مخصوص حالات، اس کے مختلف اقوام کی تاریخ اور ان کے خصوصیات، اور ان کے ہدایا نہ نصب العین اور طرز زندگی، ان تمام باتوں کو پیش نظر رکھ کر جب وہاں کے موجودہ مالی نظام کے نتائج پر نظر ڈالی جاتی ہے تو اس کا مناسب و موزوں چونا خود بخود ثبات ہو جاتا ہے۔ باوجود اس کے کہ وہاں حالات برطانیہ عظمیٰ سے بالکل مختلف ہیں، لیکن پھر بھی آدمی اس حق کے قوانین کی پابندی کی جاتی ہے۔ ایک طرف تو کفایت اور پیداواری کا لحاظ رکھا جاتا ہے اور دوسری طرف ٹیکس کے بار کو ہر شخص کی استطاعت کے مطابق بنانے کی کوشش کی جاتی ہے تاکہ قانون مساوات کی غلات ورزی نہ ہو۔

۱۷۱۵ء میں ہندوستان سے تجارتی مال کا سبب کی برآمد بقدر ۱۷۱۵۱۱۱ پونڈ

اور درآمد بقدر ۱۷۶۲۱۰۰ پونڈ تھی۔ اس لیے ملاوہ سونے چاندی کی برآمد و درآمد

ترتیب وار بقدر ۳۵۲۹۰۰ پونڈ اور ۱۴۵۳۰۰۰ پونڈ تھی۔ ہندوستان کے

ناموافق توازن کی تشبیہ یہ ہے کہ معارف معلومت کی بابت ہندوستان برطانیہ عظمیٰ کو

بہت سی رقمیں ادا کرتا ہے اور اس کے ملاوہ ہندوستانی ریلوں اور مختلف صنعتوں

مثلاً چائے، نیل، روئی، سن وغیرہ میں جو برطانوی اصل لگا ہوا ہے اس پر سود

ادا کیا جاتا ہے۔ دوسرے ممالک تاجروں، تھانوں والوں اور بنف داروں کے

منافع اور ان رقوم پر شتل ہیں جو انگریز ملازمین برطانوی عظمیٰ کو روانہ کرتے رہتے ہیں۔

سامان درآمد کا دوا بانی صلاطنت متحدہ سے حاصل کیا جاتا ہے۔

تقریباً ۱۰ فی صدی برطانوی مقبوضات سے اور بقیہ دوسرے ممالک سے۔

سامان برآمد مند رجہ ذیل اشیاء پر شتل ہوتا ہے :- خام پیداواریں

روئی، سن، چمڑے، لکھائیں، رنگ کی اشیاء، ریشم وغیرہ اشیاء خورداک اچلے

کافی، گیسوں، پائوڈر وغیرہ، مصنوعات دستی ڈور اور ٹاکا، روئی اور سن کی

جنی ہوئی چیزیں، اور دوسری اشیاء۔

ذکورہ بالا سامان برآمد میں سے تقریباً نصف حصہ ایسا ہے جسے

آزاد بازار میں ہندو بقیہ سامان پر ملک درآمد میں حصول عائد کیے جاتے ہیں۔

یہ حصول یا تو آمدنی کی فہم سے لگائے جاتے ہیں جیسے کہ انگلستان میں چائے کا حصول زیادہ دوسرے ملک کے تاجروں کے نام پر ہوتا ہے۔ چنانچہ ان ملک ہندوستانی تجارت کا تعلق ہے، ترجیح کا کوئی طریق اس کے لیے مفید نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس میں قویہ قابلیت ہی نہیں کہ اس کی تجارت کو بہت زیادہ بڑھا سکیں، البتہ متباکو اور نیل دو چیزیں ایسی ہیں جو ترجیح سے مستفید ہو سکتی ہیں۔ شہنشاہی کے حدود میں یہ بھی محاصل اختیار کرنے کی بابت حکومت ہند نے بن مالات کا اظہار کیا ہے، ان کا اس طرح خلاصہ کیا گیا ہے، حکومت کی نیلی کتاب نمبر ۱۹۳۱۔

”ایک تو یہ کہ کسی ایسے طریق کے بغیر ہی ہندوستان کو غیر معمولی طور پر وہ تمام فوائد حاصل ہیں جو درآمد و برآمد کے آزادانہ مبادلے کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ اگر خالص معاشی نقطہ نظر سے اس مسئلے پر غور کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ ہندوستان کی طرف سے شہنشاہی کو بہت زیادہ نہیں بلکہ شاید کسی قدر فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ برملات اس کے خود ہندوستان کو اس کے معاوضے میں کوئی فائدہ نہیں مل سکتا۔ بلکہ اس کو اپنی تجارت کا بہت بڑا حصہ کھو دینا یا اس کو خطرے میں ڈالنا پڑے گا۔“

”تیسرے یہ کہ غیر اقوام انتظام لینے پر آمادہ ہو جائیں گی اور گونا گوارہ کامیاب نہ ہوں، تاہم یہ خطرہ اس قدر اہم اور اس کے نتائج اس قدر تباہ کن ہوں گے کہ اس قسم کا کوئی نیا مسلک اختیار کرنا ہمارے لیے اس وقت تک قرین انصاف نہیں ہو سکتا جب تک کہ ہم یہ یقین نہ ہو جائے کہ اب تک اس مسلک کی جس قدر خوبیاں نظر آتی ہیں ان سے کہیں زیادہ اور یقینی فوائد اس کی بدولت حاصل ہوں گے؟“

فرانس (۱۹۱۳-۱۹۱۴ء)

اب ہم ایک ایسے ممالک کے مالی نظام پر نظر ڈالتے ہیں جو متعدد باتوں میں برطانیہ مظنی سے بہت مشابہ ہے لیکن پھر بھی بعض اہم ملات میں اس سے مختلف ہے۔ فرانس کی آبادی تقریباً چار کروڑ ہے۔ اس کا رقبہ ۴۰۷۰۰ مربع میل پر

پھیلا ہوا ہے۔ یہ ملک بمقابل برطانیہ عظمیٰ کے زیادہ ذرا ہمتی ہے اور جہاں تک غذائی ضروریات کا تعلق ہے، تقریباً خود کفیل ہے۔ اس کے معدنی وسائل بہت زیادہ نہیں ہیں، اور اس کی صنعتیں برطانیہ عظمیٰ کی صنعتوں سے چھوٹی ہیں۔ اس کا سامل اس قدر ٹھیل نہیں ہے جتنا کہ اس کے پڑوسی جزیرے کا۔ کونخارجی تجارت کے لیے اس کے پاس عمدہ بندرگاہیں کافی تعداد میں موجود ہیں اور یوروپ کے دوسرے ممالک سے وہ نسبت زیادہ قریب بھی ہے۔

۱۹۱۳ء میں فرانس کے خارجہ کا تخمینہ ۲۳،۶۶۵،۰۰۰ پونڈ کیا گیا تھا۔

اس میں اور سلطنت متحدہ کے خارجہ میں بہت تھوڑا فرق ہے۔ یہ منسارج پانچ صوبوں میں تقسیم کیے جاتے ہیں۔

(۱) قرضہ عامہ کا خرچ ۱۵،۶۹۵،۰۰۰ پونڈ اس میں ایک تو قرضے کا سود

اور اس کی بہت دوسرے اخراجات شامل ہیں۔ فرانس کے قرضہ عامہ کی مقدار

۱۰،۱۵۰،۰۰۰ پونڈ ہے اور ان کے علاوہ ۱۰،۵۸۹،۴۰۰ پونڈ فوجی بحری اور

دیوانی وظائف کی بابت شریک ہیں۔ فرانس میں ان وظائف کا شمار قرضہ عامہ کی

ذمہ داریوں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ اور ان کی مقدار روز بروز بڑھتی جا رہی ہے۔

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ قرضہ عامہ میں سے تقریباً ۳۰ کروڑ پونڈ کی رقم وہ ہے جو

فرانس کی دلوں میں لگائی گئی ہے اور یہ بالآخر حکومت کی ملک بن جائیں گی۔

(۲) حکومت عامہ کے اخراجات :- ۱۰،۴۶۵،۰۰۰ پونڈ۔ اس رقم کو

در اصل فرانس کی سیول لسٹ (یا اخراجات شاہی) کہنا چاہیے۔ اس پر پریزیڈنٹ کی

تخاواہ اور ایجن سینٹ اور میران ڈپوٹس کی تنخواہیں نیز عظامی اخراجات شامل ہیں۔

(۳) سررشتہ جات سرکاری کے اخراجات :- ۱۰،۸۹۸،۰۹۳ پونڈ۔

اس میں ملک جنگ کی بہت ۳۹،۳۲۸،۰۰۰ پونڈ شریک ہیں، بحریہ کی بہت ۱۸،۵۵۰،۰۰۰ پونڈ

عظیم کی ۱۵،۵۵۰،۰۰۰ پونڈ، آبداریات کی بہت ۴۲۲،۴۰۰ پونڈ اور نسامت کی

بہت ۲۲،۰۰۰ پونڈ، یہ ایک قابل لحاظ بات ہے کہ آبداریات کی بدولت حکومت کو

اس قدر مصارف برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ فوجی تحفظ ان مصارف کا سب سے

جواز دہے۔ نہ امداد کا طریق کئی اور اپ پر مشتمل ہے سناساتی فنون کی امدادی دیکھیں،

گھڑوں، سیلوں، مڑوں، وزن اور پٹان کے پٹاؤں، معدنی آئینوں اور مذہبی یا دوسرے اداروں کے املاک پر عائد ہوتے ہیں مجموعی طور پر ان سے ۶۳۰.۵۳۸ پونڈ آمدنی دستیاب ہوتی ہے۔

(۳۱) رجسٹریشن۔ اس عنوان میں وہ ٹیکس شامل ہیں جو افعال و اعمال پر لگائے جاتے ہیں تاکہ سرکاری طور پر ان کا داخلہ ہونے سے وہ قانون کی نظر میں تسلیم کیے جاسکیں۔ فروخت جائیداد، ہبہ وراثت، رہن، دیوانی و انتظامی عدالتی کالہ وائیاں، یہ سب انہی میں شامل ہیں۔ ان کی آمدنی ۲۱۱۳۵۹ پونڈ تھی جو مجموعی آمدنی کا ۱۶ فی صدی حصہ تھی۔ محاسن وراثت کی ایک لمبی چوڑی اسٹیٹ ہے جس میں اصول سزاؤں، شہید کیا گیا ہے۔ یہ اصول دو طرح سے منطبق کیا جاتا ہے (۱) ایک تو قرابت داری کے لحاظ سے جس کے ساتھ ماراج مقرر کیے گئے ہیں اور دوسرے (۲) جائیداد کی مالیت کے لحاظ سے جس کے بارے میں ماراج قرار دیے گئے ہیں۔ یہ اسٹیٹ برطانیہ کے محاسب کی اسٹیٹ سے بہت مشابہ ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ شاید برطانیہ کے ۱۹۹۹ لاکھ والے قانون مالیات کے نمونے پر بنائی گئی ہے۔

(۳۲) سٹامپ سے ۱۹۲۲۲۰ پونڈ آمدنی حاصل ہوتی ہے۔ برائے کاروبار سے ۱۹۸۵۸۰ پونڈ۔ رمانٹ کے سوا دوسرے تمام شکست کی آمدنی پر جو ٹیکس لگائے جاتے ہیں ان سے ۸۳۹۹۰ پونڈ۔ اصولاً یہ شعبہ بد قانونی نظام کے کم و بیش ایسے ہی محسولے مطابق ہے جہاں اس پر خاص طور پر مالے زرق کی ضرورت نہیں ہے۔

(۳۳) کروڑ گیری سے جو آمدنی حاصل ہوتی ہے وہ ۱۳۵۸۰۳۹ پونڈ یا مجموعی آمدنی کا ۱۳ فی صدی حصہ ہے۔ یہ شعبہ ہرگز شخص آمدنی کی اغراض کے لیے نہیں ہے بلکہ اس سے ملکی صنعتوں کی تائین بھی مقصود ہے۔ محاسب کی نقد ادبیت تیرہ ہے اور وہ اشیائے عوام، پیداوار عام، اور مصنوعات پر عائد ہوتے ہیں۔ ان میں سے کچھ تو ایسے ہیں جن سے بہت کم آمدنی حاصل ہوتی ہے۔ اور بعض ایسے بھی ہیں جو کھڑا دینوں کو ملک میں داخل ہوتے سے روکتے اور اس طرح فراہمی صنعت کی ترقی میں مانع ہوتے ہیں۔ آمدنی جو دراصل حاصل ہوتی ہے وہ چند غیر تائینی محاسب کی بدولت ہے اور ان میں بھی صرف کالی اور مٹی کا تیل ایک بڑے حصہ آمدنی کا باعث ہیں۔ بہت سے محاسب صرف

جزئی طور پر بتائی ہیں۔ اس طریق میں وہ تمام خامیاں موجود ہیں جو گیس کا کڑی سختوں کو
محفوظ رکھنے کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ برطانوی محاسن کردہ ڈگری کے مقابلے میں فرانس کے
محاسن ارد ڈگری کے تغیر پذیر ہیں۔ رسد کے اتفاقی تغیرات سے وہ بہت زیادہ متاثر
ہوتے ہیں۔ انھیں وصول کرنے کے مصارف بھی نسبتہ زیادہ ہوتے ہیں اور ان سے
ایک بالواسطہ نقصان یہ بھی پہنچتا ہے کہ وہ ملک کی تجارت و صنعت و حرفت میں مائل
ہوتے ہیں۔

اندرونی بالواسطہ گیس دھنگی ۱۱۔ اس شعبے میں شراب سازی کے گیس شراب فروشی
کے بیسن، ہلکے گیس، اور ریوے کی آمد و رفت کے گیس شامل ہیں مان ۱۹۰۴ء ۱۹۰۵ء
یا ۱۹۰۶ء کی ۱۴ فی صدی حد دستیاب ہوتا ہے۔ ایشیائے غور و خوش پر گیس لگانے کا
رواج چند صدیوں سے موجود ہے۔ لیکن سترھویں صدی میں یہ گیس بہت زیادہ
بڑھ گئے تھے اور بالخصوص مغرب طبعوں پر ان کا بار نہایت گراں تھا اس کا ایک سبب تو
گیس کی خشک داری کا طریق تھا اور دوسرے یہ کہ اعلیٰ طبقے والی گیس سے مستثنیٰ تھے اور
اس کے علاوہ دوسرے بڑے بڑے مقامی امتیازات بھی تھے۔ انقلابِ عظیم کے موقع پر
یہ تمام بالواسطہ گیس منسوخ کر دیے گئے تھے لیکن یہ نتیجہ محض عارضی تھی کیونکہ بعد ازاں وہ
دوبارہ عائد کر دیے گئے۔ البتہ ان میں پہلے کی طرح عدم مساوات باقی نہ رہی تھی
اس کے بعد سے مرکزی اور مقامی دونوں حکومتیں آمدنی حاصل کرنے کی غرض سے
نہایت وسیع پیمانے پر ان گیسوں کو استعمال کرتی رہی ہیں۔ مسئلہ میں مشروہات کے

۱۲۔ اس تاریخی سلسلہ کا اثر گیسوں کی شامل سے نچوڑا واضح ہوتا ہے۔ فرانس میں گیسوں کا واسطہ
صرف فی گیس ۰.۰۴ پونڈ سے کم ہوا ہے۔ محمولہ مادہ (یعنی کوئلہ) ٹھیکہ پنشن نے
سلاوی ہے (۱) کا نتیجہ یہ ہے کہ گیسوں کی حد تک، بجز ان سالوں کے جبکہ فصلِ خراب
ہو جاتی ہے، فرانس علاقہ خود کفیل ہے۔ ۱۲ سال کے دوران میں درآمد کی مقدار
مجھبی رسد کے ۱۱، اور ۲۰ فی صدی کے درمیان رہتی رہی۔ لیکن جہاں تک قیمت کا تعلق ہے
فرانس میں وہی کوئلہ ۴۰ شنگل پنشن تھی اور اٹھتے ۱۰ شنگل پنشن۔ دلائل یہ
ہلکی کتاب بری سی، ڈی ۱۱، صفحہ ۴۴۱۔

محاصل میں پھر تغیر و تبدل کیا گیا جن کی غایت یہ تھی کہ صحت بخش مشروبات (یعنی سائڈر، بیر، وغیرہ) کے محسوس میں تخفیف اور انکمل والے مشروبات کے محسوس میں اضافہ کیا جائے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مشروبات کی مجموعی آمدنی پونڈ تک تقریباً پونڈ صرت انکمل کی فروخت اور انکمل فروشی کے میسنس سے حاصل ہوئے۔ انکمل سے جو قومی آمدنی حاصل ہوتی ہے، اس کے علاوہ مقامی اور بلدیات کے اغراض کے لیے مشروبات سے آکر اٹانے لے ذریعے مزید پونڈ یا اس سے کچھ زائد ہی وصول کیے جاتے ہیں۔

محمصول ریلوے جو مسافروں اور مال پر لگایا جاتا ہے، بہت گراں ہے۔ فرانس میں اس محصول کا بار مسافروں اور تجارت پر عائد ہوتا ہے کیونکہ اصل پر سود ادا کرنے کی حکومت خود ذمہ دار ہوتی ہے۔ فرانس میں ریلوں کا اس قدر بڑا نظام محض سرکاری مراعات کے تحت نشوونما پا سکا ہے۔ البتہ ۱۹۶۶ء اور ۱۹۶۷ء کے درمیان ملک کی تمام ریلیں حکومت کی ملک بن جائیں گی۔ اطرا جات تقریباً ۲۵ فی صدی حصہ حکومت کی جانب سے شریک کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ ریلوں کی دیکھ بھال اور حصص کے منافع کی تکمیل کے لیے بھی حکومت ہر سال کچھ نہ کچھ رقمیں ہمہ تن پاتی رہتی ہے جو مصارف سرمایہ میں شامل ہوتی ہیں۔ یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہے گا جب تک کہ مراعات کا زمانہ ختم نہ ہو جائے گا اور سرکار خود ریلوں کی مالک نہ بن جائے گی۔ (۷) محصول شکر سے ۱۹۶۷ء میں ۶۰.۷۶۰ پونڈ آمدنی حاصل ہوئی تھی۔

۱۹۶۷ء کے برسزوائے سمجھوتے سے کس مصنوعی طور پر اخراجات دے دے کر شکر کی پیداوار کو ابھارا جاتا تھا۔ فرانس اور اس کی آبادیات کی مجموعی پیداوار سا مانہ تقریباً فرانسیسی ٹن ہوتی تھی۔ اس میں سے ٹن شکر خود فرانس میں صرف ہوتی تھی اور بقیہ مقدار کو اخراجات دے دے کر ملک سے باہر روانہ کیا جاتا تھا۔ لیکن جب اخراجات کا طریقہ متروک کر دیا گیا اور ۱۹۶۷ء میں محصول منگی میں تخفیف کردی گئی تو برآمد کی مقدار گھٹ گئی۔ فرانس میں شکر زیادہ صرت ہونے لگی اور عام طور پر مصنوعات ترقی کرنے لگیں۔ شکر بھی انہی مصنوعات کا ایک جزو ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اخراجات کی بچت سے فرانس کو خاص خاص معاشی فائدہ حاصل ہوا۔

شکر، مدد اور پہلے سے زیادہ نقد، دیں استعمال ہونے لگی اور جن صنعتوں میں عکس سے کام لیا جاتا تھا ان کی بھی بالواسطہ طور پر بہت افزائی ہوئی۔

(۹) سرکاری اجارے اور خدمات سے ۱۵۶۶ء تا ۱۷۰۳ء پونڈ آمدنی حاصل ہوئی جس میں سے ۲۰۰۰۰۰ پونڈ تمام آمدنی ذرا کم ہمارا وٹیلیفون کی بابت تھی۔ لیکن اس شعبے کا ایک دلچسپ جزو وہ آمدنی ہے جو مختلف صنعتوں سے حاصل ہوتی ہے۔ ان صنعتوں کا کاروبار حکومت خود بطور کوئی اجاروں نے چلاتی ہے۔ برطانوی نظام میں اس کا کوئی راز نہ تھا۔ یہی نہیں ہے۔ ان اجاروں میں تباکو سے ۱۸۰۰۰۰ پونڈ اور دیاسلائی اور بارود سے مجموعی طور پر ۱۶۰۰۰۰ پونڈ آمدنی حاصل ہوتی ہے۔ واضح رہے کہ یہ آمدنی ان صنعتوں کے معمولی منافع سے مستجاب نہیں ہوتی بلکہ اس کا واسطہ دہنیت اجارہ سے طلبہ و رسد کے اثر سے نہیں ہوتی بلکہ مصنوعی طور پر مقرر کی جاتی ہے۔ گویا دراصل وہ ایک طرح کا ٹیکس ہے جو ایک خاص طبقے پر عائد کیا جاتا ہے۔ یہ کاری انتظام سے پیداوار کا کام چلائے۔ معاشی نقطہ نظر سے جو اعلیٰ انصاف لاحق ہوتے ہیں ان پر کسی گزشتہ باب میں بحث کی جا چکی ہے۔ جہاں تک تباکو کا تعلق ہے اس پر بقیہ امور و بات کے یہ اعلیٰ انصاف نہ عائد ہوتے ہیں۔ تاہم مسابقت کے رک جانے سے کچھ نہ کچھ نقصان اس میں بھی گزرتا ہے۔ اور یہ نقصان محض اس وجہ سے رفع نہیں ہو جاتا کہ حکومت کا مقصد ٹیکس وصول کرنا ہے۔ یہ مال ٹیکس وصول کرنے کا یہ طریقہ فراہم میں ایک طویل مدت سے جاری ہے اور اس میں کسی طرح کا تغیر و تبدل کرنا بہت دیر تک طلب ہوتا ہے۔

(۱۰) سرکاری اراضی سے ۱۸۵۰ء تا ۱۹۰۰ء پونڈ آمدنی حاصل ہوتی ہے جنگلات اور لکڑی اس میں بہت بڑا حصہ ہوتا ہے۔ مصارف انتظام کی مقدار ۱۸۵۰ء پونڈ ہے۔ نقد آمدنی لی گئیں اور سرے متفرق خاک سرکاری میں دولت یا ٹیکسوں سے اور ایسی یہ اٹوں سے ہوتی ہے جن کا کوئی دعویدار نہ ہو۔ مقامی حکومت کے اخراجات کے لیے فراہم کو چھوٹے چھوٹے علاقوں میں تحسین کیا گیا ہے جو کیوں کہلاتے ہیں، نقد اور میں بہت کثیر ہیں اور بہ لحاظ رقبہ اور آبادی ایک دوسرے سے بہت

مختلف ہیں۔ ان میں سے اکثروں میں دجن میں تمام بڑے بڑے شہر شامل ہیں، حصول آمدنی کا مسلہ طریق یہ ہے کہ جب خور و نوش کی چیزیں شہر وں میں داخل ہوتی ہیں تو اس وقت ان سے آکرٹے یا محصول و غلہ وصول کیا جاتا ہے۔ یہ محاصل زیادہ تر مشروبات پر لگائے جاتے ہیں اور ان میں بھی خاصہ مراکز مشروبات پر جن میں انصاف ناجزو شامل ہوتا ہے۔ لیکن اس کے علاوہ عداۃ بندھن، چارہ اور غام پیداواروں پر بھی وہ عائد ہوتے ہیں۔ بطریق اور اس کے معاشی اثرات مقامی ٹیکس کے باب میں بیان کیے گئے ہیں۔ مقامی آمدنی کا ایک دوسری خاص ذریعہ ہے۔ زمین اور ذاتی جائیداد، تجارتی لیسنس، دروازے اور دریچے لازمی گھوٹے اور سیٹلوں وغیرہ سے براہ راست جو ٹیکس وصول کیے جاتے ہیں، ان میں مقامی حکومت کا بھی حصہ شامل ہوتا ہے۔ مرکزی حکومت کے ٹیکسوں کے ساتھ ساتھ مزید سائٹیم کے نام سے یہ ٹیکس عائد کیے جاتے ہیں اور مختلف ڈپارٹمنٹ اور کیونڈوں میں ہر ایک کی خاص ضروریات کے لحاظ سے تقسیم کیے جاتے ہیں۔

فرانسیسی مالی نظام کے اس مختصر خاکے سے یہ بات کافی طور پر نمایاں ہو جاتی ہے کہ اس میں اور برطانوی نظام میں کوئی باتیں خاص طور پر مقابلے کے لائق ہیں، ہر ایک کی خاص خوبیاں کیا ہیں اور کیونکر تاریخی اور سیاسی حالات کے اختلافات سے ٹیکس کے طریقوں میں بھی اختلافات رونما ہوتے ہیں۔

نویں فصل

مقامی ٹکس

مقامی ٹکسوں کا مضمون بہت ہی پیچیدہ ہے۔ مقامی اخراجات کے لیے محمول آمدنی کے سب سے زیادہ پیداوار اور زرعی برائے تمام طریقے کیا ہیں اور موجودہ نظام کے تحت شروع و حقیقی بار ٹکس پر عالمہ ہوتا ہے۔ ان دونوں سوالات کے متعلق زیر دست اختلاف رائے ہے۔

مقامی اخراجات کے لیے جو ٹکس لگائے جاتے ہیں وہ اصطلاحاً شروع ہلاتے ہیں اور ان کی وجہ تسمیہ ان کا طریق قطع ہے۔ یہ ٹکس جائیداد غیر منقولہ زمین و مکانات اور کاروباری عمارات و اداریہ پر لگائے جاتے ہیں۔ خاص مکان کی بنا پر ان کی جو مالیت قرار پاتی ہے اسی لحاظ سے ان کی شرح متین ہوتی ہے۔ مقامی حکومتوں کے اختیار حاصل ہوتا ہے کہ محدود رقموں کے اندر اس قسم کے ٹکس عائد کریں۔ جن رقموں میں یہ ٹکس لگائے جاتے ہیں وہ بہ لحاظ وسعت اور جائیداد کی مالیت کے ایک دوسرے سے بہت مختلف ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مختلف مقامات میں مختلف شروع و کمائی دیتے ہیں۔ شاہی اخراجات کے لیے اغیار ٹکس لگانے کا طریقہ یہ ہے کہ ہر ایک حرف میں آنے والے جزو سے محصول وصول کیا جاتا ہے۔ میں جہاں تک مقامی ٹکس کا تعلق ہے یہ طریقہ بالکل الٹ دیا جاتا ہے یہاں سب سے پہلے یہ دیکھا جاتا ہے کہ مجموعی طور پر کس قدر مقدار مطلوب ہے۔ بعد ازاں اس رقم کی مل جائیداد کی مالیت کا اندازہ کیا جاتا ہے اور ان دونوں مقداروں میں جو نسبت قرار پاتی ہے اسی تناسب سے لی پونڈ شروع مقرر کی جاتی ہے۔

اور اسی طرح کے مطابق ہر شخص اپنی جائیداد کی تفصیص شدہ مالیت پر ٹکس ادا کرتا ہے۔

شاہی ٹکسوں کی طرح شروع بھی ایک قسم کا جبری چندہ ہیں جو عام خدمت کے معاوضے میں وصول کیا جاتا ہے۔ لیکن شاہی اور مقامی ٹکسوں میں اس قدر فرق ضرور ہے کہ آخر الذکر ایک محدود درجے کے لیے مخصوص کر دیے جاتے اور اس کے حق میں مایاں طور پر فیض رساں ہوتے ہیں۔ یہ افادہ گیران کا مقصد زیادہ واضح ہوتا ہے اور ان کے نتائج مقامی باشندوں کے لیے مستفید سہولتوں کی شکل میں بدیہی طور پر نظر آتے ہیں۔ سرکاری، حفظان صحت، روشنی، چمن بندی، ٹران ہال وغیرہ ان سہولتوں کی چند مثالیں ہیں۔ دوسرے یہ کہ مقامی ٹکس بمقابلہ قومی ٹکس کے اصول معاوضہ خدمت کے زیادہ مطابق ہے۔ کیونکہ ادا کنندہ کو اس اشار کے معاوضے میں ایک بدیہی خدمت میسر ہوتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ہر ملک کی آمدنی کا کچھ حصہ ایسی خدمات کی انجام دہی میں صرف کیا جاتا ہے جو قومی نوعیت کے ہوتے ہیں اور جن کا افادہ زیادہ عام ہوتا ہے، مثلاً پولیس، تعلیم اور امداد محتاجوں کے اخراجات۔ اس قسم کے فرائض عامہ کا مسلک تو خود حکومت طے کرتی ہے بلکہ بعض اوقات معیار کارگزاری بھی وہی معین کر دیتی ہے۔ البتہ نکلیت کے خیال سے ملکی اخراجات مقامی ضرورتوں کے سپرد ہوتے ہیں۔ لیکن مرکزی حکومت کی ان پر ضرور نگرانی ہوتی ہے۔ چونکہ ان خدمات سے جو فوائد حاصل ہوتے ہیں وہ باطل مقامی نہیں بلکہ جمیعت مجموعی تمام قوم کے حق میں مفید ہوتے ہیں، لہذا مرکزی حکومت شاہی ٹکسوں کی آمدنی سے کچھ امداد عطا کرتی اور اس طرح خود بھی ان خدمات کے معیار میں شریک ہوتی ہے۔

شروع نکلیت کا اصول خاص کر نکلیت کے قانون محتاجوں کے بارے میں موجود ہے۔ چونکہ پہلے ہی سے شاہی ٹکسوں کے اخراجات ہر چہ شے کے تفصیص تھے لہذا اسی قانون کے مطابق پہلے ہی کو مقامی اکائی قرار دیا گیا۔ زمانہ جدید میں جوں جوں حکومت اور بدلتے بات کی بدولت وہیں تو وسیع ہوئے ملکی مقامی حکومتوں نے نئے فرائض عائد کیے گئے اور شروع نکلیت کے متعلق ان کے اختیارات میں

توسیع کی گئی۔ اس طرح گزشتہ پچاس سال کے دوران میں اس طریقے کو بہت ترقی ہوئی، بالخصوص شہری اضلاع میں جہاں آبادی سرعت کے ساتھ بڑھ گئی ہے اور اصلاحات متواتر جاری ہیں۔

۱۳۰۱ء میں پاکستان اور ویکٹرز کے مقامی خراج کی مقدار ۱۱۱۳۲۵۱۱ روپے تھی۔ اس میں سے ۱۲۷۱۵۶۱ روپے پنڈیا ۲۲ فی صدی حصہ شروع سے حاصل کیا گیا تھا، ۱۱۹۰۷۱۹ روپے پنڈیا ۱۲ فی صدی قرضوں سے ۲۲۶۱۷۲۶۱ روپے پنڈیا ۱۳۰ فی صدی مرکزی حکومت نے شاہی آمدنی سے ملایا تھا، ۱۸۹۷۷۵۹ روپے پنڈیا ۹ فی صدی حصہ مختلف کاروبار کی زائد آمدنی کا خیمہ تھا، بقیہ ۲۶۷۵۹۷۳۹ روپے پنڈیا ۲۲ فی صدی حصہ نفع بخش کاروبار کے منافع سے دستیاب ہوا تھا۔ (ٹریسوس) گیس، برقی قوت، آب رسانی اور شخصیت کی جائداد کا لگان، اس قسم کے کاروبار کی مثالیں ہیں۔

مقامی خراج بنایت سرعت کے ساتھ بڑھتا ہے۔ ۱۳۰۱ء میں اس کی مقدار ۵۳۳۲۰۰۰ روپے تھی۔ ۳۱ سال کی مدت میں یہ مقدار ستر گنی سے بھی زیادہ ہو گئی۔ اور شروع میں بھی ۳ شلنگ ۱۲ پنس سے ۶ شلنگ ۸ پنس تک (۱۸۱۳ء) اضافہ ہو گیا۔

اس میں شک نہیں کہ ابتدائے شروع لگائے گئے کا یہی مقصد تھا کہ ہر ملک کے باشندے مقامی محتاجوں کی امداد اور دوسرے مقامی اخراجات کے لیے اپنی اپنی استطاعت یا وسائل کے تناسب سے چند ادا کریں، خیال یہ کیا جاتا تھا کہ ہر شخص کے دیر پا اٹھانے کے اراضی اور مکانات اس کی استطاعت کا صحیح معیار ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ اس زمانے کے سیدھے سادے حالات کا لحاظ کرتے ہوئے یہ اصول اور اس کا معیار بددوئوں میں براہان تھے۔ لیکن زمانہ موجودہ میں گیس کے اس بنیادی اصول کی تکمیل بہت دقت طلب ہے باوجود اس کے کہ قومی گیسوں میں نظریہ معاوضہ خدمت کا مطلق لحاظ نہیں کیا جاسکتا۔ پھر بھی محکمہ گیس کے ذریعے سے اصلاحات کا خلیجہ اندازہ ہیں کیا جاسکتا ہے۔ مقامی گیس میں تو اصلاحات کا معیار اور بھی کم مناسب ہے بلکہ اس صورت میں

مقامی باشندے اور جانداروں کے مالک ٹکس سے بہت کچھ براہ راست نہیں یا ب ہوتے ہیں اور ان سے ہمیشہ نئے نئے ٹکسوں کا مطالبہ جاری رہتا ہے تاکہ ایک نہ ایک جہ یہ اصلاح کی جائے یا کوئی مذید سہولت ہم پہنچائے گا، نظام ہو سکے۔

بعض لوگوں کی یہ تجویز ہے کہ مقامی اخراجات کے لیے اٹلم ٹکس کے ذریعے سے آمدنی ہم پہنچائی جائے۔ لیکن زمانہ موجودہ میں ایک اعلیٰ ترقی یافتہ ملک کے حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے اٹلم ٹکس کا طریقہ اس بات کے لیے کچھ زیادہ موزوں نہیں معلوم ہوتا کہ مقامی اصلاحات کے مخصوص فوائد کا اس کے ذریعے سے معاوضہ وصول کیا جائے۔ مقامی اخراجات کی بدولت باشندوں کو جو فیوض حاصل ہوتے ہیں یہ ضروری نہیں کہ آمدنی کے ذریعے سے ان کا صحیح اندازہ ہو سکے، کیونکہ بسا اوقات آمدنیاں ایسے ذرائع سے حاصل کی جاتی ہیں جن کا اس مقام سے مطلق کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ مذید براں ہفتہ وار اجرت پانے والے طبقوں کی ایک بڑی تعداد سے معمولی آمدنی وصول کرنا بہت وقت طلب ہوگا، حالانکہ متعدد مقامات میں جی لوگ آمدنی کا بہت بڑا عندہ ہوتے ہیں اور مقامی اخراجات کے فوائد سے روزانہ مستفیض ہوتے رہتے ہیں۔ لہذا مقامی ٹکس کے لیے کوئی معیار تلاش کرنے وقت یہ ضروری ہے کہ ہم مقامی اخراجات کی نوعیت اور ان کے نتائج پر غور کریں اور یہ پتہ لگائیں کہ کون کون ان کے فوائد سے مستفید ہوتے ہیں۔ کیونکہ اس قسم کے تمام اخراجات خاص طور پر مقامی ہوتے ہیں اور مقامی باشندوں ہی کی نفع مندی پر ان کی مقدار کا انحصار ہوتا ہے۔

ملک یورپ میں مقامی آمدنی حاصل کرنے کا ایک عام ذریعہ مقامی محصول کرڈ گیری یا اکڑا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ محصولات کرڈ گیری نیز محصولات چنگلی

ہے۔ بعض بددینی مالک اور برطانوی ذآبادیات میں مقامی اخراجات کے لیے اٹلم ٹکس کا طریق اختیار کیا جاتا ہے۔ پرآشیا اور آئرلینڈ میں تو می اور مقامی اٹلم ٹکس ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ آؤفیر پر اور آس میں تو وہ محض مقامی اخراجات کے لیے مفید کیا جاتا ہے۔

گو قومی آمدنی کا کچھ حصہ حاصل کرنے کے لیے نہایت سوزوں میں، تاہم چھوٹے چھوٹے
قبوں کے لیے وہ قطعاً نامناسب ہیں۔ ایک تو ان کا وصول کرنا بہت تکلیف دہ
اور مصارف کثیر کا باعث ہوتا ہے اور دوسرے ان کا مقصد یہ بھی خلاف مساوات ہوتا ہے
کیونکہ یہ ٹیکس بالعموم ضروریات زندگی پر لگائے جاتے ہیں لہذا غریب و غریبہ اوروں پر
ان کا بار بہت سخت ہوتا ہے۔ مزید برآں تجارت میں بھی ان کی بدولت رکاوٹیں
پیدا ہوتی ہیں۔

چونکہ مقامی غریبی کا اصلی مقصد مقامی فائدہ ہوتا ہے اور چونکہ شروع کا
ایک بڑا حصہ ایسی خدمات پر صرف ہوتا ہے جن سے ادانندگان کو ایک خاص
معاوضہ مل جاتا ہے مثلاً ہر روزہ نگلی کو چوں کی صفائی و روشنی، آب رسانی، چمن بندی
وغیرہ، لہذا ضروری ہے کہ ان مصارف کا بار انہی لوگوں پر عائد ہو جو ان خدمات سے
مستفید ہوتے ہیں۔ اس طرح سب سے پہلا نمبر تو مقامی باشندوں کا ہے جو مقامات میں
رہتے بستے اور وہاں طبعی طریق کے کاروبار چلاتے ہیں۔ چنانچہ اسی بنا پر یہ تجویز
پیش کی جاتی ہے کہ کرایہ مکان بلکہ معیار شخص کے اختیار کیا جائے۔ اس میں
شک نہیں کہ مکان پر شخص کے اخراجات کا ایک بہت ہی نمایاں جز، اور اس بات کا
کم و بیش اچھا معیار ہوتا ہے کہ مقامی فائدہ سے وہ کس درجے مستفیض ہوتا ہے۔
لیکن جہاں تک قومی اخراجات کا تعلق ہے، وہ استقامت کا اسی قدر اچھا
معیار نہیں ہے۔ چنانچہ انہی اسباب کی بنا پر لاہور ڈیوٹیشن نے سٹیشن میں پیش
کی تھی کہ محسول مکان مقامی ٹیکسوں میں شامل کر دیا جائے، لیکن ان کی پیشکش
کا سبب نہیں ہو سکی۔

لیکن مقامی غریبی سے جو لوگ سب سے زیادہ دھامی فائدہ اٹھاتے ہیں وہ
غالباً مالکان زمین ہیں۔ کیونکہ وہ ایک ایسی جائیداد کے مالک ہیں جو سب سے زیادہ
دیر پا اور غیر نقل پذیر ہے۔ مقامی اصلاحات کی بدولت ان کی جائیداد کی قیمت
بڑھتی ہے۔ آبادی جوں میں پسپائی جاتی ہے، کرایے بڑھتے جاتے ہیں کاروبار میں
توسیع ہوتی ہے زمین کی طلب زیادہ ہوتی ہے، اور اس کے فکان میں آئندہ
ہیشہ کے لیے اضافہ ہو جاتا ہے۔ لہذا مقبلی ٹیکسوں کا بار ان لوگوں پر

پڑنا چاہیے جو اس قسم کی جائیداد کے مالک ہوں کیونکہ وہی مقامی حکومت کے اخراجات اور اس کی جدوجہد سے بہت زیادہ مستفید ہوتے ہیں جس قدر وہ مقامی فوائد سے مستفید ہوتے ہیں اسی تناسب سے مقامی اخراجات کی فراہمی میں ان کی شرکت ضروری ہے۔

ان کے علاوہ کارخانے دار، تھارڈ کان دار، اور خراجین یہ سب بھی اچھی سڑکوں، شاہراہوں، بد رو اور دوسرے تجاویز سے مستفیع ہوتے ہیں جن کی بدولت اپنے اپنے بازار تک پہنچنے میں انھیں بے حد سہولت ہوتی ہے۔ ایک طرف تو ان کے مصارف میں تخفیف ہو جاتی ہے اور دوسری طرف ان کے کاروبار میں اضافہ ہوتا ہے۔ لہذا ضروری ہے کہ ان تمام فوائد کے عوض وہی مقامی ترقیات کے مصارف میں شریک ہوں۔

جوٹکس، ایسے کاموں کے لیے وصول کیے جاتے ہیں جن سے ادا کنندہ کو کوئی بدیہی فائدہ نہیں پہنچتا وہ اصطلاح میں "بے فیض کہلاتے ہیں۔ اس قسم کی خدمات سے جو فوائد رونما ہوتے ہیں وہ زیادہ عام بالواسطہ اور منتشر ہوتے ہیں۔ چنانچہ ابتدائی تعلیم، ادا و کتاباں، اور حفظان صحت کے انتظامات ان خدمات کی نمایاں مثالیں ہیں۔ ترقی یافتہ اور روشن خیال اقوام میں رائے عامہ کے اثر سے لوگ مجبور ہوتے ہیں کہ اس قسم کے کاموں پر غور و پیر فرمیں اور ایک مقررہ معاوضہ کارکنان سے گرنے نہ پائیں۔ اس غرض سے جس قدر قوانین بنا دیئے جاتے ہیں، مقامی حکومتیں ان کی کمرانی کرتی اور مرکزی حکومت سے ادا دہی طالب ہوتی ہیں۔ کیونکہ یہ مصارف کسی خاص مقام کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ کل قوم کی فلاح و بہبود سے متعلق ہیں۔ چنانچہ ہم معلوم کر چکے ہیں کہ ۱۹۱۳ء میں سرکار نے شاہی محکموں کی آمدنی سے ۲۲۶۱۷۲۶ پونڈ (یعنی شرح ۱۳ فی صدی) حصہ کی تشریح رقوم انڈیا اور ویلز کی مقامی حکومتوں کو ان اخراجات کے لیے عطا کی تھی۔ ادا دہی رقوم عطا کرنے کا یہ طریقہ ۱۹۳۵ء میں شروع کیا گیا۔ پارلیمنٹ ہر سال خاص مجوزہ اخراجات کے لیے مادی قرضے سے رقوم عطا کر کے مقامی حکومتوں کی ادا دہی کرتی تھی۔ ابتدا میں یہ رقوم تقریباً کارروائیوں اور محکموں کے اخراجات

چلانے کے لیے دی جاتی تھیں۔ لیکن بعد ازاں ان میں تو سیسے کی گئی اور ان کے ساتھ متعدد دوسرے، خاص بھی شامل کر دیے گئے مثلاً پوس کے انتظامات، غربا کے لیے مدارس اور پائل خانے، حفظانِ صحت کا انتظام، رجسٹریشن وغیرہ۔ ۱۸۸۸ء میں جب ان عطیوں کی مجموعی مقدار بہت زیادہ ہو گئی تو اس طریقے میں کچھ تبدیلی کی گئی، عطیات کی ایک کثیر تعداد موقوف کر دی گئی اور ان کے معاوضے میں چند پنٹی کے لیسنس (جن کی مقدار ان عطیات سے نسبتاً زیادہ ہوتی تھی) مقامی حکومتوں کے سپرد کر دیے گئے۔ اور اس کے علاوہ مزید ادا کے لیے محمول ثبوت ویت کی نصف آمدنی بھی انھیں ملانی گئی۔ ۱۸۹۶ء میں اس محمول کی جگہ محمول جائیداد جاری کیا گیا، ۱۸۹۸ء میں دوزائد محمول پنٹی اور کروڑ لیکھ کی آمدنی ان کے ساتھ اور شامل کر دی گئی۔ ایک تو بیر پر بمساب ۳ پنس فی بیرل اور دوسرے اسپرٹ پر بمساب ۶ پنس فی گیلن تھے۔ ۱۸۹۹ء میں ایک زرعی شرح کا قانون جاری کیا گیا۔ زرعی زمین پر جو مقامی ٹکس لگایا جاتا تھا اس کی ادا میں محمول جائیداد کی آمدنی سے اس قانون کے مطابق ایک مزید عطیہ دیا گیا۔ بعض حالات میں یہ عطیہ نصف شرح کے مساوی ہوتا ہے۔ ۱۹۰۳ء میں سلطنت متحدہ کے اندر اس کی مقدار ۱۵۰۹۰۳ پونڈ ہوتی تھی۔

۱۹۰۷ء میں ان ادا محمولات کا ایک صدرۃ المجلسان کو دیا گیا "انٹی سٹیٹنٹ اینڈ کوآرڈینیٹنگ اسٹیٹمنٹ" نامی ایک قانون کی طرف توجہ دیا گیا کہ جس کے تحت اس سے مذکورہ بالا تقسیم کی گئی بیسیں ادا محمولات فی مجلس کے پرکردہ بجائے بجائے ادا کیے جاتے ہیں۔ صدرۃ المجلسان اور اسپرٹ کے زائد محمولات پر بھی چند ہائیوں کے بعد مجلسوں میں تقسیم کر دیے جاتے ہیں۔ ہر مجلس کے سابق عطیات کا تخمینہ کر کے اس تناسب سے اس کا حصہ مقرر کیا جاتا ہے۔ ۱۹۰۷ء میں وزیر اعلیٰ اور "ان سب کا کاروبار چلانے کے لیے غیر معمولی طور پر زمین کے بڑے بڑے ٹکسوں کی ضرورت محسوس ہوتی ہے لیکن عام شرحے ٹکس کے اخراجات کے لیے جب ان کی تخفیف کی جاتی ہے تو ان کی مالیت کارن بیک پر تھائی حصہ پیش نظر ہوتا ہے کیونکہ ٹکس کی بہت سی ادا محمولات صحت کے اخراجات سے مستفید ہونے کا حیا نہیں رکھتی جاتی۔

مقامی ٹکس کی ادا میں شاہی آمدنی سے روپیہ عطا کرنے کے متعلق بہت کچھ بحث مباحثہ ہوتا رہتا ہے۔ ایک طرف تو یہ خیال ہے کہ اس قسم کا طریقہ جاری کرنا سنت خط ناک سے کیونکہ اس کی بدولت سرکاری خزانے پر مقامی حکومتوں کی طرف سے بڑے بڑے مطالبات ہونے لگیں گے۔ مزید برآں مقامی افریقان پر پارلیمنٹ کی نگرانی موثر نہیں ہو سکتی اور نہ کفایت شعاری کا کوئی یقین ہو سکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جو عطیات بلا کسی ایثار کے دستیاب ہوتے ہیں وہ بہت بے دردی کے ساتھ آزاد یہ جاتے ہیں۔ علاوہ اس کے ضیک طور پر یہ یہ لگانا کہ کون سے کام اس ادا کے مستحق ہیں یا قطعی طور پر یہ تعین کر دینا کہ مختلف خدمات اور مقامات کی ادا کس معیار اور تناسب سے کی جائے۔ نا ممکن ہے۔ برطانیہ اس کے دوسری طرف یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ بہت سی خدمات کی انجام دہی پارلیمنٹ کی طرف سے مقامی حکومتوں پر لازم گردانی جاتی ہے اور ان کا تعلق زیادہ تر رعایائی عام فلاح و بہبود سے ہوتا ہے۔ فرض ان کی بدولت جو کچھ خرچ مائد ہوتا ہے وہ بے فیض ہوتا ہے اور اسی لیے کسی نہ کسی طرح شاہی ادا سے اس کی تکمیل ہوتی چاہیے۔ نہ کہ مقامی حکومتوں کو جو عطیات دیتی ہے اس کا سبب یہ نہیں ہے کہ وہ شروع او اکرے والوں کی حالت کو قابلِ رحم سمجھتی ہے بلکہ وہ ایک قسم کی ذمہ داری ہے جس کا بار تمام ٹکس اور ٹنڈوں پر عائد ہونا چاہیے۔ اب رہا یہ سوال کہ مقامی حکومتوں کی مدد کرنے کا طریق کیا ہونا چاہیے پارلیمنٹ ہر سال از سر نو ان عطیات پر غور کر کے انھیں منظور کرے یا خاص خاص ذرائع آمدنی کو مقامی اداؤں کے لیے مخصوص کر دے، نیز یہ کہ مقامی ٹکسوں اور سرکاری ادا میں کیا تناسب ہونا چاہیے ان مسائل پر بھی بہت کچھ اختلاف رائے ہے۔

۷۔ مقامی ٹکس کے مسئلہ پر ضرورت کے لیے ہر شاہی کمیشن بنایا گیا تھا اس کی اہمیت نے بنی رپورٹ میں یہ سفارش کی ہے کہ۔ ”جہاں تک ان خدمات کا تعلق ہے جن کا فنی بے فیض ہوتا ہے جن کا انتظام کو مقامی حکومتوں کو ہی کرنی چاہیے حکومت کو چاہیے کہ ایک مقررہ مقدار سے ان کی ادا ملے لیکن اس کے علاوہ کسی اور قسم کے خرچ پر مطلق کسی طرح کی ادا نہ دی جائے۔ دوسرے یہ کہ اس قسم کی ادا کی مجموعی مقدار تو فی خدمات کے نصف خرچ سے زیادہ نہ ہو۔“

مقامی حکومتوں کے اختیارات مرکزی حکومت کے مقابلے ہوئے ہوتے ہیں۔ آفرانہ کرہی ان کے لیے دستور بناتی ہے اور وقتاً فوقتاً ان پر نئے فرائض عائد کرتی اور دوسری طرف شروع لگانے کے متعلق انہیں نئے نئے اختیارات عطا کرتی ہے۔ پارلیمنٹ نے متعدد عام قوانین کے ذریعے سے قواعد و ضوابط مقرر کر دیے ہیں جن کے مطابق مقامی حکومتیں اپنے کام انجام دیتی ہیں۔ ان کے علاوہ دوسری صورتوں میں قواعد و ضوابط بنانے کا کام حکومت کے ایک خاص سررشتے کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔ بعض اوقات خاص خاص افرائض کے لیے شروع لگانے پر قانونی پابندیاں عائد کر دی جاتی ہیں۔ عام کتب خانوں کا قیام اور اعلیٰ تعلیم کا انتظام اس کی مثالیں ہیں۔ تاہم یہ کہ مقامی حکومت اور اس کے اخراجات پر جو سرکاری نگرانی رکھی جاتی ہے، اس سے بڑے بڑے فوائد حاصل ہوتے ہیں، ایک تو یہ کہ اس کی بدولت بڑے بڑے قومی اہم معاملات کے متعلق لوگوں کے خیالات میں یکجہلیت اور اختلافات میں یکسانیت پیدا ہوتی ہے۔ اور ساتھ ہی مقامی خصوصیات کے اثر سے مختلف مقامات کے طریقوں میں جو تغیر پذیری موجود ہونی چاہیے، اس کے لیے بھی کافی گنجائش رہتی ہے۔ دوسرے یہ کہ مرکزی حکومت اس بات پر اصرار کر سکتی ہے کہ تمام مقامات میں مناسب و کتاب کا ایک ہی طریق اختیار کیا جائے جس کی وجہ سے مقامی موازنوں کا مقابلہ کیا جاسکتا ہے اور قومی اعداد و شمار جمع کیے جاسکتے ہیں۔ مرکزی حکومت کی نگرانی بدولت جو قابل قدر نتائج برآمد ہوئے ہیں، اس کی بہترین مثال قانون محتاجان کے ملکہ درآمد سے دستیاب ہوتی ہے۔

مزید براں محکمہ خوارہ کسی قسم کا ہو، قومی رضامندی اس کے ساتھ شامل ہونی چاہیے۔ خرچ کرنے اور شروع لگانے کے معاملات میں مقامی حکام کو کس قدر آزادی ملنی چاہیے، یہ ایک بحث طلب مسئلہ ہے لیکن اس میں تو شبہ نہیں کس جاسکتا کہ پارلیمنٹ کو یہ اختیار حاصل رہنا چاہیے کہ وہ مقامی اخراجات کو محدود و متنوع سے متوازن نہ ہونے دے، تاکہ مقامی حکومتوں کی ناتجربہ کاری اور ناممکنیت اور بے بسی سے جس فصول فرجی کا اندیشہ ہے، وہ واقع نہ ہو سکے اور سرکاری کاروبار کے

چلانے میں خاص خاص لوگوں کے مفاد کی جیسا طرفہ داری نہ کی جاسکے۔ انہی اسباب کی بنا پر مناسب ہے کہ پارلیمنٹ مقامی حکومتوں کے اختیارات قرض گیری پر بھی اپنا اقتدار رکھے۔ مقامی قرضوں کی اجرائی پر نگرانی کرنے کا کام زیادہ تر لوکل گورنمنٹ بورڈ کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔ مقامی حکومتوں کا فرض ہے کہ قرضوں کی تمام تجاویز منظوری حاصل کرنے کی غرض سے اس سر رشتے میں پیش کریں۔

مقامی شہ و ح کا قعد یہ - مقامی شروع کے معینی قعد یہ ہے کا پتہ چلانا اور اس کی وجہ سے جو عدم مساوات - دغا ہوئی ہے اس کا مناسب علاج تجویز کرنا، عملی معاشیات کا غالباً کوئی مسئلہ ان سے زیادہ پیچیدہ اور تکلیف دہ نہیں ہے۔ شہ و ح ادا کرنے سے تین خاص طبقوں کے مفاد متاثر ہوتے ہیں: مالک زمین، مالک مکان اور قابض مکان۔ ان کے علاوہ اور جن لوگوں کے مفاد پر اثر پڑتا ہے وہ مکانات کے درمیانی مالک یعنی پٹے دار اور صارفین اشیاء اور قوم کے عام افراد ہیں۔ ابتدائی با۔ تو قابضین پر پڑتا ہے، بجز اس صورت کے جبکہ چھوٹے چھوٹے گھرے تھوڑے تھوڑے مکان پر قلیل میعاد کے لیے لرائے پر دیئے جائیں۔ اس صورت میں ملن ہے کہ ان کا مالک مجموعی طور پر خود شروع ادا کر دے اور پھر اسے پشکل مکان کا پابزہ وصول کرے۔ لیکن جہاں تک آخری قعد یہ کا تعلق ہے، یہ مسئلہ اس وجہ سے بہت مشکل اور پیچیدہ ہو جاتا ہے کہ شہ و ح کا بار منتقل ہوتا رہتا ہے۔ اور اس کے کئی اسباب ہیں، مثلاً درمیانی مفاد و اغراض کی تعداد بڑھنا اور ذیلی پنوں کی مختلف میعادیں، ان کے معاہدات کے مختلف شرائط درج مانے، مرمت، بڑھوتریاں وغیرہ، نامکمل ساقبت، معاشی تضادم کے ناموافق اثرات، رسم و رواج، بھالت اور بے پروائی کا اثر، کار و باری ہر دل عزیزی کی پیدا کردہ رکاوٹیں، نقل و حرکت کی دقت اور اس کے اخراجات، شروع کے مختلف رقبے اور ان رقبوں کے مختلف حالات۔ پس قعد یہ کے متعلق کوئی عام مسئلہ قلعی نہیں ہو سکتا، بلکہ ان مختلف سبب کی وجہ سے اس میں کچھ نہ کچھ تغیر تبدیل ضرور واقع ہو گا۔ بسیکن با وجود

ان پریشان کن اثبات کے جن میں سے بعض کے متعلق اکثر مبالغہ آمیزی کی جاتی ہے، شروع کے معاشی وجود سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ لہذا ضروری ہے کہ ان کا عام رجحان معاشی اصول کے مطابق ہو۔ اور اگرچہ بعض انفرادی صورتوں اور عارضی مصلحت میں ان اصول سے کافی تشفی نہ ہوتی ہو، تاہم اگر مضمون پر ایک وسیع نظر ڈالی جائے تو وہ ضرور جاری کچھ نہ کچھ رہنمائی کرتے ہیں۔ اگر ہم ایک لمبی مدت کو پیش نظر لیں تو اس قسم کے چوڑے چھوٹے اسباب آپس میں ایک دوسرے کے اثر کو کم و بیش زائل کر دیتے ہیں اور اس طرح ان کے پریشان کن نتائج خود بخود محو ہو جاتے ہیں۔ دراصل جو باتیں مادی رجحان پر اپنا اثر ڈالتی ہیں، وہ معاشی عامل ہیں جو ہمیشہ موجود رہتے ہیں اور جنہیں مکمل طور پر تسلیم کرنا چاہیے کہ یہ نظریے کے لیے ضروری ہے۔

مثلاً تصدیق کی قیقیت کرتے وقت چار جدا جدا گانہ صورتیں ہمارے پیش نظر ہو جاتی ہیں۔

(۱) زرعی زمین، اس صورت میں شروع اس کسان سے وصول لیے جاتے ہیں جو زمین پر قابض ہوتا ہے اور جس کے حق میں زمین دولت پیدا کرنے کا ایک ذریعہ ہوتی ہے۔ لیکن کاشتکاری میں اصل پر کوئی خاص ٹکس نہیں لگایا جاسکتا، اور نتیجہ یہ ہو گا کہ لوگ اپنا اصل بجائے کاشتکاری کے دوسرے زیادہ نفع بخش کاروبار میں لگائیں گے۔ لہذا عشور کی طرح شروع کا بھی یہی اثر ہے کہ اس لی بدلت لگان میں تخفیف ہو جاتی ہے۔ کسان جب یہ اندازہ کرنے کے لیے بیٹھتا ہے کہ میں کس قدر لگان ادا کر سکوں گا تو صرف اصل اور کرائی کا معمولی معاوضہ اس کی نظر کے سامنے نہیں ہوتا بلکہ وہ اپنے حسابات میں ان شروع کا بھی لحاظ کرتا ہے جو اسے مقامی حکومت کو ادا کرنے پڑتے ہیں۔ ”اعلیٰ شروع ادنیٰ لگان کا باعث ہیں“ یہ ایک مشہور مقولہ ہے جو اسی واقعہ کو ظاہر کرتا ہے۔ زرعی زمین پر جو شروع عائد کیے جاتے ہیں، وہ غلے کے خریداروں پر بھی منتقل نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ جس سامانیت کے اثر سے پیداوار کی قیمت کمین ہوتی ہے وہ اس قدر وسیع

رتبہ پر پہلی ہوئی ہوتی ہے کہ اس میں دو دروازہ مقامات کے بے شمار بازار شامل ہوتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ زرعی شروع زیادہ تر لگان سے ادا کیے جاتے ہیں لیکن اس اصول کے عمل درآمد میں کبھی کسی قدر تاخیر ہو جاتا ہے۔ مثلاً اگر معاہدے کی میعاد کے اندر شروع میں اضافہ یا تخفیف ہو جائے تو اس کی بدولت جو کچھ نقصان یا فائدہ ہو گا اس کا اثر کسان پر پڑے گا۔ جتنی کہ جب بیٹے کی تبدیلی کا موقع آئے گا تو وہ پھر سب ضرورت۔ تاخیر بدل کر لے گا۔ دوسرے یہ کہ کھیتوں میں سکونتی مکانات اور دوسرے اراضی بھی شامل ہوتے ہیں۔ اور جہاں تک زرعی مکانات کا تعلق ہے ازراحتی شروع اسی قاعدے کے مطابق ہوں گے جو معمولی سکونتی مکانات کے لیے متعین ہے یعنی ان کا باران اشخاص پر پڑے گا جو مکانات میں رہتے بستے ہوں گے، کسان نے لیے ہیں خواہ وہ زراعت کرتا ہو یا کسی اور پیشے میں رہے ایک نہ ایک مکان میں رہنا ضروری ہے لہذا اس تناسب سے (جس کا تخمینہ ۵ یا ۶ فی صد لگایا گیا ہے) شروع کا بار اس پر بھی پڑتا ہے۔

زراعت کے پیشے کی نوعیت ہی کچھ ایسی ہے اور اس کے اندر مساہت میں کچھ اس قدر دقتیں پیش آتی ہیں کہ شروع کے تغیرات اور قیمت پیداوار کی تبدیلیوں کا لگان پر بہت دیر میں اثر نہ پڑتا ہے۔ لیکن اگر ایک کافی طویل مدت ہمارے پیش نظر ہو تو زراعتی شروع کا بار بالآخر لگان ہی پہ پڑتا ہے۔ اگر دوسرے تمام حالات بدستور رہیں کر لیے جانیں تو ایسی صورت میں شروع کے اضافے سے لگان میں تخفیف ہوگی۔ اور شروع کی تخفیف سے لگان میں اضافہ ہو گا جس استدلال کا اطلاق اگر ۱۹۵۷ء والے زراعتی شروع کے قانون پر لیا جائے تو نتیجہ یہ ہو گا کہ باوجود قانون کی اس کوشش کے کہ مکان میں۔ بننے والا شروع کا صرف نصف حصہ ادا کرے، معاشی قوتوں کے مل سے جلد یا بدیر ملک ہی کو فائدہ پہنچے گا یا تو لگان میں اضافہ ہو جائے گا یا اگر کوئی تخفیف ہونے والی ہوگی تو وہ اس کی بدولت رگ جائے گی۔

(۲) معمولی سکونتی مکانات۔ یہاں تین مختلف شخصوں کے

مفاد ہمارے سامنے ہوتے ہیں ، ایک تو مکان میں رہنے والا دوسرے مالک مکان
قبضہ ملک زمین ۔ شروع تو مکان میں رہنے والے سے وصول کیے جاتے ہیں
اور جس مدت تک وہ نام اور یکساں ہوتے ہیں اسی پر ان کا بار باقی رہتا ہے ۔
گویا جس طرح وہ روٹی صرف کرتا ہے اسی طرح وہ مکان میں استعمال کرتا ہے ۔
دونوں میں فی ابتدائی شروع یا ت میں جن کی طلب میں تغیر پذیر سی کی صفت
بہت کم ہے کیونکہ غائب ہے ۔ انسان کے لیے غذا اور مکان دونوں
تاکید ہیں ۔ عام طور پر یہ لہذا جاسکتا ہے کہ ان دونوں پر جو کوئی ٹکس لگایا جائے
اس کا بار صاف یا استعمال کرنے والے پر پڑے گا ۔ لہذا معمولی سکونت مکانات پر
جس قدر ٹکس لگائے جاتے ہیں ان کا بار ان مکانات میں رہنے والوں پر
عائد ہوتا ہے ۔ جہاں تک مکان بنانے والے یا مالک مکان کا تعلق ہے وہ
شروع کے شروع سے ملحق رہتا ہے ۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ تعمیر مکانات دراصل
شغل اصل کی ایک صورت ہے جس پر معمولی شروع کے مطابق وسط منافع
مائل ہونا چاہیئے اور نہ نتیجہ یہ ہوگا کہ لوگ دوسرے کاروبار کو ترجیح دیں گے
اور مکانات کی تعمیر کے لیے کافی اصل یہ نہ ہوگا ۔ اگر اضافہ شروع کی بدولت
عمارات کا کرنا یہ کم نفع بخش ہو جائے تو اس کی وجہ سے جدید مکانات کی تعمیر
رک جائے گی حتیٰ کہ طلب و رسد میں چھڑک اڑن قائم ہو جائے ۔ برعکس اس کے
اگر مکانات کی قلت واقع ہو تو ان کا کرنا یہ جزو جاتا ہے اور لوگوں کو یہ ترفیع
ہوتی ہے کہ جدید مکانات تعمیر کروائیں ، حتیٰ کہ ان کی اس قدر کثرت ہو جاتی ہے کہ
منافع پھر اپنی سابقہ معمولی شروع پر تباہ ہے ۔ غرض میں محض ہر کامس شراب بنانے والوں سے
میشہ نہیں ، اصل کیا جاسکتا اسی طرح شروع ہی بالآخر مالک مکانات سے نہیں حاصل
کیے جاسکتے ۔ اگر معاشی قوتوں کو اپنا پورا اثر دکھانے کا وقت مل جائے تو
مالک مکان کو اس کا منافع حاصل ہو جائے گا ۔ اور مکان میں رہنے والا بطور ایک
استعمال کی چیز کے اس کی مالیت پر شروع ادا کرے گا ۔ اب جہاں تک ملک زمین کا
تعلق ہے ، جو سطح زمین کا مکان پاتا ہے وہ شروع کا اس قدر حصہ ادا کرے گا
جو کم از کم اس کی ذرا مٹی مالیت کے شروع کے مساوی جو غرض معمولی مکانات کا

یہی رجحان ہے کہ اس میں یہ مفروضہ مخفی ہے کہ قانون مسابقت کا عملدرآمد ہماری ہے، یعنی ہم یہ فرض کر لیتے ہیں کہ تعمیری اخراجات کے لیے زمین کی نہایت افزائش ہے اور اس کی کوئی خاص قدر اجارہ نہیں ہے۔

(۳) موقع محل کی قدر اجارہ - اگر کسی عمارت کا موقع محل سکونتی اور کاروباری اخراجات کے لیے خاص طور پر معینہ ہو تو بوجہ قلت کے اس کی قدر بڑھ جاتی ہے اور اس کی بدولت لگان میں اضافہ ہو جاتا ہے جو بعض اوقات بہت زیادہ ہوتا ہے۔ یہ قدر اجارہ محض موقع محل سے متعلق اور مختلف قسم کے اسباب کا نتیجہ ہوتی ہے مثلاً کثرت آبادی، نفیس کاروبار کے خاص مواقع (جیسے کہ شہر لندن یا بوئڈ اسٹریٹ میں حاصل ہوتے ہیں) یا سمت افزائش و ہوا وغیرہ۔ ایسی تمام صورتوں میں خام لگان (یعنی مکان و زمین کا ملکر) تو بے انتہا بڑھ جاتا ہے، لیکن عمارتی لگان یا مکان کا کرایہ سب سابق ہی رہتا ہے اور مالیت میں جس قدر اضافہ ہوتا ہے، وہ سب موقع محل کے لگان میں چلا جاتا ہے۔ جوں جوں یہ اجارہ قوی ہوتا جاتا ہے زمین کی مالیت بھی لگان کے تناسب سے بڑھتی جاتی ہے اور مقامی حکومت کی طرف سے شہر میں اضافہ ہوتا جاتا ہے جس کا ہر ملک زمین پر مائد ہوتا ہے کیونکہ شروع مکان ہی سے نہا کیے جاتے ہیں اس واقعہ کو ہم ایک مثال کے ذریعے سے سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں فرض کرو کہ کسی مقام پر ایک مکان کا کرایہ سالانہ ۱۰۰۰ پونڈ ہے جس میں سے ۲۰۰ پونڈ ادائی شہر میں لگ جاتے ہیں۔ ۳۰۰ پونڈ عمارت کا لگان اور ۳۰۰ پونڈ زمین کا لگان ہوتا ہے۔ فرض کرو کہ شروع ضلع کو نیچے جاتے ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ایسی صورت میں کیا نتیجہ برآمد ہو گا۔ کیا مکان کا کرایہ گھٹ کر صرف ۸۰۰ پونڈ ہو جائے گا؟ ہرگز نہیں۔ موقع محل کے فوائد کی بنا پر اور مسابقت کے اثر سے اس مکان کا کرایہ سالانہ ۱۰۰۰ پونڈ مقرر ہو چکا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ مسابقت اب بھی پہلے کی طرح ہماری رہے گی اور شروع کے ضلع کو نیچے جاتے سے لوگوں کی طلب پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ لہذا وہ اب بھی ۱۰۰۰ پونڈ سالانہ کرایہ دینے پر آمادہ ہوں گے۔ علاوہ اس کے مکان کی تعمیر میں جو اصل صرف

کیا گیا ہے، اس پر سود بھی حسب سابق ہی ادا ہو گا کیونکہ کوئی ایسی بات واقع نہیں ہوئی ہے جس کی وجہ سے عمارات کے منافع میں اضافہ ہو۔ لہذا شروع کی تسخیر سے جو کچھ فائدہ ہو گا، وہ مالک زمین کے حصے میں آئے گا۔

پس معلوم ہوا کہ موقع محل کے اجارے پر جو شروع لگائے جاتے ہیں، وہ لگان سے مہنا کیے جاتے ہیں۔ اگر یہ شروع نہ ہوتے تو زمیندار کو اس کا فائدہ پہنچتا۔ لہذا ان کا بار بھی موقع محل کے مالک ہی پر پڑتا ہے۔ کرایہ دار صرف اس قدر حصہ ادا کرتا ہے جو اس سے معمولی حالات میں بوجہ مہارت استعمال کرنے کے وصول طلب ہوتا ہے۔ اور موقع محل کے اجارے سے شروع میں جو کچھ اضافہ ہوتا ہے مالک زمین پر اس کا بار پڑتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ مالک زمین کو خاص خاص حالات کی وجہ سے ایک ”محصّل غیر مکتبہ“ دستیاب ہوتا ہے جو ایک بالکل جداگانہ مسئلہ ہے۔ لیکن جہاں تک اضافہ شروع کا تعلق ہے، اس کا اثر تو یہی ہے کہ لگان میں جو اضافہ ممکن تھا اس میں کمی واقع ہوتی ہے۔

(۴) تجارتی عمارات اور دکانیں۔ اگر شروع تمام مقامات میں

عام اور ہر جگہ کیساں طور پر مائد کیے جاتے ہوں تو اس صورت میں وہ کاروبار کے مصارف میں شامل سمجھے جاتے ہیں اور یہ شکل قیمت چیزوں کے خریداروں پر منتقل کر دیئے جاتے ہیں۔ اگر موقع محل خاص طور پر مفید ہو اور اس کی وجہ سے مسابقت میں تخفیف اور قدر اجارہ نمودار ہو جائے تو لگان میں لازمی اضافہ ہو گا اور اضافہ مالیت کی بنا پر جو شروع مائد کیے جائیں گے، ان کا بار لگان حامل کرنے والوں اور میری پی پٹے دار یا مالک زمین پر پڑے گا۔ اگر مقامی شروع غیر معمولی طور پر اعلیٰ ہوں جس کی وجہ سے اس خاص صنعت میں کام کرنے والوں کو اپنے حریفوں کے مقابلے میں نقصان پہنچے یا اگر دور دراز مقامات (مثلاً شہر کے بڑے بڑے گوداموں) سے مال آکر مقامی قیمت کو گھٹا دے تو نتیجہ یہ ہو گا کہ اس صنعت میں کام کرنے والوں کا منافع گھٹ جائے گا بلکہ ممکن ہے کہ اعلیٰ مقامی شروع کی بدولت اس صنعت کا وہاں

بالکل خاتمہ ہو جائے یہ انہی نتائج کو پیش نظر رکھ کر یہ کہا جاتا ہے کہ شروع جگہ جگہ مختلف نہ ہوں بلکہ بڑے بڑے وسیع رقبوں کے اندر وہ تمام مقامات میں یکساں ہوں۔ اس میں شک نہیں کہ قریب قریب مقامات میں جہاں حالات ایک ہی قسم کے ہوں شروع کا مساوی ہونا نہایت پسندیدہ ہے لیکن جو اضلاع ایک دوسرے سے بہت دور دور واقع ہوں، یا جن میں پیدا شدہ دولت کے حالات مختلف ہوں، یا جہاں مقامی خرچ کی نوعیت اور مقدار کے متعلق لوگوں کے خیالات میں اختلاف ہو، وہاں مساوات شروع کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔

اگر بہ نظر انصاف دیکھا جائے تو مساوات شروع کے اصول کا صرف انہی رقبوں پر اطلاق ہونا چاہیے جو ایک ہی مقامی حکومت کے تحت ہوں اور جہاں تمام باشندوں کے مفاد مشترک ہوں۔ مثلاً وہ تمام رقبہ جو دارالسلطنت میں شامل ہے لیکن اس صورت میں نہ صرف شروع ہی عام ہوں بلکہ حکام با اختیار بھی مشترک ہوں۔ جدید ذرائع آمد و رفت اور طرز زندگی کا رجحان ان معاشرتی کامیوں کی توسیع کی طرف ہے۔ وہ اس بات کے مقتضی ہیں کہ ان رقبوں میں روز افزوں اضافہ ہوتا جائے۔ لیکن اگر محض شروع کے انتشار کی غرض سے مختلف اضلاع کو متحد کر دیا جائے تو نتیجہ نا انصافی اور اسراف ہو گا۔ ایک ضلع کی فضول خرچی اور ادنیٰ کارگزاری کی وجہ سے دوسرے ضلع کو خواہ مخواہ کس کا بار اٹھانا پڑے گا۔ یہ گویا ایک طرح کی تائین ہو گی جس کی بدولت اعلیٰ مقامات کی کارگزاری میں تخفیف ہو جانے کا اندیشہ رہے گا۔

۷۔ اس قسم کی مصیبت کی ایک نہایت موزوں مثال مسرس یار و کا وہ فیصلہ ہے جو انہوں نے اپنی جہاز سازی کی صنعت کو دریائے ٹیمس سے منتقل کرنے کی بات کہی تھی۔ سبب کے ایک سبب یہ بیان کیا گیا تھا کہ پارلر کے اعلیٰ مقامی شروع دنی پونڈ ۱۲ شلنگ، یعنی وجہ سے یہ ناممکن ہے کہ وہ شمال کی جہاز سازی کی صنعتوں کا مقابلہ کر سکیں جہاں ارزاں مصارف زندگی کے باعث تجربہ بھی ادنیٰ ہیں۔

کیا گیا ہے اس پر سو دہی حسب سابق ہی ادا ہو گا کیونکہ کوئی ایسی بات واقع نہیں ہوئی ہے جس کی وجہ سے عمارات کے منافع میں اضافہ ہو۔ لہذا شروع کی تسخیر سے جو کچھ فائدہ ہو گا، وہ مالک زمین کے حصے میں آئے گا۔

پس معلوم ہوا کہ موقع محل کے اجارے پر جو شروع لگائے جاتے ہیں، وہ لگان سے مہنا کیے جاتے ہیں۔ اگر یہ شروع نہ ہوتے تو زمیندار کو اس کا فائدہ پہنچتا۔ لہذا ان کا بار بھی موقع محل کے مالک ہی پر پڑتا ہے۔ کرایہ دار صرف اس قدر حصہ ادا کرتا ہے جو اس سے معمولی حالات میں بوجہ مہارت استعمال کرنے کے وصول طلب ہوتا ہے۔ اور موقع محل کے اجارے سے شروع میں جو کچھ اضافہ ہوتا ہے مالک زمین پر اس کا بار پڑتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ مالک زمین کو خاص خاص حالات کی وجہ سے ایک "محصّل غیر مکتبہ" دستیاب ہوتا ہے جو ایک بالکل جداگانہ مسئلہ ہے۔ لیکن جہاں تک اضافہ شروع کا تعلق ہے، اس کا اثر تو یہی ہے کہ لگان میں جو اضافہ ممکن تھا اس میں کمی واقع ہوتی ہے۔

(۴) تجارتی عمارات اور دکانیں۔ اگر شروع تمام مقامات میں مام اور ہر جگہ کیساں طور پر مائد کیے جاتے ہوں تو اس صورت میں وہ کاروبار کے مصارف میں شامل سمجھے جاتے ہیں اور بہ شکل قیمت چیزوں کے خریداروں پر منتقل کر دیئے جاتے ہیں۔ اگر موقع محل خاص طور پر مفید ہو اور اس کی وجہ سے مسابقت میں تخفیف اور قدر اجارہ نمودار ہو جائے تو لگان میں لازمی اضافہ ہو گا اور اضافہ مالیت کی بنا پر جو شروع مائد کیے جائیں گے ان کا بار لگان عامل کرنے والوں اور میب فی پٹے دار یا مالک زمین پر پڑے گا۔ اگر مقامی شروع غیر معمولی طور پر اعلیٰ ہوں جس کی وجہ سے اس خاص صنعت میں کام کرنے والوں کو اپنے حریفوں کے مقابلے میں نقصان پہنچے یا اگر دور دراز مقامات (مثلاً شہر کے بڑے بڑے گوداموں) سے مال آکر مقامی قیمت کو گھٹا دے تو نتیجہ یہ ہو گا کہ اس صنعت میں کام کرنے والوں کا سنا فہ گھٹ جائے گا بلکہ ممکن ہے کہ اعلیٰ مقامی شروع کی بدولت اس صنعت کا دہاں

بالکل خاتمہ ہو جائے یہ انہی نتائج کو پیش نظر رکھ کر یہ کہا جاتا ہے کہ شروع بلکہ مختلف نہ ہوں بلکہ بڑے بڑے وسیع رقبوں کے اندر وہ تمام مقامات میں یکساں ہوں۔ اس میں شک نہیں کہ قریب قریب مقامات میں جہاں حالات ایک ہی قسم کے ہوں شروع کا مساوی ہونا نہایت پسندیدہ ہے لیکن جو اضلاع ایک دوسرے سے بہت دور دور واقع ہوں یا جن میں پیدائش دولت کے حالات مختلف ہوں یا جہاں مقامی خرچ کی نوعیت اور مقدار کے متعلق لوگوں کے خیالات میں اختلاف ہو، وہاں مساوات شروع کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔

اگر یہ نظر انصاف دیکھا جائے تو مساوات شروع کے اصول کا صرف انہی رقبوں پر اطلاق ہونا چاہیے جو ایک ہی مقامی حکومت کے تحت ہوں اور جہاں تمام باشندوں کے مفاد مشترک ہوں۔ مثلاً وہ تمام رقبہ جو دارالسلطنت میں شامل ہے لیکن اس صورت میں نہ صرف شروع ہی عام ہوں بلکہ حکام بااختیار بھی مشترک ہوں۔ جدید ذرائع آمد و رفت اور طرز زندگی کا رجحان ان معاشرتی گائیڈوں کی توسیع کی طرف ہے۔ وہ اس بات کے مقتضی ہیں کہ ان رقبوں میں روز افزوں اضافہ ہوتا جائے۔ لیکن اگر محض شروع کے انتشار کی غرض سے مختلف اضلاع کو متحد کر دیا جائے تو نتیجہ نا انصافی اور اسراف ہو گا۔ ایک ضلع کی فضول خرچی اور ادنیٰ کارگزاری کی وجہ سے دوسرے ضلع کو خواہ مخواہ کس کا بار اٹھانا پڑے گا۔ یہ گویا ایک طرح کی تائین ہو گی جس کی بدولت اعلیٰ مقامات کی کارگزاری میں تخفیف ہو جانے کا اندیشہ رہے گا۔

۷۔ اس قسم کی مصیبت کی ایک نہایت موزوں مثال سرس یارو کا وہ فیصلہ ہے جو انہوں نے اپنی جہاز سازی کی صنعت کو دریائے جمس سے منتقل کرنے کی بات کہی تھی۔ منجملہ اور اسباب کے ایک سبب یہ بیان کیا گیا تھا کہ پالار کے اعلیٰ مقامی شروع دنی پونڈ ۱۲ شلنگ ہونی وجہ سے یہ نامکن ہے کہ وہ شمال کی جہاز سازی کی صنعتوں کا مقابلہ کر سکیں جہاں ارزاں مصارف زندگی کے باعث اجرتیں بھی ادنیٰ ہیں۔

اگر دورانِ معاہدے میں یا پچے کی میعاد ختم ہونے سے پیشتر کسی مقامی اصلاح پر سرمایہ خرچ کیا جائے اور اس کی وجہ سے شروع میں اضافہ ہو تو اس کا بار مکان میں رہنے والے پر پڑے گا۔ جب تک کہ معاہدے کی میعاد ختم نہ ہوئے، وہ خود پر سے اس بار کو جزو یا کلاً منتقل ہی نہیں کر سکتا۔ اور ختم مدت کے بعد ممکن ہے کہ مکان میں اور اضافہ ہو جائے کیونکہ اس اصلاح کی بدولت جس کے اخراجات میں وہ شریک ہو چکا ہے، جائداد کی مالیت بڑھ جائے گی۔

بچے کی بقیہ مدت کے لیے تو جائداد کی اصلاح کے فائدے سے مالک مکان یا درمیانی زمیندار مستفید ہو گا۔ لیکن بالآخر یہ فائدہ مالک زمین کو پہنچے گا جن کو یہ دلیل کی میعاد صرف ایک سال ہوتی ہے، ان کی حالت کسی قدر بہتر ہوتی ہے۔ کیونکہ جب بھی شروع میں اضافہ ہو تو وہ اپنی سکونت بدل سکتے ہیں، بشرطیکہ انہیں ادنیٰ مالیت کے مکانوں میں رہنا منظور ہو۔ لیکن نقل مکان میں بڑی مشکلات حاصل ہوتی ہیں مثلاً کسی دوسرے مناسب مکان کی تلاش، نقل و حرکت کے اخراجات، تبدیل پتے کی دقتیں، تساہل، تکلیف اور تنصیع اوقات وغیرہ۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ لوگوں کی اکثر تعداد یہی مناسب خیال کرتی ہے کہ اس قدر مصیبتیں جھیلنے اور نقصان اٹھانے کی بجائے تھوڑے سے اضافے کا بار ہی برداشت کر لے۔ اس طرح معاشی نظام کی بدولت جب کبھی کوئی نئی شرح جاری کی جاتی ہے یا پرانی شرح ہی میں اضافہ ہوتا ہے تو اس کا کچھ بار مکان کے موجود رہنے والوں پر پڑتا ہے۔ اور اس قدیم مقولے کی ایک اور مثال دستیاب ہوتی ہے کہ ”شروع جہاں ایک مرتبہ مائد ہوتے ہیں، ان کا رجحان یہ ہوتا ہے کہ وہیں جے رہیں۔“ اب جہاں تک اس کی برعکس صورت کا تعلق ہے، ظاہر ہے کہ وہ بالکل صحیح ہے، یعنی اگر معاہدے کی میعاد کے اندر شروع میں تخفیف ہو جائے تو اس کا فائدہ کرایہ دار کو پہنچتا ہے۔ لیکن یہ کسی عملی تجربے کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ محض ایک علمی مسئلہ ہے جس کی صداقت بالکل بدیہی ہے۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ شروع میں شاذ و نادر ہی تخفیف ہوتی ہے۔

بعض لوگوں نے اصول مساوات کی خاطر اس بات کی حمایت کی ہے کہ

انگلستان اور ویلز میں شروع مالک مکان اور مکان میں رہنے والے کے درمیان برابر برابر تقسیم ہوں۔ اسکاچستان اور آئرستان میں تو یہ طریقہ پہلے ہی سے جاری ہے۔ اگر معاشی قوتوں کا عمل بلاروک ٹوک فرض کر لیا جائے تو اوپر مختلف صورتوں کی جو تشریح کی گئی ہے، اس سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ ابستدانی تعدیے کے متعلق اس طور پر انتظام کرنے سے آخری تعدیے پر کوئی قابل لحاظ اثر پڑے گا۔ یہ تو ممکن ہے کہ اس کی وجہ سے ایک بدیہی نا انصافی رفع ہو جائے اور اس طرح لوگوں کی بے چینی میں تسکین ہو اور اس مدت تک اس میں شک نہیں کہ وہ قابل لحاظ بھی ہے۔ لیکن ایک معاشی عمل کی حیثیت سے شروع اور لگان کے باہمی تصفیے پر اس کا کوئی زیادہ اثر نہیں پڑ سکتا۔ اگر مساوی تقسیم کی بدولت مکان میں رہنے والے کو شروع کا نسبت کم حصہ ادا کرنا پڑے تو نتیجہ یہ ہو گا کہ مکانات کی طلب کے اثر سے بتدریج اس کے لگان میں اسی نسبت سے اضافہ ہو جائے گا، گو اس میں شک نہیں کہ اس نقل پذیری کی رفتار بہت سست اور اس کا عمل درآمد بہت ہی تدریجی ہو گا۔ اور اسی اثنا میں معاشی تصادم کے اثر سے مکان میں رہنے والے کو کسی قدر فائدہ حاصل ہو گا۔ لیکن حوالت زیادہ کفایت پر مبنی اور باعث سہولت ہے، وہ یہ ہے کہ شروع یکشت ادا ہوں اور مختلف اسباب کی بنا پر بہترین صورت یہ ہے کہ وہ مکان میں رہنے والے سے وصول کیے جائیں، الا اُس حالت کے جہاں کمرے بہت ارزاں ہوں، کرایہ دار بار بار بدلتے رہتے ہوں، اور اس وجہ سے شروع جمع کرنا بہت دقت طلب ہو۔ ایسی صورت میں تو پھر زیادہ آسانی اسی میں ہے کہ طریق مرکب اختیار کیا جائے جس کے مطابق مالک نقل جائداد پر، عام ازیں کہ وہ کرایہ پردہ می گئی ہو یا محض خالی پڑی ہوئی ہو، شروع ادا و مفلسین ادا کرتا ہے جس کے معاوضے میں اس کے لیے ۱۰ سے ۲۰ فی صدی تک تخفیف کر دی جاتی ہے۔

مشینوں پر شروع لگانے سے معارف پیدا نش میں اضافہ ہو جاتا ہے جس کا ہار زیادہ تر اشیاء کے خریداروں پر پڑتا ہے۔ مشینوں پر شروع لگانے کی اس لیے حمایت کی جاتی ہے کہ سڑکوں، موریوں وغیرہ پر جو سرمایہ

خری کیا جاتا ہے اس سے مقامی صنعتوں کو بہت فائدہ پہنچتا ہے، لہذا یہ ایک اولین عقل بات ہے کہ وہ بھی ان مصارف کی فراہمی میں شریک ہوں۔ اب رہا یہ سوال کہ مقامی صنعتوں کو اس طرح جو فائدہ پہنچتا ہے اس کا کیوں نکر تحینہ کیا جائے۔ واضح رہے کہ خود مشینوں کی مالیت ان فوائد کا ایک بہت ہی نامکمل پیمانہ ہے اور مقامی خدمت کی مالیت کے ساتھ اسے کوئی خاص نسبت نہیں۔ مزید براں مشین ایک طرح کا اصل اور کاروبار پیدائش کا ایک اہم عامل ہے۔ لہذا اندیشہ ہے کہ اعلیٰ شروعات کی وجہ سے مقامی صنعتوں پر نقصان عائد ہو اور وہ اپنے حریفوں کے مقابلے میں کمزور ہو جائیں۔ آلات پیدائش دولت پر کوئی خاص ٹکس لگانا اصول کفایت کے خلاف ہے۔ اس کی بدولت پیدائش میں رکاوٹیں پیدا ہوتی ہیں اور مزدوری پیشہ طبقوں کو بے کاری کا منہ دیکھنا پڑتا ہے۔ اگر یہ ٹکس عام ہو تو اس کے بار کا کچھ حصہ آگے منتقل ہو جاتا ہے اور اضافہ قیمت کی شکل میں خریداروں پر عائد ہوتا ہے۔ اس کی وجہ سے طلب محدود ہو جاتی ہے اور اس طرح کچھ حصہ پیچھے بھی منتقل ہوتا ہے یعنی ان چیزوں کے بنانے والوں پر اس کا بار پڑتا ہے۔ بالآخر اسی اعلیٰ قیمت پر طلب و رسد کے درمیان توازن قائم ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر ٹکس مقامی ہو تو اس مقام کی صنعتیں دوسرے مقامات کی صنعتوں کے ساتھ مسابقت میں نقصان اٹھاتی ہیں۔ بعض اوقات صرف غیر منقولہ مشینوں پر ٹکس لگانے کی کوشش کی جاتی ہے، لیکن اس قسم کا امتیاز پیدا کرنا از روئے منطق کچھ زیادہ مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ کیونکہ منقولہ اور غیر منقولہ مشینوں کے درمیان کوئی بنیادی نہیں بلکہ ایک مصنوعی فرق ہے۔ اصل حقیقت تو یہ ہے کہ دونوں اصل میں شامل ہیں، ایک انجن تو وہ ہوتا ہے جو اپنی جگہ پر قائم رہ کر انسان کے لیے کارآمد ہوتا ہے دوسرے ریلوں اور جہازوں کے انجن ہوتے ہیں جو جگہ جگہ الگ و اسباب لاتے لے جاتے ہیں۔ گو ان میں سے ایک منقولہ اور دوسرا غیر منقولہ بھی تاہم ان میں کوئی اہم بنیادی فرق نہیں ہے۔ دونوں انسان کی صنعت کے آلے اور

مزدوروں کو کام پر لگانے کے ذرائع ہیں۔ کیا وجہ ہے کہ بندرگاہ کے ایک جہاز پر تو ٹکس لگایا جائے اور ایک دفائی جہاز کو اس سے مستثنیٰ کر دیا جائے، حالانکہ آخرالذکر ہی جہاز کے وجود کا باعث ہے۔ فرض مقامی ٹکسوں کو تقسیم کرنے کے لیے مشینوں پر ٹکس لگانے کا طریقہ خاص طور پر غلط کفایت معلوم ہوتا ہے۔ گمان غالب یہ ہے کہ اگر یہ طریق اختیار کر لیا جائے تو ٹکس کا تقیہ صفت رسیاں ثابت ہو گا۔

فرانس، اٹلی، اور بعض دوسرے ملکوں میں مقامی آمدنی کا بہت بڑا حصہ ان ٹکسوں سے حاصل کیا جاتا ہے جو آکر اے کہلاتے ہیں۔ عام استعمال کی چیزیں (غذا، سکر، ایندھن، اور عمارتی سامان) جب شہروں میں داخل ہوتی ہیں تو ان پر یہ محصول لگائے جاتے ہیں۔ فرانس میں زمانہ قدیم سے آکر اے کا طریق جاری ہے۔ پہلے اس کی آمدنی کا نصف حصہ بادشاہ وقت کو ادا کیا جاتا تھا۔ ۱۷۹۱ء میں محصول آکر اے سے دوسرے بادشاہ ٹکسوں کے نسوخ کر دیا گیا تھا۔ لیکن ۱۷۹۹ء میں مقامی اغراض کے لیے وہ پھر جاری کر دیا گیا۔ چنانچہ اب پیرس میں بلدیہ کی نصف آمدنی آکر اے ہی پر مشتمل ہے اور دوسرے اضلاع نے بھی کثرت کے ساتھ یہ طریقہ اختیار کر لیا ہے۔ آکر اے درحقیقت ایک طرح کا مقامی محصول کو وڈ گیری ہے جو ایک طرف تو نہایت ہی تکلیف دہ اور بھونڈا، اور دوسری طرف مصارف کثیر کا باعث ہے۔ چونکہ وہ زیادہ تر ضروریات زندگی پر لگایا جاتا ہے، لہذا غریب طبقوں پر اس کا بار بہت گراں ہوتا ہے۔ اس کی بدولت مصارف زندگی بڑھ جاتے ہیں اور ٹکس کا بار ہرگز اسی نسبت سے تقسیم نہیں ہوتا جس سے کہ مقامی اخراجات کے فوائد منقسم ہوتے ہیں۔ تاہم جہاں جہاں لوگ اس سے روابجا فوٹس ہو گئے ہیں، وہاں اس کی جگہ کوئی اور ٹکس جاری کرنا وقت طلب ہے۔

انگلستان میں سڑکوں کی تعمیر اور دوسرے مقامی اغراجات کے لیے جب سرمایہ فراہم کرنے کی ضرورت پڑتی تھی تو وہاں بھی پہلے آکر اے کا طریق ہی

اعتبار کیا جاتا تھا بلکہ کوئلے کے محصولات کی شکل میں وہ اب بھی پینڈ شہروں میں موجود ہے۔ لندن میں کوئلے کے محصولات جب ۱۹۱۹ء میں منسوخ ہوئے ہیں تو ان سے ۴۵۰۰۰ پونڈ آمدنی حاصل ہوئی تھی۔ ان محصولات کی تاریخ بہت دلچسپ ہے۔ ابتداً ان کی یوں ہوئی کہ لندن میں جس قدر کوئلہ داخل ہوتا تھا (اس وقت سمندر کی راہ سے) اس پر ۱۵/۱۰۰ میں فی ٹن ۴ پنس کے حساب سے ایک ٹکس لگایا گیا۔ یہ ٹکس دریائے ٹیمز کے محافظین کو اس غرض سے ادا کیا جاتا تھا کہ وہ بندرگاہ کو کھلا رکھیں۔ ۱۹۱۴ء میں اس محصول میں فی ٹن ۸ پنس کا اضافہ کیا گیا تاکہ اس سے شخصیت کا قرضہ ادا کیا جاسکے اور ۱۹۱۸ء میں ایک پنی اور بڑھادی گئی تاکہ کوئلے کے صرافے کی از سر نو تعمیر ہو سکے۔ غرض فی ٹن ۱۳ پنس کا یہ مجموعی ٹکس تمام دارالسلطنت کے رقبے پر ۱۹۱۹ء تک جاری رہا۔ آخر میں تقریباً ۲۵ مقامات پر حکام شہر اسے وصول کرتے تھے۔ اسی اثنا میں کوئلہ زیادہ تر ریل کے ذریعے سے داخل ہونے لگا۔ اس کی آمدنی خاص کر بڑی شری اصلاحات عامہ (مثلاً جوڈن کال اور دریائے ٹیمز کا پستہ) پر خرچ کی جاتی تھی۔

معاشی نقطہ نظر سے کوئلے کے محصولات کی حمایت نہیں کی جاسکتی تھی چنانچہ اس بنا پر وہ منسوخ کر دیے گئے۔ ان کی بدولت استعمال کی ایک ضروری چیز کے معارف بڑھ جاتے تھے، غریب طبقوں پر وہ بالخصوص بہت زیادہ گرانبار تھے، اور لندن میں جس قدر صنعتیں جاری تھیں، انھیں اپنے حریفوں کے مقابلے میں سخت نقصان اٹھانا پڑتا تھا۔ مزید برآں یہ طریقہ حالات موجودہ میں بالکل ناموزون تھا نہ اس میں دارالسلطنت کے

۷۔ شہر ان درس میں مقامی اغراض کے لیے سالانہ ۸۰۰ پونڈ ایک طرح کے آگے ہٹے سے وصول کیے جاتے ہیں۔ یہ محصول ان اشیاء پر لگایا جاتا ہے جو یا تو فحش کے راستے سے یا ہر کیلیڈہ نیا سے داخل ہوتی ہیں۔ لیکن جو چیزیں سمندر کی راہ سے آتی اور بندہا محصولات ادا کرتی ہیں وہ اس محصول سے مستثنیٰ ہیں۔ اکثر حصہ کوئلہ، و سکی شراب اور مویشی سے حاصل کیا جاتا ہے لیکن ان کے علاوہ اور بھی کثیر القصد چیزیں ہیں جو سود اور دھلاہوا ہوا بھی شامل ہیں۔ یہ محصول ادا کرتی ہیں۔

نشو و نما کا خیال رکھا جاتا ہے اور نہ مقامی حکومت کی ترقی کا۔ ایک محدود ضلع کی منتخب شدہ جماعت کو یہ اختیار حاصل ہو جاتا ہے کہ تمام رقبہ دار اسطنت کے طول و عرض میں زندگی کی ایک ضروری چیز پر ٹکس عائد کرے اور اس طرح جو آمدنی حاصل ہو اس کے خرچ پر بھی اپنا پورا اقتدار رکھے۔

اضافہ مالیت :- گزشتہ تیس سال کے دوران میں دارالسلطنت کے اندر بڑے بڑے کارہائے عامہ انجام پائے ہیں جن کی بدولت ارضی کی مالیت میں زبردست اضافہ ہو گیا ہے۔ اس اضافے کا نتیجہ یہ ہے کہ مالیات مقامی کا ایک جدید مسئلہ نمودار ہوا ہے جو اضافہ مالیت کے نام سے یاد کیا جاتا ہے یہ اصطلاح دو طرح پر استعمال ہوتی ہے :- ایک معنی کے لحاظ سے تو وہ اس واقعے کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ مقامی اصلاحات پر عوام کا روپیہ خرچ کرنے سے خائگی جائیدادوں کی مالیت میں اضافہ ہوتا ہے مثلاً کسی نئی شاہراہ کا کھلنا۔ دوسرے مفہوم کے مطابق وہ اس اصول کو بیان کرتی ہے کہ جب کبھی خائگی جائیدادوں کی مالیت میں اس طرح اضافہ واقع ہو تو مقامی حکومت کو چاہیے کہ مالکان جائیداد پر کوئی خاص ٹکس عائد کرے۔ اور یہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ یا تو سالانہ لگان پر ٹکس لگایا جائے یا جائیداد کی مالیت پر یکمشت کوئی رقم تشخیص کی جائے۔ انگلستان میں تو صرف لندن کی مجلس ضلع نے اضافہ مالیت کا اصول اختیار کیا ہے لیکن ریاستہائے متحدہ امریکہ میں تشخیص خاص کے نام سے اس اصول پر ایک زمانہ دراز سے عمل ہو رہا ہے۔ پروفیسر سیلکین کا بیان ہے کہ امریکہ نے ابتدا میں انگلستان ہی سے اس طریقہ کی تقلید کی۔ لندن کی عظیم آتشزدگی کے بعد جب شہر کی دوبارہ تعمیر ہوئی تو اس مسئلے میں متحدہ خاص اصلاحات کی گئیں اور ان کا بار ان اشخاص پر ڈالا گیا جن کی جائیدادوں کو اصلاحات مذکور کی بدولت فائدہ پہنچا تھا۔ امریکہ میں تشخیص خاص کا جو اصول جاری ہے وہ یہ ہے کہ افادہ عامہ کی غرض سے سرکار جو سرمایہ خرچ کرتی ہے اگر اس کی بدولت کسی

۷۔ ملاحظہ ہو ”پی پی کی ڈائری“ سہ ماہی ۱۹۶۷ء جس میں اس مضمون پر ایک نوٹ تحریر کیا گیا ہے۔

خانگی جائیداد کی بازاری مالیت میں اضافہ ہو جائے تو بلا انصاف کا خون کیے ہوئے مالک جائیداد سے یہ مطالبہ کیا جاسکتا ہے کہ وہ اس سرمائے کی فراہمی میں کچھ یکمشت رقم ادا کرے۔ اس قسم کی ادائی اور مقامی شرت میں یہ فرق ہے کہ اول الذکر صورت میں یکمشت رقم ادا کر دی جاتی ہے اور ہمیشہ کے لیے اس اصلاح کے مطالبے سے نجات مل جاتی ہے۔ قطعہ اصلاح کے اندر جو جائیداد واقع ہوتی ہے حکام متعلقہ یہ شخص کرتے ہیں کہ اصلاح کی بدولت اس کو کس قدر فائدہ پہنچا اور یہ شخص چند سترہ معیار پر مبنی ہوتی ہے مثلاً بازاری قیمت کا اضافہ، جائیداد کی وسعت، سامنے والے حصے کی مقدار وغیرہ۔ اس طریق کے حامی اس بات کے مدعی ہیں کہ اس پر نہایت عدلگی کے ساتھ عملدرآمد ہوتا ہے، کیونکہ اس کی بدولت فوراً ایک ایسا مطالبہ پیش کر دیا جاتا ہے جو بہ صورت دیگر حاصل غیر یکمشت کی شکل اختیار کر لیتا۔ دوسرے یہ کہ اس کی وجہ سے بہت جلد مدامی طور پر معاملے ہو جاتا ہے۔

۱۹۵ء والے قانون ٹاور برڈج پر نظر ڈالنے سے ہمیں اصول اضافہ مالیت کے دوسرے پہلو کی مثال دستیاب ہوتی ہے۔ لندن کی مجلس ضلع نے اس اصول پر عمل کرنے میں "یکمشت رقم" کو بجائے سال بھر سال لگانے کا طریق اختیار کیا۔ لیکن اس صورت میں جو اخراجات لاحق ہوتے تھے وہ اس قدر کم ہوتے تھے کہ تقریباً تمام آمدنی انہی میں لگ جاتی تھی۔ اضافہ مالیت کا رقبہ متعین کرنے اور اس رقبے میں ہر جائیداد کو کس قدر فائدہ پہنچا، اس کا تخمینہ کرنے میں بہت سی مشکلات پیش آتی ہیں۔ ایک اور بات جو اس سلسلے میں خودار ہوتی ہے وہ تخفیف مالیت کا مسئلہ ہے۔ جو تبدیلیاں اضافہ مالیت پیدا کرتی ہیں ان کی وجہ سے بعض اوقات جائیداد کو نقصان بھی پہنچ جاتا ہے۔ مسئلہ تخفیف مالیت اسی نقصان کے معاوضے سے متعلق ہے تخفیف مالیت کی بنا پر جو مطالبات کیے جاتے ہیں ان کا اسی وقت لحاظ کیا جاتا ہے جبکہ نقصان ایک ہی جائیداد کے کسی دوسرے حصے کو پہنچا ہو۔ لیکن اگر یہ مطالبات اس لیے کیے جائیں کہ ان تبدیلیوں سے دوسرے رقبوں یا دوسری جائیدادوں کو نقصان پہنچا ہے تو ان پر کوئی لحاظ نہیں کیا جاتا کیونکہ یہ بات تسلیم

کر لی گئی ہے کہ اصلاحات مائتہ کی بدولت بالعموم تمام ضلع کی نوعیت بدل جاتی ہے اور اس کی معاشی قدر میں زبردست اضافہ ہو جاتا ہے جس طرح کپڑے میں پتھر پھینکنے سے لہریں نمودار ہو کر پھیلتی جاتی ہیں اسی طرح مفید اور فیض رساں اثرات کا حلقہ بھی وسیع ہوتا جاتا ہے حتیٰ کہ بتدریج تمام رقبہ اُن سے متاثر ہو جاتا ہے۔ لہذا ممکن ہے کہ پبلک کے ٹرے بڑے تعمیری کاموں سے بعض جائیدادوں کو مارضی طور پر نقصان اٹھانا پڑے، تاہم اس اصلاح کی بدولت کل علاقے کو بہ حیثیت مجموعی جو مدائی فائدہ پہنچتا ہے، اس سے وہ جائیدادیں بھی بالآخر مستفید ہوتی ہیں۔ اصول انسداد مالیت کے اطلاق میں جو عملی دقتیں پیش آتی ہیں، ان کو رفع کرنے کے لیے بعض اوقات ایک دوسرا اصول اختیار کیا جاتا ہے جو اصول تلافی کہلاتا ہے۔ مراد اس سے یہ ہے کہ جس ضلع میں اس قسم کی اصلاح کرنا مقصود ہوتا ہے وہاں مقامی حکومت ایک بہت بڑا رقبہ خود خرید لیتی ہے اور اس کی مالیت میں اصلاح کی بدولت جو اضافہ نمودار ہوتا ہے، اس سے اپنی اصلاحات کے کل مصارف یا ان کا بہت بڑا حصہ وصول کر لیتی ہے۔ اصلاح کے بعد اگر مقامی حکومت چاہے تو جائیداد کو زیادہ قیمت پر دوبارہ بیچ دے، یا جو صورت اس سے بہتر سمجھی جاتی ہے، وہ یہ ہے کہ ان مواقع کو اپنے ہی قبضے میں رکھے اور عمارتیں بنانے کے واسطے خاص خاص میعادوں کے لیے انھیں پٹے پر دے دے۔ اس طرح زمین کے لگان کی شکل میں اضافہ مالیت کا معاوضہ وصول ہو جائے گا۔ البتہ اس طریق میں تخمین کا جزو ضرور شامل ہے۔

ندن کی مجلس ضلع نے اسٹریٹ کی وسیع اصلاحات کے موقع پر یہ اصول اختیار کیا تھا۔ اس وقت کہا یہ جاتا تھا کہ یہ تجویز قوم کے لیے بالآخر نفع بخش ثابت ہوگی کیونکہ ایک طرف تو زمین کے آئندہ لگان اور اس سود کا کوئی مقابلہ نہیں جو زرِ مقروضہ پر ادا کرنا پڑے گا، دوسری طرف زائد جائیداد کو حکومت عمارتی پٹوں پر دے سکتی ہے اور قیمت میعاد پر حق عود اپنے لیے

محفوظ کر سکتی ہے۔

اگر اسٹریٹ کے تجربے سے یہ توقعات بجا ثابت ہو جائیں تو اس طرح شہری اصلاحات کے لیے اصول تلافی اختیار کرنے کی حمایت میں گویا ایک دلیل مل جائے گی۔ گزشتہ چند سال سے مقامی ٹکس خوفناک طریقے پر بڑھ رہے ہیں اور ساتھ ہی شہری اراضی کی مالیت میں زبردست اضافہ ہو رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لگان بڑھتے جاتے ہیں اور جب کبھی عمارت کے لیے زمین فروخت ہوتی ہے تو اس کی خوب قیمت اچھٹی ہے۔ یہی وہ اسباب ہیں جنہوں نے شہری اراضی کے اجارے کے مسئلے کی طرف پبلک کو متوجہ کر دیا ہے اور ارضی کی بدولت اب مقامی ٹکس کے

لے۔ سٹر سی ایف، شالگیر نے ۲۹ اپریل ۱۹۵۰ء کو اخبار ٹیس کے نام ایک خط روانہ کیا تھا جس میں سے مندرجہ ذیل اقتباس تحریر کیا جاتا ہے۔
"اس بڑی جائیداد کو حاصل کرنے اور اس کی بدولت مزدوری پیشہ طبقے کے جو ۳۸۰۰ اشخاص بے خانہ ہو جائیں گے انہیں پڑوس میں دوبارہ آباد کرنے کے اخراجات کا تخمینہ ۳۰۰۰ ۴۸۹ پونڈ کیا گیا تھا۔ دوسری طرف رقبہ تلافی کی مالیت کا تخمینہ حسب معمول کیا گیا تو ۴۱۶۴ پونڈ اس کی مقدار ہوئی، یعنی اگر زائد زمین کو فروخت کیا جائے تو اس کے لگان کا لحاظ کرتے ہوئے بازار میں اسی قدر قیمت اٹھے گی۔ اس طرح اس اسکیم کے خالص مصارف کا تخمینہ ۴۵۰۰ پونڈ ہوا۔ اب ممکن ہے کہ جائیداد کو خریدنے کے بعد اس کو بچنے پر دینے تک جو وقفہ گزرے، اس میں سرکار کو نقصان اٹھانا پڑے اور ظاہر ہے کہ اس نقصان کی مقدار لازمی بہت زیادہ ہوگی۔ لیکن مندرجہ بالا تخمینے میں اس نقصان کا کوئی شمار نہیں ہے۔"

مگر مجلس اس بات پر مجبور نہیں ہے کہ اپنی اراضی کو فروخت کر دے۔ وہ مجاز ہے کہ بلورڈ فریڈ ایٹائی کی ضمانت کے تحت اپنے ہی قبضے میں رکھے مجلس کی رائے کے مطابق اس مسئلہ اسکیم کے مصارف کا صحیح پیمانہ ہی وقت حال پر سکتا ہے جبکہ یہ معلوم کریں کہ زمین کے آئندہ لگان اور بندہ قرض کے سود کی قدر کیا ہوگی۔ تقریباً دس سال تک مالی رہنے کے بعد مشرقی کنارہ حکومت اسٹریٹ کو اپنا پر دیا گیا اور اکتوبر ۱۹۵۱ء میں مغربی کنارہ بھی سالانہ ۵۰ پونڈ گرانے پر ایک مرنے کو میں اس کو فروخت اس کے گرانے پر غالی میں عاید پا گیا۔

جو جب کوہلکار نے کی غرض سے مختلف تجاویز پیش ہونے لگی ہیں۔ انہی میں سے ایک وہ تحریک ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ زمین یا موقع محل کی مالیت پر ٹیکس لگا کر سرکاری آمدنی حاصل کی جائے۔ مقصد یہ ہے کہ عمارتوں کے لیے جو موقع محل درکار ہوتے ہیں عام ازیں کہ وہ خالی ہوں یا زیر استعمال، ان پر کسی نہ کسی شکل میں ٹیکس لگا کر زمین کا حاصل غیر مکتبہ وصول کر لیا جائے، بالخصوص شہروں میں جہاں اضافہ لگان کی شکل میں یہ بات صاف طور پر واضح ہوتی ہے کہ زمین کی مالیت ہمیشہ کے لیے کس قدر بڑھ گئی ہے۔ دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ مالیت میں اس طرح جو اضافہ واقع ہوتا ہے وہ مالک زمین کی جدوجہد یا اس کے ذاتی خرچ کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ اس کا اصلی سبب سوسائٹی اور وہ سرکاری سرمایہ ہے جو سڑکوں، خطاں، صحت کے انتظامات، کھلے میدانوں وغیرہ پر خرچ کیا جاتا ہے۔ لہذا یہ بات بالکل قرین انصاف ہے کہ اس ذریعے سے جو کچھ فائدہ نمودار ہو، اس میں عوام الناس کو بھی کچھ حصہ ملے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ بعض اراضی کی اعلیٰ قدر اجارہ محض اس بات کا نتیجہ ہے کہ آبادی روز افزوں بڑھتی اور کثیر تعداد میں شہروں کے اندر رعب ہوتی جاتی ہے۔ تجارتی چیل چیل بھی ایک خاص مرکز کے قرب و جوار میں محدود ہو جاتی ہے اور اصل بھی کثیر مقدار میں وہیں جمع ہوتا جاتا ہے۔ اس وجہ سے مجموعی دولت بھی اُسی جگہ بڑھتی جاتی ہے اور پیداوار بدوہد ایک خاص رقبہ کے اندر محدود ہو جاتی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اس کثیر دولت میں سے جو مالک جائیداد کی کسی بدوجہد کے بغیر بڑھتی ہی چلی جاتی ہے اور جس کی توسیع کی کوئی حد انتہا ہی نظر نہیں آتی، سرکار کیونکر اپنا حصہ نکال سکتی ہے یہ مسئلہ بار بار نمودار ہوتا رہا ہے۔ جسے 'سٹلٹ' نے اس کو حل کرنے کی کوشش کی لیکن اسے کامیابی نہ ہو سکی۔ بعد ازاں ٹیکس مفرد کے مایوسانے اس کو از سر نو تازہ کیا۔ مسئلہ اس قدر پیچیدہ اور وسیع ہے کہ یہاں اس پر بحث ناممکن ہے اور پورے طور پر اس کی جانچی پڑتال کرنا چاہیے موجودہ مقصد سے غیر متعلق۔ البتہ یہاں صرف چند مشکلات کا حوالہ دیا جاسکتا ہے۔ زمین کی قدر پر خاص طور پر ٹیکس لگانے کی حمایت میں سب سے بڑی

دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ اجارہ زمین اور دوسرے اجاروں میں ایک بہت بڑا امتیاز موجود ہے۔ وہ یہ کہ زمین پیدائش دولت کے ہر کاروبار میں ایک نہایت اہم عامل ہے۔ تقائے وجود کے لیے سب سے پہلے اسی کی ضرورت ہے اور مقدار میں وہ قطعی طور پر محدود ہے۔ اس کے جواب میں یہ کہا جاتا ہے کہ اگر زمین کی خاطر خواہ ترقی منظور ہو تو مصلحت اسی میں ہے کہ وہ خانگی افراد کی ملک میں چھوڑ دی جائے۔ اسی اصول کی بدولت نئے نئے مالک آباد ہوتے ہیں اور وہ ہی قدیم ممالک میں زراعت کی کامیابی کا خاص سبب ہے۔ دوسرے یہ کہ اگر لگانوں میں اضافہ ہوا ہے تو ساتھ ہی شروع بھی اسی نسبت سے بڑھ گئے ہیں اور اس کا بار مالکان زمین ہی پر عائد ہوتا ہے۔ مزید برآں یہ پتہ کیونکر لگایا جاسکتا ہے کہ زمین کی مالیت کا کس قدر اضافہ مالک زمین کی آل اندیشی، منظم انتظام اور سرمائے کا نتیجہ ہے اور کس قدر دوسرے اسباب کا۔ اس کے علاوہ اکثر ذراعتی زمینوں کا لگان اس قدر نہیں ہوتا کہ مالکوں نے ان پر جو سرمایہ صرف کیا ہے، اس کا انصاف کافی معاوضہ مل سکے۔ اور شہری زمینوں کے متعلق یہ بات قابل لحاظ ہے کہ وہ جلد جلد فروخت ہوتی ہیں اور ہر موقع پر خریدار اضافہ لگان کی پوری پوری مالیت پر شکل قیمت ادا کر دیتا ہے۔ اسی صورت میں پھر اس اضافے کو وصول کرنا ایک طرح کی ضلعی اور سراسر غلاب انصاف ہے۔ لہذا اب سوال یہ پیش ہوتا ہے کہ آخر ان تمام اعتراضات کا کس طرح جواب دیا جائے۔ بل میں نے یہ تجویز پیش کی تھی کہ ایک مرتبہ عام تشخیص کر لی جائے اور بعد ازاں کسی تاریخ مقررہ سے حصول اضافے پر عمل شروع کیا جائے۔ لیکن اس تجویز سے مشکل حل نہیں ہوتی بلکہ صرف مٹوسی ہو جاتی ہے۔ موجودہ تجویز یہ ہے کہ مختلف اراضی کی مالیت بلحاظ ان کے موقع محل کے شخص کر لی جائے اور اس کے بعد مخصوص طور پر شروع لگائے جائیں۔ اب یہ معلوم کرنا مشکل ہے کہ بلا لگان کا حوالہ دے دیے ہوئے کیونکر اس تجویز پر عمل کیا جاسکتا ہے، یا موقع محل پر ٹیکس لگانے میں یہ کیسے ممکن ہے کہ اس مالیت کو ضبط نہ کیا جائے جو بوقت خرید پوری طور پر ادا کی جا چکی ہے۔

مزید برآں زمین حاصل غیر مکتبہ کی متعدد شکلوں میں سے صرف ایک شکل ہے۔
 قمرانے کے تمام نفع بخش کاروبار تسکات کی مالیتوں کے اخلاف، نیز وہ تمام
 تحقیقی کاروبار جن کا اوسط منافع زائد از معمول ہو، یہ سب حاصل غیر مکتبہ ہی کی
 صورتیں ہیں۔ زندگی کے ہر شعبے میں ضروری ایسے افراد ملتے ہیں جو اپنے ساتھیوں
 کے مقابلے میں زیادہ کماتے ہیں لیکن ان کا اس طرح زیادہ کمانا شخص ان کی
 خوش قسمتی کا نتیجہ ہوتا ہے نہ کہ ان کی ذاتی کوششوں یا قابلیت کا ایک اور
 وقت یہ ہے کہ اضافوں کی طرف بعض اوقات تخفیف بھی واقع ہوتی ہے۔ اب سوال یہ پیدا
 ہوتا ہے کہ ان صورتوں میں کیا طرز عمل اختیار کیا جائے۔ کیا اصول مساوات یہ اجازت
 دیتا ہے کہ اضافہ تو فوراً وصول کر لیا جائے اور جب تخفیف واقع ہو تو اس سے بے اعتنائی
 کی جائے۔ مزید برآں جہاں تک جائیداد کا تعلق ہے بہت سے لوگوں کے مفاد اس سے متعلق ہوتے ہیں
 اور متحدہ قانونی ذمہ داریاں اس پر موجود ہوتی ہیں۔ تجزیہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ
 مضمون کس قدر مشکل اور پیچیدہ ہے اور اس کو انصافانہ طور پر حل کرنے میں
 کس قدر وقت اور مصارف درکار ہوں گے۔ اگر ان مشکلات کو پیش نظر رکھ کر
 ہم فی الحال اس سلسلے کو ٹالنا چاہیں تو یہ بھی ممکن نہیں کیونکہ اس کا فوراً کچھ نہ کچھ فیصلہ ہو جانا
 نہایت ضروری ہے۔ شہر اور اس کے سوا دیہاتوں میں اراضی کے موقع محل کی
 مالیت بڑھتی جاتی ہے، شہروں اور مقامی قرضہ داری میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔
 شہروں کی توسیع کی کوئی حد ہی نظر نہیں آتی اور اس توسیع کے ساتھ ساتھ شہر ادا
 کرنے والوں پر بار روز افزوں بڑھتا جاتا ہے۔ مزید برآں اسی ایک سبب کا
 نتیجہ ہے کہ متعدد اہم تصفیہ طلب مسائل نمودار ہو گئے ہیں مثلاً افلاس، اجرت، لگان،
 فراہمی مکانات، صنعتوں کی نقل و حرکت وغیرہ۔ متعدد شاہی کشیوں نے
 تحقیقات کر کے رپورٹیں شائع کیں، حتیٰ کہ اب اس مضمون نے ایک نہایت اہم
 اور مشکل معاشرتی سلسلے کی شکل اختیار کر لی ہے۔ لہذا نہایت ضروری ہے کہ

۱۔ موقع محل کے ملکوں کی موجودہ حالت اور مجوزہ طریقوں کی ایک نہایت واضح کیفیت
 معلوم کرنا جو تو ملاحظہ ہو اے، دس فاکس کی کتاب زمین کی مالیت کے شروح:

کوئی مبنی بر انصاف طریقہ ایسا سوچا جائے جس کی بدولت قوم اپنے نشو و نما سے متعلقہ اخراجات کو مالیتوں کے اُس اضافے سے ادا کر سکے جو اسی نشو و نما کا نتیجہ ہوتا ہے۔ لیکن قبل اس کے کہ موقع محل کی مالیتوں پر محصول لگا کر مقامی ٹیکس کے بار کو دو بارہ تقسیم کیا جاسکے، یہ ضروری ہے کہ جو مشکلات یہاں بیان کی گئی ہیں انہیں حل کیا جائے اور ایک ایسی قابل عمل اسکیم بنائی جائے جس کی بدولت اصول مساوات کے مطابق مختلف لوگوں کے مفاد کا لحاظ کیا جاسکے۔

محاشی نقطہ نظر سے زمین کی مالیت پر ٹیکس لگانے کا تقریباً پورا بار لگان مائل کرنے والوں پر پڑے گا۔ اگر ہم یہ فرض بھی کر لیں کہ ایسا ٹیکس انصافاً صرف اختلافی قدر اجارہ پر لگایا جاسکتا ہے۔ باوجود اس طور پر یہ ٹیکس کچھ خفیف سا منتقل ہو تو ہو، ورنہ دراصل وہ منتقل نہیں کیا جاسکتا۔ اگر ٹیکس کی وجہ سے عمارتی اخراجات کے لیے زمین کی رسد میں کچھ نہ کچھ تخفیف واقع ہو تو ایسی صورت میں ٹیکس کے کچھ حصے کا بار پھر اصل اضافہ لگان مکانات میں رہنے والوں پر عائد ہوگا۔ کیونکہ بہ نسبت پہلے کے سکونتی مکانات کی قلت محسوس ہونے لگے گی۔ لیکن ٹیکس کے اکثر حصے کا بار تو ہمیشہ لگان مائل کرنے والوں پر ہی رہے گا۔



دسویں فصل

۱۹۱۴ء کے بعد کی تبدیلیاں

اس کتاب کی گذشتہ (۱۹۲۴ء) والی ۱۱ شاعت میں ان تبدیلیوں کا جو ۱۹۱۴ء کے بعد واقع ہوئیں، متن کے اندر کوئی ذکر نہیں کیا گیا تھا۔ البتہ صرف چند تشریحی نوٹ اور حوالے دے دیے گئے تھے۔ اور جنگ کے زمانے میں نیز جنگ کے بعد ۱۹۲۲ء کے موازنے تک مالیات سے متعلق جو اہم تبدیلیاں اختیار کی گئی تھیں، انہیں ضمیموں کی شکل میں پیش کیا گیا تھا۔ اب ان ضمیموں کی جگہ اس نئے باب کا اضافہ کیا جاتا ہے جس میں ۱۹۲۹ء تک کی مالیاتی کیفیت بیان کی گئی ہے۔

ٹکس جو جنگ کے زمانے میں لگائے گئے

اگست ۱۹۱۴ء میں جنگ چھڑنے کے ساتھ ہی موسم غزاں میں ایک اور موازنہ منظور کیا گیا جو کہ ایک بہت ہی غیر معمولی بات تھی۔ انکم ٹکس اور زائد ٹکس ٹاسی سال کے بقیہ چار مہینوں کے لیے دو گنے کر دیے گئے اس طرح ۱۹۱۴-۱۵ء کے مالیاتی سال میں بحیثیت مجموعی ایک تہائی کا اضافہ ہوا اور اوسط شرح ایک شلنگ آٹھ پنس پڑی۔ لیکن سال آئندہ یعنی ۱۹۱۵-۱۶ء سے دو گنی شرح یعنی ۲ شلنگ چھ پنس پر پورا ملے گا۔ شروع ہونے والا تھا۔ اس کے علاوہ شراب اور چائے کے محصولوں میں بھی اضافہ کیا گیا اور یہ تخمینہ کیا گیا کہ ایک سال تمام میں ان سب تبدیلیوں کی بدولت

کل ۶۱ ملین پونڈ حاصل ہوں گے۔

مئی ۱۹۱۷ء میں ۱۹۱۶ء کا سونہ پش ہوا جس میں کوئی ایسی تجویز نہیں تھی جو جنگی کمپنوں کے اس نظام اصل میں مزید اضافے کا موجب ہو۔ لیکن جب دن گزرتے گئے اور جنگ کی وسعت زیادہ واضح ہونے لگی تو مزید مالیاتی اشار کی ضرورت تسلیم کی گئی اور مسٹر میکینا نے جو مسٹر لائڈ جارج کی جگہ وزیر مالیات مقرر ہوئے تھے، موسم خزاں میں پھر ایک درمیانی موازنہ پیش کیا۔

بالواسطہ حصہ لوں میں شکر کا محصول فی ہنڈر ڈویٹ ایک شلنگ دس پنس سے بڑھا کر ۹ شلنگ چار پنس کر دیا گیا (ایک پنی فی پونڈ) اور تبا کو کا محصول اور بعض دوسرے محال میں یہ قدر نصف اضافہ کیا گیا۔ مالیاتی اصول کے نقطہ نظر سے زیادہ قابل لحاظ تبدیلی یہ تھی کہ تائینی نوعیت کے بعض نئے محال قائم کیے گئے۔ پتل اور گلیٹسٹون نے آزاد تجارت کا جو سخت سلک قائم کر دیا تھا، اس سے اسٹران کی اب تک صرف ایک مثال ۱۹۰۶ء کے عارضی محصول غلہ کی شکل میں موجود تھی (ملاحظہ ہو صفحہ ۹۰)۔ ۱۹۱۵ء کی حکومت ایک متفقہ حکومت تھی جس میں تائین تجارت کے حامی قدامت پسند شامل تھے۔ لیکن خود مسٹر میکینا نے، باوجود آزاد تجارت کے حامی اور جدت پسند ہونے کے، ان محال کی تائید اس بنا پر کی کہ وہ محض ایک جنگی تدبیر ہے اور جنگ کے زمانے میں غیر ضروری اشیاء کی درآمد کو روکنا بہت اہم ہے۔

یہ تائینی محال جو اس وقت سے عام طور پر محال میکینا کے نام سے موسوم ہیں، ۲۲ ۱/۲ فی صد بحساب مالیت کی شرح سے سوئروں، سیلوں، آلات موسیقی، گھڑیوں اور سینما کی تصویروں پر عائد کیے گئے تھے۔

لیکن مسٹر میکینا کی زیادہ اہم تدبیر یہ وہ تھیں جن کا تعلق ہلاد واسطہ محصولوں سے تھا۔ چنانچہ انکم ٹکس فی پونڈ ۲ شلنگ ۶ پنس سے ۳ شلنگ تک بڑھا دیا گیا۔ آٹھ ہزار پونڈ سے اوپر کی آمدنیوں پر زائد ٹکس میں اضافہ کیا گیا۔ (ملاحظہ ہو صفحہ ۲۱۳)۔ انکم ٹکس کی حد استثنائاً ۱۶۰ پونڈ سے گھٹا کر ۱۳ پونڈ کر دی گئی اور چھ سو پونڈ تک کی آمدنیوں پر تخفیفات کی مقداریں بھی گھٹا دی گئیں۔

اس زمانے میں ذریعہ فراہم ہونے سے قیمتیں بہت چڑھ گئی تھیں اور اس کی وجہ سے
 ۱۸۷۷ اجرتیں بہت بڑھ گئی تھیں۔ اب جو عداستنا گھنڈی گئی تو جسامنی محنت کر کے اجرت
 کمانے والوں کی کثیر تعداد انکم ٹکس کی مدد کے اندر داخل ہو گئی اور ہر تھا ہی پر ان
 لوگوں کی آمدنیاں محض کرنے کے لیے خاص انتظامات کرنے لگے۔ مثلاً ۱۹۱۱ء میں
 جسامنی محنت کر کے اجرت کمانے والوں کی آمدنیاں بہت بڑھ گئیں۔ ۲۰۰ ملین پونڈ شخص
 کی گئیں اور ۱۹۲۰ء میں وہ ۸۰۰ ملین پونڈ سے بھی زیادہ ہو گئیں۔ لیکن حال میں
 چند سال سے قیمتیں اور اجرتیں ان بلند سطحوں سے جہاں وہ فراہم اجرا کے دوران میں
 پہنچ گئی تھیں، گر گئی ہیں اور اسی وجہ سے ان آمدنیوں کی مقدار بھی گٹ کر پڑی۔ ۲۰۰ ملین پونڈ سے
 کچھ زیادہ رہ گئی ہے۔ طریق تخفیف کی وجہ سے ان آمدنیوں کے پانے والے
 ٹکس کی جو واقعی مقدار ادا کرتے ہیں وہ تھوڑی ہے۔ اگر چارے انکم ٹکس کے اس حصے کا
 مقابلہ جرمنی کے اتنی حصے سے کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ جرمنی میں اجرت کمانے والوں کی
 اکثریت انکم ٹکس کے تابع ہے۔ اور اس ٹکس کی مجموعی آمد کا خاصا بڑا جزو یہ لوگ
 ہٹا کرتے ہیں۔ دونوں ملکوں میں اجرتوں پر کامیابی کے ساتھ انکم ٹکس لگانے کا
 انحصار آجروں کی امداد اور ذمہ داری پر ہے۔ انگلستان میں آجروں کی سطح
 ہٹا کرتے ہیں اور جرمنی میں تو وہ اجرت سے ٹکس کی مقدار وضع کر لیتے ہیں اور
 وضع شدہ مقدار کے مطابق اسٹامپ چسپاں کر دیتے ہیں۔

ایک اور اہم تبدیلی جو سٹریکٹینا نے آغاز کی یہ تھی کہ قبضہ زمین سے
 جو منافع حاصل ہو، اس پر انکم ٹکس لگانا شروع کیا۔

جب سے انکم ٹکس کی ابتدا ہوئی، اسی وقت سے زرعی منافعوں کی
 تخفیف کا (شد و لب) ہمیشہ یہ دستور رہا کہ ٹکس اصلی منافع پر نہیں بلکہ ٹکان کے
 ایک فرضی جزو پر لگایا جاتا تھا۔ یہ جزو ہر قدر ایک تہائی مقرر تھا۔ لیکن اس طرح
 جو مقدار چلتی تھی، وہ اکثر و بیشتر صورتوں میں اصلی منافع سے بہت کم ہوتی تھی
 اور یہ کمی جنگ کے دوران میں کمپنیں بڑھ جانے سے اور بھی زیادہ نمایاں
 ہو گئی تھی۔ کیونکہ قیمتوں کے اس اٹھانے کا اثر نہ تو ٹکان کی حقیقی مقداروں پر
 پڑا تھا اور نہ زمینوں کی اس مالیت پر جو بحساب ٹکان انکم ٹکس کے اخراجات

کے لیے کی جاتی تھی۔ سرٹیکینا کی تجویز کے مطابق منافع کل لگان کے مساوی سمجھا جانے لگا نہ کہ صرف ایک ہتائی لگان کے۔ لیکن کسان کو ہمیشہ سے یہ حق حاصل تھا اور وہی اب بھی برقرار رہا کہ اس کا ٹکس حقیقی منافع کی بنا پر دہن سالہ اوسط کے حساب سے (مستثنیٰ کیا جائے بشرطیکہ وہ مفصل حساب کتاب رکھے لیکن بہت کم کسانوں نے اپنے اس اختیار سے کبھی فائدہ اٹھایا۔ ۱۹۱۱ء میں مذکور منافع کی تنظیمیں میں اضافہ کر کے اُسے لگان کے دو چندان قرار دیا گیا۔ لیکن ۱۹۲۲ء میں جب قیمتوں کا ماریضی اضافہ ناپید ہو گیا تو پھر اُسے لگان کے ہم قدر قرار دیا گیا۔

۱۹۱۵ء کی تمام تدبیروں میں سب سے زیادہ قابل لحاظ محمول منافع زائد کی تدبیر تھی۔ ہر کاروبار کے متعلق یہ دیکھا جاتا تھا کہ جنگ کے پہلے اس کا سالانہ منافع پر اغراض انکم ٹکس کس قدر شخص کیا گیا تھا۔ اب جو منافع اس مقدار سے زائد حاصل ہوا، اس پر یہ محمول لگایا جاتا تھا۔ ٹکس ادا کرنے والے کو یہ اختیار دیا گیا کہ وہ ۱۹۱۱-۱۹۱۳ء ان تین سالوں میں سے جو سب سے زیادہ نفع بخش سال ہو، اسی کو اس غرض کے لیے منتخب کرے۔ اب رہے وہ کاروبار جو ۱۹۱۵ء کے بعد سے جاری کیے گئے ہوں، ان کے متعلق یہ فرض کر لیا گیا کہ انھیں اپنے سرمائے پر کسی مجوزہ شرح کے حساب سے منافع حاصل ہو رہا ہے۔ اس طور پر حساب کرنے سے جو زائد منافع برآمد ہوتا، اس پر ۵۰ فی صدی محمول لیا جاتا تھا۔ بعد ازاں یہ شرح ۱۹۱۶ء میں ۶۰ فی صدی اور ۱۹۱۷ء میں ۷۰ فی صد تک بڑھا دی گئی۔

یہ ٹکس کئی وجوہ سے نکتہ چینی کے قابل تھا۔ اول تو وہ کاروبار کے زائد منافع پر عائد ہوتا تھا نہ کہ ٹکس ادا کرنے والے کی زائد آمدنی پر۔ گویا یہ ممکن تھا کہ کسی شخص کو محمول منافع زائد ادا کرنے والے کسی کاروبار سے اپنی آمدنی کا کوئی جزو حاصل ہو رہا ہے اور ساتھ ہی دوسرے ذرائع گھٹ جانے کے باعث اس کی آمدنی درحقیقت پہلے سے کم ہو گئی ہو۔ مزید برآں ملکی پیشوں کی فیس یا تنخواہوں کی شکل میں جو آمدنیاں حاصل ہوتی تھیں ان کے اضافے میں محمول سے متاثر نہیں ہوتے تھے۔ محمول منافع زائد ادا کرنے والے کاروبار کو بلاوجہ

اپنے معارف بڑھانے کی ترغیب ہوتی تھی۔ مثلاً یہ ممکن تھا کہ کوئی شخص اشتہاروں پر مزید دس ہزار پونڈ خرچ کر دے یا تجدید یا توسیع کی بعض ایسی تدبیروں پر خرچ کرے جو انکم ٹکس کے اغراض کے لیے تو چالو اخراجات میں شمار ہو سکیں لیکن جن سے درحقیقت کاروبار کی کارگزاری میں اضافہ ہو جائے۔ اب ایسا شخص بہ قدر آٹھ ہزار پونڈ محصول منافعہ زائد سے ۱۱ اور بقیہ دو ہزار پونڈ پر انکم ٹکس (نیز ۱۸۹ اگر وہ دولت مند تھا تو زائد ٹکس) ادا کرنے سے بچ سکتا تھا۔ گویا صرن ڈیڑھ ہزار پونڈ خرچ کر کے یا اس سے بھی کم صرفہ سے وہ دس ہزار پونڈ کے ہم قدر اخراجات اپنے کاروبار کے لیے مہیا کر سکتا تھا۔ مختصر یہ کہ اس ٹکس کے عملدرآمد میں متضاد باتوں کا پیدا ہونا، مشکلات کا پیش آنا اور نا انصافیوں کا نمودار ہونا لازمی تھا۔

گران تمام باتوں کے باوجود اس وقت کے حالات میں وہ آمدنی کا ایک بہت قابل قدر ذریعہ تھا۔ چھ سال تک اس پر عملدرآمد جاری رہا اور اس عرصے میں تقریباً ۲۰۰ ملین پونڈ اس سے حاصل ہوئے۔ اس میں سے کوئی نصف رقم تو جنگ کے دوران میں وصول ہوئی اور بقیہ نصف انتہائی مالی تنگی کے ایام میں جو جنگ کے بعد ہی شروع ہوئے۔ یہ زمانہ متواتر اور روز افزوں افراطِ اجرائے زر کا زمانہ تھا اور قیمتیں چڑھ جانے سے غیر معمولی منافع تجارت پیشہ اشخاص کے ہاتھ لگ رہا تھا۔ لوگ "منافعہ بازوں" کی خوش حالی پر سختی سے نکتہ مبہنی کر رہے تھے اور معاشری نقطہ نظر سے واقعی یہ حالت خلافِ انصاف تھی۔ لیکن یہ خوش مالی خود ان اشخاص کی حرص و طمع کا نتیجہ نہ تھی بلکہ وقتی حالات کی بدولت وہ ان پر زبردستی نازل ہو گئی تھی۔ محصول منافعہ زائد نے ایک تو اس نا انصافی میں براہ راست تخفیف کی، دوسرے اس کی بدولت ایک ایسا ذریعہ آمدنی مہیا ہو گیا جو حصول زر کے کٹن طریقوں کا جو افراطِ اجرائے زر پر مبنی ہوتے ہیں تنہا بدل تھا۔ اس کے بعد تین اور عوازل نے اثنائے جنگ میں پیش ہوئے:- ایک لاکھ میں دو سو سو لاکھ میں اور تیس سو لاکھ میں۔ متواتر اضافوں کی بدولت شکر کا محصول ۲۵ لاکھ، پنس فی ہنڈر ڈویٹ (۲ پنس فی پونڈ) تک اور تبا کا محصول ۲ لاکھ ۲ پنس فی پونڈ تک پہنچ گیا۔ نئے بالا اسٹ محصول بھی لگائے گئے مثلاً

تفریحات کا محصل اور دیاسلانی کا محصل۔ ۱۹۱۴ء کے بعد سب سے پہلی مرتبہ ۱۹۱۵ء میں الکحل والے مشروبات کے محاصل بڑھائے گئے۔ بیئر شراب کا محصل ۱۹۱۴ء میں، شلنگ و پنس سے بڑھا کر ۲۵ شلنگ فی بیرل کر دیا گیا تھا۔ لیکن جہاں تک اسپرٹ والی شرابوں کا تعلق ہے اُن پر چودہ شلنگ نو پنس فی گیلن کا جب محصل جنگ سے پہلے موجود تھا، وہ الکوحل کے جزو کی نسبت سے بیئر کے محصل سے بہت زیادہ تھا۔ اور ۱۹۱۵ء میں یہ تجربہ ہو چکا تھا کہ محصل میں اضافہ کرنے کی وجہ سے مجموعی آمدنی پہلے سے گھٹ جاتی ہے۔ لہذا اس سے یہ نتیجہ نکالا گیا کہ اسپرٹ کی شرابوں پر ٹیکس لگا کر نفع حاصل کرنے کی انتہائی حد پر پہنچ گئی ہے۔ چنانچہ ۱۹۱۵ء تک اُن پر کوئی مزید محصل نہیں لگایا گیا۔ بجز اس کے کہ غیر نچتہ اسپرٹ کی شرابوں کے خلاف کچھ امتیاز کیا گیا جس سے تھریک اعتدال پسندی کی حمایت مقصود تھی۔

لیکن ۱۹۱۵ء میں حالات بالکل بدل گئے تھے۔ اس بات کی سخت ضرورت تھی کہ شراب کشی میں اناج کا استعمال بہت گھٹا دیا جائے تاکہ اشیائے خوراک کفایت سے استعمال کی جاسکیں۔ لہذا اسپرٹ کی پیداوار بہر صورت اُس کی طلب کا ساتھ نہیں دے سکتی تھی اور اس لیے اضافہ محصل کا یہ اثر کہ اُس کی بدولت طلب رُک جائے گی، ایک حد تک نظر انداز کیا جاسکتا تھا۔

مزید یہاں زبردہ افراط جاری ہونے سے اُس کی قوت خرید بہت گھٹ گئی تھی۔ قیمتوں کی سطح دگنی بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ بلند ہو گئی تھی۔ چودہ شلنگ نو پنس کا محصل اصلی دولت کی شکل میں قبل جنگ کے سات شلنگ سے زیادہ نہیں تھا۔ لہذا محصل دگنا کر دیا گیا لیکن اُس وقت کا لٹا کرے ہوئے جبکہ قدیم محصل مائد کیا گیا تھا، یہ تیس شلنگ کا نیا محصل درحقیقت اُس کے برابر ہی سمجھا جاسکتا ہے۔

یہی خیالات بیئر کے متعلق بھی صحیح تھے بلکہ اس صورت میں وہ اور زیادہ قوی ہو گئے تھے کیونکہ یہاں یہ فرض کرنے کی کوئی وجہ نہ تھی کہ ۱۹۱۴ء کا محصل پیداواری کی انتہائی حد پر پہنچ گیا ہے۔ لہذا وہ محصل بھی دگنا کر دیا گیا اور فی بیرل پچاس شلنگ کا نیا محصل تیس شلنگ کے محصل سے جس وقت کہ وہ

ماند کیا گیا تھا، زیادہ گراں بار نہ تھا۔

محصول سناغذ زائد میں جو متواتر اٹھائے ہوئے، ان کا حال ہم پہلے ہی معلوم

کر چکے ہیں۔

انکم ٹیکس ۱۹۱۷ء میں پانچ شلنگ تک بڑھا دیا گیا اور ساتھ ہی ۲۵۰ پونڈ سے نیچے کی آمدنیوں کے لیے تخفیفات کا ایک پیچیدہ پیمانہ تیار کیا گیا (ملاحظہ ہو صفحہ ۷۷ ڈٹ، ۱۹۱۷ء میں یہ شرح چھ شلنگ کردی گئی اور زائد ٹیکس میں بھی اضافہ کیا گیا۔ اثنائے جنگ کے متواتر موازنوں کا عام اثر اس مقدار آمدنی سے ظاہر ہوتا ہے جو مختلف ٹیکسوں سے سال بہ سال حاصل ہوئی۔

سال	ٹیکس والی آمدنی	بے ٹیکس آمدنی	میزان (ٹیکس پونڈ میں)
۱۹۱۳-۱۴ء	۱۶۳۶۰	۳۵۶۲	۱۹۸۲۲
۱۹۱۵-۱۶ء	۱۸۹۶۳	۳۷۶۴	۲۲۶۱۷
۱۹۱۶-۱۷ء	۲۹۱۵۰	۴۵۱۸	۳۳۶۶۸
۱۹۱۷-۱۸ء	۵۱۴۵۱	۵۹۶۳	۵۷۴۱۴
۱۹۱۸-۱۹ء	۶۱۳۶۰	۹۳۶۲	۷۰۷۹۲
۱۹۱۹-۲۰ء	۷۸۴۶۳	۱۰۴۶۷	۸۸۹۳۰

باوجود اس کے ۱۹۱۸-۱۹ء میں ۱۹۸۸ ٹیکس پونڈ اور ۱۹۱۹-۲۰ء میں ۱۹۰۷ ٹیکس پونڈ

قرضہ لینے سے لگ محفوظ نہ رہ سکا۔

ٹیکس جو جنگ کے بعد لگائے گئے

۲۸ جون ۱۹۱۹ء کو جرمنی کے ساتھ صلح نامے پر دستخط ہو گئے۔ لیکن پھر بھی

۱۹۱۹-۲۰ء بہت زبردست بوجھ موجود تھا جو کچھ جنگی ذمہ داریوں پر اور کچھ ان عظیم الشان مصارف پر مشتمل تھا جو فوجوں کو برخواست کرنے اور ملک کو دوبارہ نیک مذاک کرنے میں لاقی ہوئے ہیں۔ اپریل ۱۹۱۹ء میں کیفیت موازنہ کے اندر مصارف کا پیش اندازہ یہ قدر ۱۴۳۴ ٹیکس پونڈ کیا گیا۔ اور دائمی غسر و

۱۶۶۲ء میں پونڈ ثابت ہوا۔ دوسری طرف بے ٹکس محاصل کے زیر عنوان ایک بہت بڑی رقم حکومت کے کثیر اثاثوں کی فروخت سے وصول ہوئی۔ اثاثے جنگ میں صنت و صفت تجارت اور نقل و حمل کی تقریباً ہر شاخ پر حکومت کا تسلط ہو جانے سے یہ تمام اثاثے اس کے پاس جمع ہو گئے تھے۔ اس مد سے ۲۱۰ ملین پونڈ کا پیش اندازہ کیا گیا تھا لیکن دراصل اس سے ۲۶۵ ملین پونڈ دستیاب ہوئے لیکن پھر بھی ۴۰ ملین پونڈ کے خاص فریق کی محض مداخلت سے سربراہی نہیں کی جاسکتی تھی۔

موجودہ ٹکسوں کی آمدنی بڑھ رہی تھی۔ ۱۹۲۰ء میں ان پر عمل درآمد شروع ہوا۔ ایک سال ہو چکا تھا قیمتیں بھی چلنے سے اور زیادہ چڑھ گئی تھیں۔ ہندو ٹکسوں میں مزید اضافے کا اندکے گئے۔ اسپرٹ کا محصول نی گین تیس شلنگ سے پچاس شلنگ اور بیر کا محصول فی بیر پچاس شلنگ سے ستر شلنگ کر دیا گیا۔ چندہ و پونڈ کے ادپردانی تمام جائیدادوں پر محصول جائیداد بر حاد یا کیا اور دو ملین پونڈ سے متجاوز جائیدادوں پر تو وہ ۴۰ فی صدی تک پہنچ گیا۔

اس کے برعکس محصول منافع زائد کو گھٹا کر ۸ سے ۴۰ فی صدی کیا گیا۔ اس محصول سے ہر سال کوئی ۳۰۰ ملین پونڈ وصول ہو رہے تھے لیکن اس تخفیف سے صرف ۵۰ ملین پونڈ نقصان کی توقع کی گئی۔ جنگی منافع اب ایک گئی گز دی بات تھے اور قیمتوں کے گرنے اور کاروبار سست پڑ جانے کے آثار نظر آ رہے تھے۔ مگر چونکہ یہ محصول بس سال کے منافع پر مستعمل کیا جاتا ہے اس کے ختم ہونے کے ایک کافی طویل وقفے کے بعد عملاً وصول کیا جاتا ہے اس لیے مداخلت کے نقصان کا کوئی اثر ۱۹۲۰-۱۹ء پر نہ پڑتا۔

ان تمام تدبیروں کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ قدر ۹۹۸۹۶۰۰۰ پونڈ محاصل ٹکس سے وصول ہوئے یعنی ۱۹۱۹ء کے محاصل ٹکس سے یہ قدر ۲۰۰ ملین پونڈ اور موازنے کے پیش اندازے سے یہ قدر ۶۰ ملین پونڈ متجاوز ہو گئے۔ افراط اجرائے زر کے پھر قدم جم گئے تھے اور قیمتیں پھر تیزی کے ساتھ چڑھ جانے سے ٹکس کی پیداوار بہت بڑھ گئی تھی۔

۱۹۲۰ء کا موازنہ افراط اجرائے انتہائی حالت میں پیش کیا گیا۔

انگلستان جنگ کی شرح اسی وقت ۷۰ فی صدی تک بڑھادی گئی تھی لیکن صورت حال صاف بتا رہی تھی کہ حکومت کو اپنا خرچ بذریعہ ٹیکس چلانا چاہیئے۔ چنانچہ ہنر اور Spirita کے محمولوں میں اور اضافہ کیا گیا اور پہلے کی شرح فی ہیل سو شلنگ اور دوسرے کی فی گیلن ۲۰ شلنگ پہ پیش تک پہنچ گئی بمصوبہ منافع زائد ۱۸۸۵ سے ۹۰ فی صدی کر دیا گیا۔ زائد ٹیکس کی شرحیں بلند کی گئیں۔ نیز شراب اسٹامپ اور موٹر وں کے محمولوں میں اضافے کیے گئے۔

یہ دیکھ کر کہ مصوبہ منافع زائد ایک غیر معمولی اور مادی نوعیت کا ٹیکس ہے یہ ضروری سمجھا گیا کہ آئندہ کے لیے اس کی جگہ پر ایک زیادہ سہول ٹیکس بنایا گیا جائے۔ ۱۹۰۳ چنانچہ محصول منافع گھنٹیاں کی شکل میں ایسا ٹیکس دستیاب ہو گیا۔ یہ ٹیکس ہر محدود ذمہ داری والے کاروبار پر بہ شرح ایک شلنگ فی پونڈ مقرر کیا گیا۔

مصارف جنگ کی سربراہی کے لیے ٹیکسوں میں جو اضافے کیے گئے، وہ ۱۹۱۱-۱۹۱۲ میں اپنی انتہائی بلندی پر پہنچ گئے اور اسی سال ان کا خاتمہ ہی ہو گیا۔ غیر معمولی مصارف اب بھی جاری تھے۔ گرد و سری طرف خاص ماحول بھی مل رہے تھے جو حکومت کے اٹھائے جنگ میں ماحول کیے ہوئے وسیع اثاثوں سے نیز مختلف دوسرے وسائل سے حاصل ہو رہے تھے اور ان دونوں مددوں میں عملاً توازن سا پیدا ہو گیا تھا۔ ٹیکس کے ماحول اپنی انتہائی مقدار یعنی ۱۹۰۵-۰۶ پونڈ پر پہنچ گئے۔

جنگ کے بعد والے دو سال یعنی ۱۹۱۰-۱۱ اور ۱۹۱۱-۱۲ کی ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ ان میں مالیاتی مسلک کے اندر چند قابل ذکر تبدیلیاں پیدا ہوئیں۔

ہلک یہ کہ ۱۹۱۲ میں انکم ٹیکس میں تخفیفات کا طریقہ ماحول نئی طرز پر قائم کیا گیا اور اس میں سادگی پیدا کی گئی۔

۱۹۱۲ سے پہلے جو قاعدہ تھا کہ مہر کی آمدنیوں پر (یعنی ۷۰۰ پونڈ تک) تخفیفات کی اجازت تھی اور اس کی یہ صورت تھی کہ آمدنی کا ایک خاص حصہ ٹیکس کے عمل سے خارج رہتا تھا۔ چنانچہ چار سو پونڈ تک کی آمدنی والے سرکاری ۱۹۰۷ پونڈ سے

متجاوز حصے پر ٹکس ادا کرتے تھے، چار سو اور پانچ سو پونڈ کے درمیان والے۔ ۱۵ پونڈ سے متجاوز حصے پر پانچ سو اور چھ سو پونڈ کے درمیان والے۔ ۱۲ پونڈ سے متجاوز حصے پر اور چھ سو اور سات سو پونڈ کے درمیان والے۔ ۱۰ پونڈ سے متجاوز حصے پر۔ یہ طریقہ انتظامی سہولت کی وجہ سے اختیار کیا گیا تھا۔ انکم ٹکس کا بڑا حصہ "ماخذ پر وضعات" کے ذریعے سے جمع کیا جاتا ہے۔ لگان، سود، مقسوم اور بعض حالات میں تنخواہوں کی رقیں، یہ سب ٹکس وضع کر لینے کے بعد لوگوں کو ادا کی جاتی ہیں۔ ٹکس یکساں شرح سے وضع کیا جاتا ہے۔ ۱۔ ۲ اور اکثر صورتوں میں تخفیفیات کا عمل یوں ہوتا ہے کہ ٹکس لی پہلے سے وضع شدہ رقم بعد لو واپس کر دی جاتی ہے۔ اب عملہ آمدنی اس طریقے کی سادگی واضح ہے کیونکہ تخفیف کی رقم کا انحصار ضمیمہ مقدار آمدنی پر نہیں بلکہ اس بات پر ہے کہ آمدنی چند ریسیں محدود کے مابین واقع ہوتی ہے۔

۱۹۰۷ء میں ایک نئی بات یہ اختیار کی گئی کہ کمائی آمدنیوں پر جو ۱۰ پونڈ سے متجاوز نہ ہوں، (صفحہ ۵۷) تخفیف عطا کرنے کے لیے ادنیٰ شرح ٹکس کی صورت اختیار کی گئی۔ ۱۹۱۳ء میں ۵۰۰ پونڈ تک کی کمائی آمدنیوں کے لیے ایک تدریجی پیمانہ اختیار کیا گیا۔

اثنائے جنگ میں انکم ٹکس میں اضافے ہوتے رہے اور یہی طریقہ برقرار رہا لیکن غصہ کمائی آمدنیوں کے لیے جو پانسو اور دو ہزار پونڈ کے مابین ہوں تدریج بذریعہ تخفیفیات کے علاوہ تدریج بذریعہ شرح کا بھی عمل ہونے لگا۔ اس کا پیمانہ صفحہ ۵۷ پر بتایا گیا ہے۔ مزید براں خود تخفیفیات میں بھی کمی کر دی گئی۔

تخفیف کی ایک اور شکل ۱۹۰۹ء میں جاری کی گئی تھی، ۱۱ اور وہ یہ تھی کہ ہر زیر پرورش بچے کے لیے قابل ٹکس آمدنی میں سے دس پونڈ کم کر دیے جاتے تھے۔ اس مقدار میں تدریج اضافہ ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ ۱۹۱۹ء میں پہلے بچے کے لیے چالیس پونڈ اور باقی ہر بچے کے لیے تیس پونڈ کم کیے جانے لگے اور دوسرے زیر پرورش متعلقین کے لیے بھی اس کا عمل ہونے لگا۔ اس تخفیف کا اطلاق پانچ سو پونڈ تک کی آمدنیوں پر ہوتا تھا ۱۹۱۶ء میں یہ مدد سات سو پونڈ تک بڑھا دی گئی۔

۱۹۲۰ء کے قانون مالیات کی اہم اصلاحات نے ان پیچیدہ پیمانوں کا ناکارہ کر دیا جن کے مطابق تحقیقات کا انحصار آمدنی کی مقدار پر ہوتا تھا۔ اس کے بجائے ہر ٹکس ادا کرنے والے کے لیے خواہ اس کی کچھ ہی آمدنی ہو، ایک معینہ رقم مبنی ۳۵ پونڈ کی تخفیف منظور کی گئی اور اس کے علاوہ ایک جوسی کے لیے نوے پونڈ پہلی اولاد کے لیے ۳۶ پونڈ اور بعد کی ہر اولاد کے لیے ستائیس پونڈ کی مزید تخفیف منظور ہوئی۔ اور ان میں سے کسی صورت میں مقدار آمدنی کا کوئی لحاظ نہیں کیا جائے گا۔ ان تخفیفات کی رقم کھالنے کے بعد جو آمدنی بچے اس پر پہلے ۲۲۵ پونڈ کی مد تک نصف معیاری شرح سے اور بقیہ پر سالم معیاری شرح سے ٹکس لیا جائے گا۔ کمائی آمدنیوں کی خاطر پہلے جو شرح ٹکس میں فرق کیا جاتا تھا اس کے بجائے اب کمائی آمدنی کے دسویں حصے کے برابر تخفیف کی جانے لگی بشرطیکہ ایسی آمدنی پندرہ سو پونڈ سے متجاوز نہ ہو۔

یکساں تخفیفات کے اس طریقے سے انتظام میں سادگی پیدا ہو جاتی ہے۔ کیونکہ اب مجموعی آمدنی دریافت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی اور ہر نوٹ پر شرح ٹکس میں تدریج کا اثر پیدا ہو جاتا ہے۔ لیکن جیسے جیسے ادھنیاں بڑھنے لگتی ہیں شرح میں تدریج کا اثر کمتر ہوتا جاتا ہے۔ مثلاً اگر دس ہزار پونڈ کی آمدنی پر چند سو پونڈ کے تخفیفات دے دیے جائیں تو اس سے شرح ٹکس پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

اعلیٰ آمدنیوں میں تدریج کا اثر نہ آمد ٹکس کے ذریعے سے پیدا کیا جاتا ہے۔ سب سے پہلے سٹرلائڈ جارج نے اپنے ۱۹۰۹ء کے مشہور حوالے میں زائد ٹکس کی تجویز پیش کی جو دارالامراء نے مسترد کر دی۔ لیکن دستور پر ایک نازک مرحلہ گزرنے کے بعد وہ منظور ہو گئی۔ اس وقت اس ٹکس کا اطلاق صرف ان آمدنیوں پر ہوتا تھا جو سالانہ پانچ ہزار پونڈ سے زائد ہوتی تھیں اور وہ بحساب چھ پنس فی پونڈ زیر ٹکس کے طور پر صرف اس حصہ آمدنی پر لگایا جاتا تھا جو تین ہزار پونڈ سے متجاوز ہوتا تھا۔ ۱۹۱۹ء میں جنگ سے پہلے جو آخری سوازنہ پیش ہوا اس میں تین ہزار پونڈ سے زائد تمام آمدنیوں پر یہ ٹکس لگایا گیا اور وہ اس طور پر کہ اضعاف خور ہو کر دس

مہماوز آدمیوں کے لیے مسب ذیل تدریجی چمانہ بنایا گیا۔ پہلے پانچ سو پونڈ پر ۵ پنس فی پونڈ اس کے بعد والے ایک ہزار پونڈ پر ۷ پنس فی پونڈ اس کے بعد والے ایک ایک ہزار پونڈ پر بہ ترتیب ۱۱، ۱۳، ۱۵ پنس فی پونڈ اور بقیہ میسنی رائد از آٹھ ہزار پونڈ پر ۱۶ پنس فی پونڈ۔ نومبر ۱۹۱۴ء میں جو جنگی موازنہ پیش ہوا تو ان شرحوں میں ہر قدم ایک ہتائی اضافہ کیا گیا اور ۱۹۱۵ء میں یہ شرحیں لگنی ہو گئیں۔ ۱۹۱۵ء میں تدریج کا طریقہ دس ہزار پونڈ تک پھیلا دیا گیا اور انتہائی شرح ۳ شلنگ ۶ پنس تک پہنچ گئی۔ ۱۹۱۵ء میں وہ ڈھائی ہزار پونڈ سے زائد آمدنیوں پر عائد کیا گیا اور تدریجی چمانے کا اطلاق دو ہزار پونڈ سے زائد پر ہونے لگا۔ پہلے پانسو پونڈ فی پونڈ ایک شلنگ سے شروع ہو کر اس کی شرح دس ہزار پونڈ سے مہماوز آدمیوں پر فی پونڈ چار شلنگ چھ پنس تک پہنچ گئی۔

۱۹۱۶ء کے قانون مالیات کی بدولت سات ہزار پونڈ تک کی آمدنی پر شرح کمس میں ۶ پنس کا اضافہ کیا گیا اور سات ہزار سے دس ہزار پونڈ تک کی آمدنیوں پر ایک شلنگ کا۔ آٹھ ہزار سے بیس ہزار پونڈ تک شرح کمس (چلنے) ۴ شلنگ اور پھر ۴ شلنگ ۶ پنس کے (پانچ شلنگ تھی) بیس ہزار سے تیس ہزار پونڈ تک ۵ شلنگ ۶ پنس اور تیس ہزار پونڈ سے مہماوز آدمیوں پر ۶ شلنگ بیس پنس وقت انکم کمس کی شرح ۶ شلنگ تھی، اس وقت تیس ہزار پونڈ سے مہماوز آدمیوں پر بارہ شلنگ فی پونڈ یا ۶ فی صدی کمس لیا جا رہا تھا۔

۱۶۶

۱۹۱۶ء کے موازنے کا ایک اور قابل لحاظ واقعہ یہ ہے کہ شہر مالیت زمین کے محصول منسوخ کر دیے گئے۔ ۱۹۱۰-۱۱ء کی دستور کی شکل کش کا سب سے نمایاں سبب یہی محصول تھے۔ (ملاحظہ ہو صفحات ۱۳۲-۱۳۳) ان محصولوں کی وجہ سے یہ فرصت پیش آئی کہ گراں مصارف برداشت کر کے جامع طور پر سلطنت کی تمام زمین کی مالیت دریافت کی جائے۔ اور اس کے علاوہ بے شمار قانونی پیچیدگیوں کی وجہ سے کمس جمع کرنے کا خرچ بڑھ گیا اور اس کی پیدا آوری گھٹ گئی۔ اب یہ محصول نہ صرف منسوخ کیے گئے بلکہ ان کے دس سالہ عائد آمد میں جو رقمیں وصول ہوئیں تھیں، وہ کمس ادا کرنے والوں کو واپس دے دی گئیں۔ البتہ

معدنی حقوق کا محصول اس منہج میں نہیں شامل کیا گیا کیونکہ وہ دراصل معدنی آمدنیوں پر عائد کیا جاتا ہے۔

یہ ہم پہلے ہی بیان کر چکے ہیں کہ ۱۹۱۵ء میں پہلی حکومت متفقہ نے بعض تائینی محصول جاری کیے تھے۔ اب دوسری حکومت متفقہ نے اس اصول کو اور آگے بڑھایا۔

پہلی بات تو یہ کہ شاہی ترجیح کا اصول ۱۹۱۹ء میں شروع کیا گیا۔ برطانوی شہنشاہی کی پیداواروں پر مالک غیر کی پیداواروں کے مقابلے میں ادنیٰ شرح سے محصول لگانا قرار پایا۔ ترجیح کا اطلاق شکر، چائے، اور تمباکو جیسے بڑے بڑے مالی محصولوں پر کیا گیا اور ۱۹۱۵ء کے تائینی محصولوں سے تو برطانوی شہنشاہی کی پیداواریں پورے طور پر مستثنیٰ کی گئیں۔ برطانیہ میں کوئی عام محصول یا تائینی طریق تو مروج تھا نہیں اس لیے جس ترجیح کا اس طور پر آغاز کیا گیا کہ وہ بہ لحاظ اپنے نتائج کے کوئی باقاعدہ چیز نہ تھی۔ اس کا فائدہ تقریباً پورے طور پر صرف چند برطانوی مقبوضات کے حصے میں آیا جن کا مفاد شکر سے وابستہ تھا اور جن کی کوئی خاص اہمیت نہ تھی۔ چائے کی ترجیح کا تو کوئی اثر نہیں ہوا۔ کیونکہ پہلے ہی سے اس کی رسد کا بہت بڑا حصہ ہندوستان اور سیلون سے آتا تھا۔ دوسرے یہ کہ چینی چائے اور ہندوستانی چائے کے درمیان خاصیت اور قیمت کا فرق بہت نمایاں تھا۔

۱۹۲۱ء کے قانون محافظت صنعت کی شکل میں گویا تائین کی ایک اور قسط پیش کی گئی۔ اس کی بدولت بعض ایسی اشیاء پر تائینی محصول لگانے لگے جن کے متعلق یہ فیصلہ کیا گیا کہ وہ خاص سلوک کی مستحق ہیں۔

سب سے پہلے کلیدی صنعتوں کی پیداواریں اس کے تحت آئیں۔ یہ وہ پیداواریں تھیں جن کی رسد کے لیے بیرونی ذرائع پر انحصار کرنا ملک کے مفاد کے لیے نامناسب خیال کیا گیا۔ اس کی یا تو یہ وجہ تھی کہ ایسی پیداواریں جنگ کے زمانے میں درکار ہوتی ہیں یا یہ کہ کسی اور بہت بڑی صنعت کا کام ہماری رکھنے کے لیے ان کا موجود ہونا ضروری ہے۔

دوسرے، بعض ایسی صورتیں پیدا ہو گئی تھیں کہ ہمارے بیرونی حریف اپنے زر کے اتار سے مسابقت میں بیجا فائدہ اٹھا رہے تھے کیونکہ اس کی وجہ ان کے مصارف پیدائش انگلستان کے مقابلے میں گھٹ گئے تھے۔ (اثر سے ہونے زر کا حصول)۔

تیسرے، یہ اختیار حاصل کیا گیا کہ بعد کو یہ ثابت ہوا کہ یہ اختیار کبھی استعمال ہی نہیں ہوا کہ باہر سے جو اشیاء بھرا دی جائیں (یعنی وہ اشیاء درآمد جو مصارف سے کم قیمت پر فروخت ہوں) ان پر محصول لگائے جائیں۔

عکس کی معافیاں (۱۹۲۱-۱۹۲۵ء)

۱۹۲۱-۲۰ء میں جو عکس لگائے گئے، وہ ایک غیر معمولی کوشش کا نتیجہ تھے۔ کوئی ۲۳۰ ملین پونڈ کا حقیقی سرمایہ حکومت کے ہاتھ لگا۔ اور اس سے قرضے کی تخفیف کا کام لیا گیا۔ افراطِ اجراء کی مالیات کا اب خاتمہ ہو سکا تھا۔ ۱۹۲۵ء کے موسمِ بہار میں تحدید اعتبار کا کامیابی کے ساتھ آغاز کیا گیا تھا لیکن اب وہ تدبیر ایسی سخت ثابت ہونے لگی کہ مشکل سے اس کی کوئی مثال ملتی ہے۔ اشیاء کی قیمتیں یک لخت گریں اور کساد بازاری کا دور شروع ہوا۔

۱۹۲۱-۲۲ء میں محصولِ منافع زائد منسوخ کیا گیا، لیکن کوئی اداہم رعایت عکس ادا کرنے والوں کے ساتھ نہیں کی گئی۔ حقیقت میں خود محصولِ منافع زائد کی خوبی زائل ہو چکی تھی۔ کیونکہ قیمتیں گرنے سے منافع زائد ناپید ہو رہا تھا۔ بعض کاروبار جو محصولِ منافع زائد ادا کر چکے تھے، بعد کو انہیں اتنے نقصانات اٹھانے پڑے کہ وہ محصول واپس پانے کے مستحق قرار دیے گئے۔ محصول کو ختم کرنے کا عمل کئی سال تک جاری رہا اور ایک سے زائد مرتبہ تو ایسا اتفاق ہوا کہ واپسیوں کی رقم وصول شدہ بقایا کی رقم سے بڑھ گئی، گویا اس محصول کی پیدا آوری ایک منفی مقدار کے برابر تھی۔

۱۹۲۲ء کے موازنے میں کچھ محصول کے سے حالات نظر آنے شروع ہوئے۔

اور جنگی ٹکسوں کی معافیوں کا دراصل آغاز ہوا۔ چنانچہ انکم ٹکس کی شرح فی پونڈ ۶ شلنگ سے گھٹ کر پانچ شلنگ (۱۹۲۲ء) ساڑھے چار (۱۹۲۳ء) اور چار شلنگ (۱۹۲۴ء) تک پہنچ گئی۔ چلے کا محصول ایک شلنگ فی پونڈ سے گھٹ کر ۸ پنس (۱۹۲۳ء) اور پھر ۴ پنس (۱۹۲۴ء) ہو گیا۔ ٹیکس کا محصول ۲۵ شلنگ ۸ پنس فی ہنڈر ویتھ (۲۵ پنس فی ہنڈر) سے گھٹ کر ۱۱ شلنگ ۸ پنس (۱۲ پنس) فی پونڈ ہو گیا۔

بیر شراب کا محصول بھی گھٹا دیا گیا اور اس طور پر گھٹایا گیا کہ ہلکی شرابوں کو زیادہ فائدہ پہنچے۔ موجودہ محصول بحساب ۵ پونڈ فی معیاری بیرل قائم رہا۔ معیاری بیرل ایک ایسا پیمانہ ہے جس کا انحصار خود بیر کی مقدار پر نہیں بلکہ اس کے اندر الکوہل کی مقدار پر ہوتا ہے۔ مثلاً ایک "بلک بیرل" میں ۳۶ گیلن شراب سمائی ہے مگر اس پر جو محصول لگایا جائے گا وہ اسی نسبت سے جو اس کے الکوہل کی مقدار اور معیاری بیرل کے الکوہل کی مقدار میں قائم ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ ہلکی بیر پر ۵ پونڈ فی بلک بیرل سے بہت کم محصول ادا کیا جائے گا۔ (۱۹۲۳ء) میں جو معیاری متطور کی گئی، اس نے یہ صورت اختیار کی کہ مقدار محصول سے فی بلک بیرل بیس شلنگ وضع کیے جانے لگے (بہ شریکہ شرح محصول ۲۴ شلنگ فی بلک بیرل سے نیچے نہ اتر جائے)۔

محصول تقریحات گھٹا دیا گیا (۱۹۲۳ء) اور جہاں فیس داخلہ ۶ پنس سے زائد نہ ہو، وہاں وہ بالکل معاف کر دیا گیا۔ محصول منافعہ کمیناں بہ قدر نصف گھٹا دیا گیا (۱۹۲۳ء) اور بعد ازاں (۱۹۲۴ء) بالکل منسوخ کر دیا گیا۔ (۱۹۲۳ء) میں محصول مکان سکونہ کی منسوخ عمل میں آئی جو کسی قدر تاریخی دلچسپی کی حامل ہے (صفحات ۷۷-۸۱-۸۲)۔

۱۹۲۳ء کے انتخاب عام میں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حامی آزادی طبقے کی حمایت سے مزدور حکومت برسر اقتدار آ گئی، من جملہ اور مسائل کے ایک مسئلہ قدامت پسند حکومت کا وہ طرز عمل تھا جو اس نے تائین تجارت کے بارے میں اختیار کیا تھا۔ (۱۹۲۲ء) میں متفقہ حکومت کا فاتحہ چڑھانے کے بعد سے قسم قسم کی ہمد بیریں پیش کی گئیں (جن میں شاہی ترمیج کے بعض توصیحات

خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ لہذا ۱۹۲۳ء میں ملک سے جو اپیل کی گئی اس کا منشا یہ تھا کہ حکومت کو ان وعدوں سے بری کر دیا جائے جو ۱۹۲۲ء میں سابقہ انتخاب کے موقع پر اس لئے کیے تھے اور جو اس کی آزادی عمل میں مائل تھے۔ تہ امت پسندوں کو قوت شکت ہو گئی اور مزدور حکومت نے تا مینی محصول جو سیکینا محصولوں کے نام سے موسوم اور ۱۹۱۵ء سے جاری تھے منسوخ کر دیے اور اترے ہوئے زر کا محصول بھی متروک ہو گیا۔

دولت پر حصہ رسدی لگانے کی تجویزیں

جنگ کے بعد یہ قومی ترخے کا بوجھ بہت خوفناک ہو گیا، چنانچہ ۱۹۱۹ء کے ختم پر اس کی انتہائی مقدار آٹھ ہزار ملین پونڈ تک پہنچ گئی۔ اسی وجہ سے تنفیض ترخہ کا سوال اٹھا اور ذمیرہ ادائی کے طول عمل کے مقابلے میں لوگ کسی زیادہ تیز طریقے کے امتحان پر غور کرنے لگے۔ دو تجویزیں اس سلسلے میں قابل ذکر ہیں۔ ایک کل دولت پر حصہ رسدی لگانا دوسرے دولت کے اثاثے جنگ والے اضافوں پر حصہ رسدی لگانا۔

دولت پر حصہ رسدی سے مراد ایک ایسا ٹیکس ہے جو ہر فرد کی مجموعی دولت پر ششخص کیا جائے، گویا وہ ایک ایسا محصول جائداد سے جو زندوں پر عائد کیا جائے۔ اس میں جس طریقے سے چاہو، تدریج پیدا کی جاسکتی ہے اور موقوفی جائدادیں اس سے مستثنیٰ کی جاسکتی ہیں۔ انتظام میں بھی یوں سادگی پیدا کی جاسکتی ہے کہ ٹیکس سے ایسے املاک خارج کر دیے جائیں جن کا پتہ لگانا یا جن کی مالیت دریافت کرنا بہت مشکل ہو۔

اس تجویز پر بڑی گرم بحثیں ہوئیں مختلف وجوہ سے اس پر اعتراض کیے گئے۔ اگر اس دعوے کو مان لیا جائے کہ اس سے کئی ہزار ملین پونڈ کی قوت کی جاسکتی ہے تب بھی ادائی ٹیکس کے عمل ہی سے طریق اعتبار میں سخت بے ترتیبی پیدا ہو جائے گی۔ اس کا یہ جواب دیا گیا کہ ادائی شکل نقد

دور کار نہ ہوگی بلکہ چل مسکات اس کی اجازت ہوگی۔ مگر اس جواب سے اُس خوف کی پوری تشفی نہ ہوئی۔

مگر اہم اعتراض تو یہ تھا کہ ایسا کیس دولت صہل کرنے کے ہم معنی ہوگا۔ ایک مرتبہ عائد کرنے کے بعد اسے پھر دہرایا جاسکے گا۔ جی ملکیت پر پھر لسی کو بھروسہ ہی نہیں رہے گا۔ اور پس اندازی دولت کی حرکت تو میں کمزور ہو جائیں گی۔ ان اسباب کی بنا پر حملہ کرنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ اشتراکین اس تجویز کی حمایت کرنے لگ گئے اور قدامت پسندوں کی مخالفت بہت شدید ہو گئی۔

دوسری تدبیر یعنی دولت کے اٹنائے جنگ والے اضافوں پر حصہ رسدی لگانا، یہ ان اعتراضات سے نسبتہ بڑی حد تک اس کی نوعیت ایک مناجی تدبیر کی سی تھی۔ لیکن اٹنائے جنگ والے اضافوں کا اکثر بیشتر حصہ محصول منافعہ زائد کی شکل میں پہلے ہی حاصل کر لیا گیا تھا اور جو کچھ باقی رہا تھا وہ زیادہ تر نتیجہ تھا سطح قیمت کے بلند ہو جانے کا۔ اور اس وجہ سے جو اضافے واقع ہوئے تھے، وہ قطعاً حقیقی اضافے نہ تھے بلکہ اس پیمانے کے گھٹاؤ کا نتیجہ تھے جس کے ذریعے سے دولت کا حساب کیا جاتا ہے۔ ان برائے نام اضافوں کے مقابلے میں بہت سے نقصانات بھی تھے مثلاً وہ جو تسکات کی قیمتیں اتر جانے سے واقع ہوئے تھے۔ پس یہ واضح ہو گیا کہ اس اصول پر جو کس لگایا جائے گا، وہ نہ مطابق انصاف ہوگا اور نہ بہت پیداوار ہوگا۔

۱۹۱۹ء میں ستر آئین میں برسرِ کمانے (جواب سر کا خطاب پاچسکے میں) بحیثیت وزیر مالیات کے اس تجویز کی تحقیق کرائی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ بالکل متروک کر دی گئی۔

۱۹۲۳ء کے انتخاب کے بعد مزدور حکومت برسرِ اقتدار آئی تو پھر یہ توقع پیدا ہوئی کہ شاید دولت پر حصہ رسدی عائد کیا جائے۔ لیکن اس قسم کی کوئی صورت نہیں پیدا ہوئی۔ کچھ تو اس وجہ سے کہ حکومت کا انحصار آزادی پسند جماعت کی تائی پر تھا اور کچھ اس وجہ سے کہ خود مزدور جماعت کے رہنما اس کی طرف مائل نہ تھے۔ البتہ ۱۹۲۳ء کے ختم پر حکومت سے ہٹنے کے بعد

مرد و جماعت نے بجائے اس حصہ رسدی کے چند اور تجویزیں اختیار کی ہیں جن کا منشا یہ ہے کہ شغل اصل سے جو آمدنیاں حاصل ہوتی ہیں ان پر نرینڈ ٹکس لگایا جائے۔

مالیاتی تدبیریں ۱۹۲۵-۱۹۲۹ء

دسمبر ۱۹۲۳ء میں قدامت پسند حکومت عہدے پر آئی اور اس کا پہلا موازنہ معافی ٹکس کے دورِ جی سے متعلق ہے۔ ۱۹۲۶-۲۵ء کے لیے ۲۶۶۰۰۰۰ پونڈ سر حاصل کا پیش اندازہ کیا گیا۔ لیکن انکم ٹکس میں ۱/۴ سے ۴ شلنگ تک جو تخفیف کردی گئی اس میں یہ سر حاصل تقریباً ختم ہو گیا (پورے سال بھر کے لیے اس کا خرچ ۳۲ ملین پونڈ ہوتا لیکن پہلے سال میں صرف ۲۴ ملین پونڈ کی ضرورت پڑتی تھی)۔ اس کے علاوہ اضافہ تخفیف دونوں قسم کی اور بھی تدبیریں اختیار کی گئیں۔ زائد ٹکس اور محصول جائیداد کے بیچانوں میں ترمیم کی گئی۔ پہلے میں تخفیف اور دوسرے میں اضافہ کیا گیا اور وہ بھی اس طریقے پر کہ محاصل کی پیش اندازہ کمی اور زیادتی ایک پورے سال کے اندر ٹھیک ایک دوسرے کے برابر ہو جائیں۔ وہ ہزار پونڈ سے متجاوز تمام آمدنیوں پر زائد ٹکس کا پیمانہ حسب ذیل قرار پایا:-

پہلے ۵۰۰ پونڈ پر	اس کے بعد ہلے ۵۰۰ پونڈ پر	۹ پنس فی پونڈ
۱۰۰۰	۱۰۰۰	ایک شلنگ
۱۰۰۰	۱۰۰۰	ایک شلنگ ۶ پنس فی پونڈ
۱۰۰۰	۱۰۰۰	۲ ش ۳ پ
۱۰۰۰	۱۰۰۰	۳ ش
۲۰۰۰	۲۰۰۰	۳ ش ۶ پ
۲۰۰۰	۲۰۰۰	۴ ش
۵۰۰۰	۵۰۰۰	۴ ش ۶ پ

” ۵۰۰۰ ” ۵ شس
 ” ۱۰۰۰۰ ” ۵ شس ۶ پ
 ” باقی یعنی ۳۰۰۰ پونڈ سے متبج وز پر ۶ شس

جہاں تک محصل جائیداد کے پیمانے کا تعلق ہے، وہ سو پونڈ سے پانچ سو پونڈ تک کی جائیداد پر ایک فی صدی اور پانچ سو پونڈ سے ایک ہزار پونڈ تک کی جائیداد پر ۲ فی صدی سے شروع ہوتا ہے اور درجہ بہ درجہ بڑھتا جاتا ہے مثلاً ۱۸ ہزار اور ۲۱ ہزار پونڈ کے درمیان ۹ فی صدی ۲۵ ہزار اور ۴۰ ہزار پونڈ کے درمیان ۱۲ فی صدی ۵۰ لاکھ اور ایک لاکھ ۵۰ ہزار پونڈ کے درمیان ۱۵ فی صدی ۲ لاکھ پونڈ سے متجاوز جائیدادوں پر ۲۰ فی صدی تک پہنچ جاتا ہے جبکہ اس کی انتہائی شرح ہے۔

کمائی آمدنیوں پر انکم ٹیکس میں تخفیف کی شرح ۱۰ سے بڑھا کر ۱۵ کر دی گئی۔

۱۹۲۵ء کے موازنے میں ایک اور اہم نئی تبدیلی یہ ہوئی کہ ریشم اور مصنوعی ریشم پر محصول لگایا گیا۔ اصلی ریشم پر تو صرف محصول کروڑ گیری لگایا گیا کیونکہ خود برطانیہ میں ریشم نہیں پیدا ہوتا۔ لیکن مصنوعی ریشم پر ایک محصول کروڑ گیری بحساب ۲ شلنگ فی پونڈ (وزن) اور دوسرے محصول پیداوار ملکی بحساب ایک شلنگ اس طرح دو محصول عائد کیے گئے۔ ان دونوں میں جو فرق تھا اس سے برطانیہ میں پیداواروں کو اچھی خاصی تائین ملنے لگی۔ اس کے علاوہ ریشم اور مصنوعی ریشم کے تیار شدہ مال کی درآمد پر اسی مطابقت سے محصول لگائے گئے وہ بھی اپنے اثر میں تائینی تھے۔

قدامت پسند حکومت تائین کے متعلق اپنی سابقہ پابندیوں سے سبکدوش کر دی گئی تھی۔ لیکن ۱۹۲۲ء کے انتخاب کے موقع پر عام محصول جاری نہ کرنے کے لیے اس نے اپنے آپ کو از سر نو پابند کر لیا۔ اسے یہ تو آزادی تھی کہ وہ جس قسم کے تائینی محصول تجویز کرنا چاہے، تجویز کرے بشرطیکہ وہ عمومییت کے قریب نہ پہنچیں۔ چنانچہ سرچرچل نے اپنے پہلے موازنے میں میکینا محصول دو بارہ

جاری کر دیے اور ضروریوں پر ایک تائینی محصول عائد کیا جس کا دوران میں نئے محافظتی محصول عائد کئے گئے اور رٹالوہ الی شکر کی پیدایش پر چند سال کے لیے اہتانات کا طریقہ جاری کیا گیا۔

قدامت پسند حکومت کے چار اور سواڑنے پیش ہوئے۔ وہ سب مخالف معاشی حالات سے متاثر تھے۔ تجارتی کساد بازاری اور قیمتوں کا انحطاط برابر جاری رہا۔ اور کوئلے کی کان کنی کے کاروبار پر جو نازک وقت آیا، اس کے اثرات سواڑنے نے کہہ دیے تھے۔ وہ طرح سے تباہ کن ثابت ہوئے۔ ایک سال ۱۹۲۶ء میں اداؤ کے فرج کی صورت میں، دوسرے سال ۱۹۲۷ء کی عام بڑتال اور کوئلے کی نزاع نے توسط سے۔ نتیجہ یہ کہ ۱۹۲۷ء، ۱۹۲۸ء اور ۱۹۲۹ء میں ملکوں میں اضافہ کرنا ضروری ہو گیا۔

ایک دلچسپ لیکن ناکام تجربہ یہ تھا کہ جو بے بازی پر ٹیکس لگایا گیا۔ یہ ٹیکس ۱۹۲۶ء میں عائد کیا گیا اور ۱۹۲۹ء میں منسوخ کر دیا گیا۔ اس کی پیدا آدنی بہت مایوس کن تھی جس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ دھوکہ بازی کو روکنا ناممکن تھا۔ مزید چھوٹے چھوٹے تائینی محصول عائد کرنے کا طریقہ جاری رہا لیکن ان سے آمدنی میں بہت خفیف اضافہ ہوا۔

۱۹۲۵ء میں خام شکر کی درآمد کا محصول بہ قدر پچاس فی پونڈ دوزن لگھٹا دیا گیا تاکہ شکر صاف کرنے کی صنعت کو تائین ملے۔

اس دور کی سب سے اہم مالیاتی تدبیر یہ تھی کہ ۱۹۲۵ء میں تیل پر محصول لگایا گیا تاکہ مقامی ملکوں کی اصلاح کے لیے وسائل مہیا ہو سکیں۔ اس اصلاح کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ جس قدر جائیداد پیداوار کا روہاریں لگی ہوئی ہے، اس کو شروع کے تین چوتھائی بوجھ سے نجات دلائی جائے۔ اس رعایت کی وجہ سے مقامی ملکوں کے مالیات میں جو کمی واقع ہوگی، اس کی تلافی کرنے کے لیے تیل کے محصول کی آمدنی استعمال کی جائے گی (جس حد تک بھی وہ کام آسکے)۔

قانون شروع زرعی بابت ۱۸۹۶ء کے ذریعے سے اسی قسم کی امداد عطا کی گئی تھی اور ۱۹۲۳ء میں اس میں اضافہ کیا گیا تھا۔ اب نئی اسکیم کے ضمن میں

زرمی زمین کو شروع سے پورے طور پر نجات دے دی گئی۔

اس تجویز کا نتیجہ یہ ہوا کہ مقامی حکومت کی ساخت میں مزید ملازمین خزانے سے مقامی محکموں کو جو امداد دی جاتی ہے اس کی شکل و شرائط میں اہم تبدیلیاں واقع ہوئیں۔

مستشرقین کی دوا اور مالیاتی تدبیریں قابل ذکر ہیں۔ ایک یہ کہ موٹروں کے ٹکس کا ایک حصہ روڈ فنڈ سے نکال کر مزید زائستہ بنایا گیا۔ مثلاً ۱۹۲۵ء سے ۱۹۲۸ء

اس ٹکس کی آمدنی کا جو چوتیں امدادہ کیا گیا ہے اس کے سن جملہ ۲۲۵۱۰۰۰۰ پونڈ کی رقم تو روڈ فنڈ کو ملے گی اور ۳۶۱۰۰۰۰ پونڈ کرزی خزانے میں داخل ہوگی۔

دوسری تدبیر یہ ہے کہ ۱۹۲۵ء میں چارے کا محصول منسوخ کر دیا گیا۔ یہ محصول مختلف شروحوں سے سترھویں صدی سے برابر چلا آ رہا تھا۔

فرانس کے ٹکس ۱۹۱۴-۱۹۲۹ء

طویل مباحثے اور بہت سے سیاسی تغیرات کے بعد بالآخر ۱۹۱۴ء میں فرانسیسی مجلس وضع قوانین نے انکم ٹکس کی منظوری دی۔ جنگ سے کچھ ہی پہلے یہ ٹکس منظور ہوا تھا اور اس میں اتنی دیر لگ گئی تھی کہ اس سے فوراً کام نہیں لیا جاسکتا تھا۔ جنگ کے پہلے دو سال تک تو کوئی مزید ٹکس نہیں عائد کیا گیا۔ لیکن ۱۹۱۵ء میں بالآخر انکم ٹکس پر عملدرآمد شروع کیا گیا تو اس کی شرح بہت ادنیٰ رکھی گئی۔ اس کے بعد چند نئے ٹکس لگائے گئے جن میں جنگی منافعوں کا محصول خاص طور پر قابل ذکر ہے۔

فرانس میں افراط اجرائے زر کا جو دور دورہ ہوا اور حالت بہت نازک ہو گئی، اس کا ایک اہم سبب تھا کہ وہاں اٹھائے جنگ میں ٹکس نا کافی تھے۔ عارضی مسلح کے بعد افراط اجرائے زر شدت ہو گئی۔ فوجوں کو درخواست کرنے اور تباہ شدہ علاقوں کو دوبارہ تعمیر کرنے کے ابتدائی مدارج کا زبردست خرچ کچھ مدت تک محض عارضی قرضے کی مقدار میں اضافہ کر کے چلتا رہا۔

۱۹۲۵ء کے ابتدائی مہینوں میں کہیں ایم فران سو امار سال نے جو اسی وقت

وزیر مالیات ہوا تھا، اس بات کی سنجیدہ کوشش کی کہ داخل میں اضافہ کیا جائے اور پھر بھی ناگزیر طور پر جو کمکی باقی رہے، اس کو پورا کرنے کے لیے مدامی قرضے جاری کیے جائیں۔

اس کی تدبیروں میں سب سے زیادہ قابلِ لحاظ وہ ٹکس تھا جو بھی مقدار کا بدلہ پر لگایا گیا تھا اور ایک اور ٹکس کے نمونے پر ڈھالا گیا تھا جسے اس تسہر کرنے کچھ ہی پہلے جرمنی میں مانگ لیا تھا۔ تمام دولت پیدا کرنے اور اشیاء کا لین دین کرنے والے جتنے معاملات کریں، ان کی خام مالیت کے بہت تھوڑے جزو یعنی ایک فی صدی پر یہ ٹکس لگ جاتا ہے کسی ایک معاملے پر اس کا بار اس قدر ہلکا ہوتا ہے کہ بات چھپانے یا دھوکہ دینے کے لیے کوئی وجہ تحریک نہیں رہتی۔ لیکن معاملات کی کل مقدار میں یہ ٹکس لگایا جاتا ہے، اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ ٹکس کا مجموعی ماہصل بہت بڑھ جاتا ہے۔ یہ ایک بالواسطہ ٹکس ہے جس کا بار صارف شے پر پڑتا ہے۔ بار کی مقدار کا انحصار اس بات پر ہے کہ صارف کی خریدی ہوئی چیز کی قیمت وہ اشیائے خام اور وہ خدمات جن کا وہ نتیجہ ہے، ان سب پر کتنی مرتبہ ٹکس ادا کیا جا چکا ہے۔ اس کا نتیجہ کثرتِ معاملات کے مخالف پڑتا ہے اور یوں بعض لحاظ سے اس کا اثر پیچیدہ ہو جاتا ہے۔ ہر معاملہ حصولِ نفع کا ایک موقع ہوتا ہے، اب ٹکس کی بدولت جس قدر ان موقعوں میں کمی ہوگی، اسی قدر منافع بھی گھٹ جائے گا۔

۱۹۳۱ء میں ٹکسوں کے اندر چند اہم اضافے واقع ہوئے اور خاص کر اکٹم ٹکس میں۔ اثنا بے جنگ میں تو اس کی کوئی حیثیت نہ تھی لیکن اب وہ فرانسیسی سوارے کا ایک خاص ذریعہ آمدنی بن گیا ہے۔

ایم فرانزوا مار سال کے اصلاحات ٹکس اور اس کے جاری کردہ ٹیبے بڑے قرضے ایسے وقت پر آئے جبکہ دوسرے ملکوں میں افراطِ اجرائے زر کو کامیابی کے ساتھ روکا جا رہا تھا۔ فرائض میں بھی قیمتوں کا چڑھاؤ زدک دیا گیا تھا اور اس کی جگہ قیمتیں گرتی شروع ہو گئی تھیں۔ لیکن اگر قیمتیں گریں اور بہت تیزی کے ساتھ گریں، تاہم فرانسیسی زر میں جو اتار پیدا ہو گیا تھا اس کی اب بھی

سلافی نہ ہو سکی۔ اشیاء کی قیمتیں اپنی ادنیٰ ترین سطح پر پہنچنے پر بھی ۱۹۱۳ء کے مقابلے میں کوئی تین گنی زیادہ تھیں اور فرانک اپنی نصف قدر طلبا سے اوپر مد چڑھ سکا۔

۲۰۶ ہاؤد اس کے قیمتوں کے گرنے سے ٹکسوں کے حاصل میں کمی واقع ہوئی۔ مجموعی مقدار کاروبار والے جدید ٹکس کی آمدنی پیش اندازے سے بہت کم رہی۔ معارج کے مقابلے میں مداخل کی زبردست کمی بدستور قائم رہی سیاسی جمعیات ۱۹۲۳ء میں قبضہ روہر کی صورت میں اپنی انتہا کو پہنچ گئیں اور ان کی وجہ سے سخت بے اعتمادی پیدا ہو گئی۔ اور ۱۹۲۴ء میں دوبارہ افراطِ اجرائے زر شروع ہو جانے سے بحران کی کیفیت پیدا ہو گئی۔

ایک مرتبہ اور یہ ظاہر ہو گیا کہ ٹکسوں میں اضافہ کرنا ناگزیر ہے۔ مارچ ۱۹۲۴ء میں ایم پوان کارے نے اپنا ”دھڑے عشر“ والا قانون نافذ کیا جس کے مطابق تمام ٹکسوں میں بجز چند مستثنیات کے ۱/۱۰ کا اضافہ کر دیا گیا۔ لیکن یہ تدبیر بھی کافی نہیں ثابت ہوئی۔ موازنے کی کمی پورے طور پر نہیں رفع ہوئی۔ مزید براں ۱۹۲۵ء میں بعض بڑے قرضوں کی میعاد ختم ہونے سے مارضی قرضے میں جو مزید اضافے کا اندیشہ تھا اس کی وجہ سے از سر نو بے اعتباری پیدا ہو گئی۔

۱۹۲۶ء کے موازنے میں ٹکسوں میں مزید اضافے کیے گئے اور بالآخر اسی سال اگست کے پہلے میں ایم پوان کارے کی بنائی ہوئی حکومت متفقہ نے مزید اضافے اتنے بڑے پیمانے پر کیے کہ جس سے موازنے میں ایک بڑی اور قابلِ اعتماد بچت حاصل ہو سکے

مجموعی مقدار کاروبار کا ٹکس (جس میں پہلے ہی کئی طرح سے اضافہ ہو چکا تھا) ۲ فی صدی تک بڑھا دیا گیا۔ اور قسم قسم کے بالواسطہ محمول جو فرانک کے حساب سے متعین کیے گئے تھے بڑھادیے گئے۔ کیونکہ جیسے جیسے فرانک اترتا گیا، ان کی اصلی مالیت بھی پستل دولت کم ہو گئی تھی۔

انکم ٹکس میں بھی مزید اضافہ کیا گیا۔ فرانسیسی انکم ٹکس برطانوی انکم ٹکس اور زائڈ ٹکس کے اجتماع سے مشابہت رکھتا ہے کیونکہ وہ دو چیزوں پر مشتمل ہے۔ (۱) ایک ٹھہرت والا ٹکس جو آمدنی کے ہر ماخذ پر جدا جدا شخص کیا جاتا ہے

اور ۱۲) دوسرے مجموعی آمدنی والا ٹکس جو ٹکس ادا کرنے والے ہر فرد پر برابر راست
 شخص کیا جاتا ہے۔ لیکن یہ آخر الذکر ٹکس بجائے چند بڑی بڑی آمدنیوں تک محدود
 رہنے کے، تمام آمدنیوں پر جو ایک ادنیٰ مدد (یعنی سات ہزار فرانک یا پچیس پونڈ)
 سے متجاوز ہوں، لگا یا جاتا ہے۔ ذاتی شخص پر جو ٹکس مبنی ہوں ان میں قریب دہی کا
 انسداد شکل ہوتا ہے۔ چنانچہ فرانسیسی وزرائے مالیات نے انکم ٹکس میں
 قریب دہی کی بار بار شکایتیں کی ہیں۔ اسی وجہ سے ۱۹۲۷ء میں جو اضافے
 کیے گئے، وہ فہرست والے ٹکس میں لیے گئے کیونکہ یہی صورت قرین عقل تھی۔



مدخل و مخارج

مدخل نکس یابت ۱۹۲۸-۱۹۲۹ اوپیش اندانے بابتہ ۱۹۲۹:۱۹۳۰ء

(بہ ہزار پونڈ)

خالص آمدنی ۱۹۲۸-۱۹۲۹ء

(۱) کردگیری ادینگی

کردگیری پنگی میزان آمدنی خزانہ پیش اندازہ ۱۹۳۰-۱۹۲۹ء

۶۶۰	۳۸۹۹۸	۲۵۶۶۸		۲۴۰۰۰	اسپرٹ
۲۹۷۸	۷۰۸۴۷	۷۵۸۲۵		۷۹۰۰۰	بیر
۲۲۳۸	۲۰۲	۲۳۵۰		۴۷۱۰	وانن
۳۶	۳۵۵	۳۹۱		۴۰۰	ٹھیل وائرس
۵۷۴۰		۵۷۴۰		۵۰	چائے
۷۰۹		۷۰۹		۷۰	کوکو
۲۴۲		۲۴۲		۲۵۰	کافی و چکوری
۱۳۹۱۲	۱۳۷۶	۱۵۲۸۸		۱۵۱۰۰	شکر
۶۴۳		۶۴۳		۶۴۰	مشک میوے
۵۹۰۵۷	۱	۵۹۰۸۷		۶۰۰۰۰	تباکو
۲۰۷۷	۱۸۸۳	۳۹۶۰		۴۰۰۰	دیاسلانی
۱۹۲		۱۹۲		۱۸۰	سینا کے فلم

خالص آمدنی ۱۹۲۸-۱۹۲۹

کردار گیری چنگی میزان آمدنی خزانہ پیش اندازہ ۲۹-۱۹۳۰

۶۵۰		۶۱۳		۶۱۳	گھڑیاں
۲۵۰۰		۲۳۷۰		۲۳۷۰	موثرین اور موثر سیٹیں
۲۲۰		۲۲۹		۲۳۹	آلات موسیقی
۶۲۰۰		۶۰۶۳	۱۳۶۶	۲۵۹۷	یشیم اور مصنوعی ریشم
۱۵۷۰۰		۱۲۹۸۲	۳۶۱۸	۹۳۶۳	تیل
۶۲۰۰		۶۰۰۳	۶۰۰۳		تقریحات
۳۰۰۰		۲۵۷۰	۲۵۷۰		شکرات کے لینس
۶۳۰		۵۳۰	۵۳۰		دوسرے لینس
۶۰		۳۶۷	۳۶۷		محصول رلیوے
۱۳۵۰		۱۳۰۰	۱۳۰۰		دوا میں تنجیفہ وغیرہ
۵۰۰		۲۲۳۵	۲۲۳۵		بازیاں یا شہر میں
۲۹۰		۲۹۰		۲۹۰	منو برے
۶۰۰		۶۳۳		۶۳۳	کلیدی صنعت کا محصول
۱۷۷۲		۱۷۰۲		۱۷۰۲	دوسرے تائمی محصولات
۳۸۸		۵۱۵		۵۳۲	دوسرے محصولات اور آگاہی وغیرہ

۱۱۹۸۵۰		۱۱۸۹۷۲		۱۱۸۹۷۲	میزان کردار گیری
۱۳۰۳۳۰		۱۳۲۰۰۰		۱۳۳۸۲۲	میزان چنگی
۲۵۰۱۸۰		۲۵۲۹۷۲		۲۵۲۸۱۸	میزان کردار گیری و چنگی
۲۷۱۹۰		۲۵۳۵۷		۲۵۵۳۵	۱۳ موثر سواری کے محصولات

دس محصولات سہ ت۔

۷۲۷۳۱

محصول درآمد

۷۶۳۶

محصول وراثت

خالص آمدنی ۱۹۲۸-۱۹۲۹			
محمول جانشینی	۱۱۵۳	۸۱۰۲۰	۸۰۵۷۰
کروڑ گیری جنگی میزان آمدنی خزانہ پیش آمد ۱۹۲۰-۱۹۳۰	۸۱۰۰۰		
(۳) اسٹامپ -			
زمین اور مالک	۳۸۵۹		
تسکات حصے وغیرہ	۱۱۶۹۵		
محمول سرمایہ کمپنیاں	۳۳۱۶		
چک اور ہنڈیاں	۵۱۴۲		
رسائد	۲۲۸۶		
دوسرے اسٹامپ	۵۸ - ۱	۳۰۱۳۳	۳۰۰۶۰
دھرم محل زمین	۶۲۳		{ ۶۳۰
(۶) محمول حقوق معدنی	۲۱۰		{ ۲۰۰
(۷) محمول آمدنی (ٹیکس)	۲۳۴۶۴	۲۳۴۶۲۰	۲۳۹۵۰۰
(۸) محمول زائد	۵۶۲۱۴	۵۶۱۵۰	۵۸۰۰۰
(۹) محمول منافع زائد	۲۰۱۳	۱۷۰۰	۱۷۰۰
محمول منافع کمپنیاں	—	—	—
میزان حاصل کسی	۶۸۵۹۳۸	۶۸۵۲۶۹	۶۸۹۳۷۰
مداخلت غیر کسی -			
ڈاک خانہ -			
محاصل ڈاک	۳۸۹۶۸		
ٹیلیگرام	۶۲۲۷		
ٹیلیفون	۲۰۱۲۰	۶۵۳۰۰	۶۷۰۱۰
شاہی زمینیں	۱۲۱۴	۱۲۱۰	۱۲۵۰
مستغرق قرض (سود و اصل کی ادائیگی)	۲۸۱۱۱	۲۸۱۱۱	۳۰۵۵۰

ناتس آمدنی ۱۹۲۸-۱۹۱۹

کرد لیری چنگی میزان آمدنی نواز پیش اندازہ ۲۹-۱۹۳۰

مقابل متفق -

معمولی

۱۲۹۳۰

خاص

۳۸۵۰۰

۵۹۵۳۵

۵۹۳۳۲

۴۳۲۰۲

۸۲۶۶۸۰

۸۳۶۲۳۵

۸۳۶۸۲۰

.....

میزان ، اخل

مخارج

پیش اندازہ ۲۹-۱۹۳۰

اجرائی نوازہ ۲۸-۱۹۲۹

قومی قرضہ -

سود

۲۱۰۰۶۹

انتظام

۱۳۲۴

ذخیرہ ادائی

۵۷۷۱۰

۳۵۵۰۰۰

۳۶۹۰۰۰

بک فنڈ

۲۲۵۱۰

۲۱۱۳۱

مقامی نمسوں کے حسابات

۱۵۰۰۰

۱۵۲۰۳

نوازہ آگرستان شمالی

۵۴۰۰

۵۱۰۰

دوسرے مدامی خدمات

۳۵۰۰

۲۸۰۷

فوج

۴۰۵۴۵

۴۰۵۰۰

بھرتہ

۵۵۸۶۵

۵۶۹۲۰

ہوائی قوت

۱۹۲۰۰

۱۹۰۵۰

سیول ووٹ

۲۲۳۳۲۵

۲۲۲۳۹۲

سررشتہ جات آمدنی

کرد و گیری اور چنگی

۴۸۵۵

پیش خانہ ۲۹-۱۹۳۰

اجرائی خزانہ ۲-۱۹۲۹

۱۱۵۶۹

۱۱۶۳۷

۶۷۹۲

داخل اندرون ملک

۵۸۱۱۰

۵۷۲۰۰

.....

ڈاک خانہ

۱۵۵۶۰

.....

.....

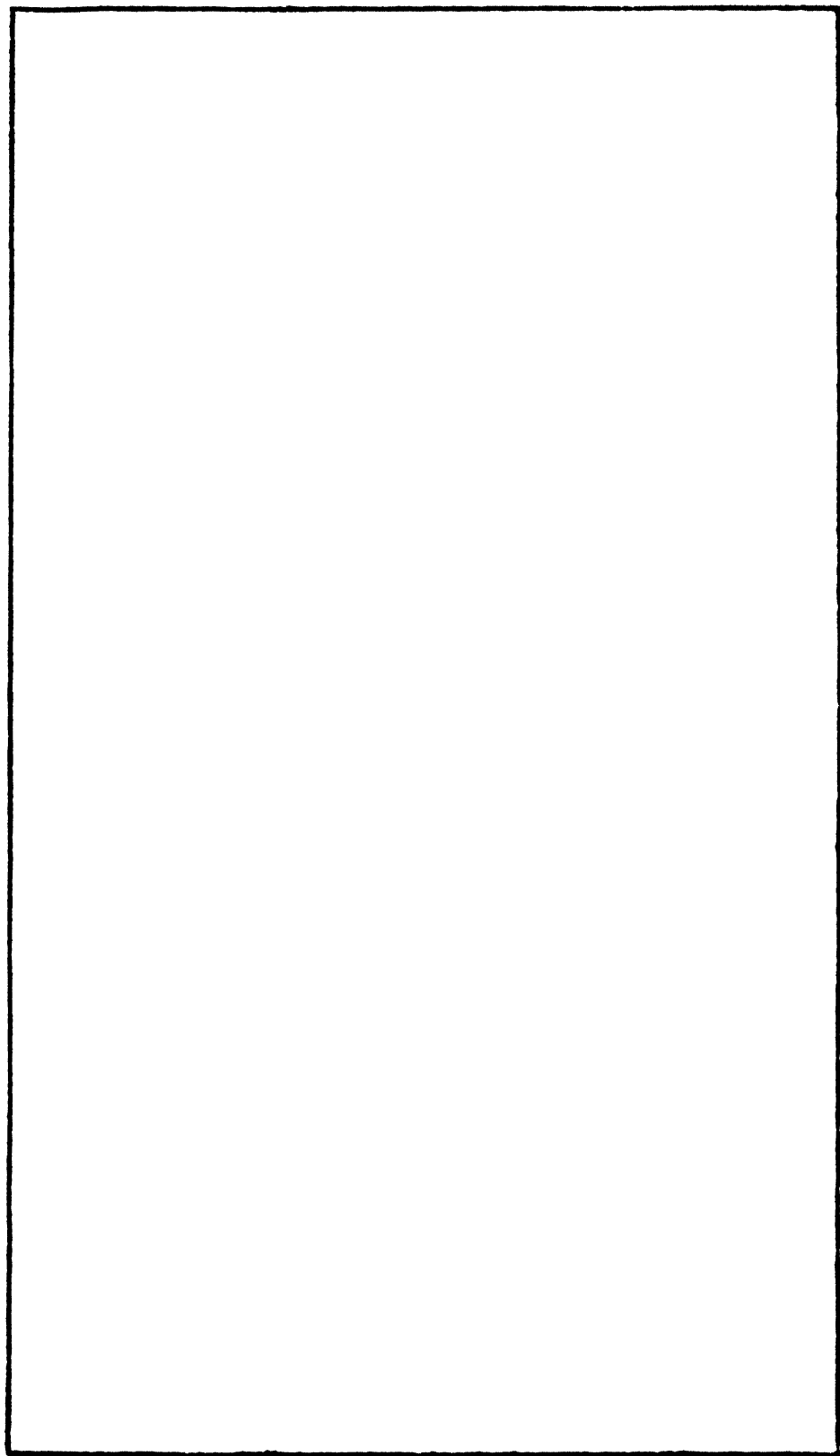
مقامی آمدنی کی جدید امداد

سنبانہ خزانہ

۸۲۲۵۸۲

۸۱۸۰۳۱

د ت م ت



صحت نامہ

اصول و طریق محمول

صفحہ	سطر	علا	صحیح
۴۲	۱۰	لے	کے
۵۰	۱۵	افادہ	افادہ
۷۵	حاشیہ سطر ۱۱	شخصی	شخصی
۱۳۲	۱۱	شخصیتوں	شخصیتوں
۱۵۶	۳	مطالعہ ہوتا	مطابق ہوتا
۱۸۳	۷	عدم سادات	عدم سادات

Introduction to Economics for Indian Students.

by

W. H. MORELAND

مقدمہ معاشیات

ترجمہ

پروفیسر محمد الیاس برنی، ایم۔ اے۔، ایل۔ اے۔